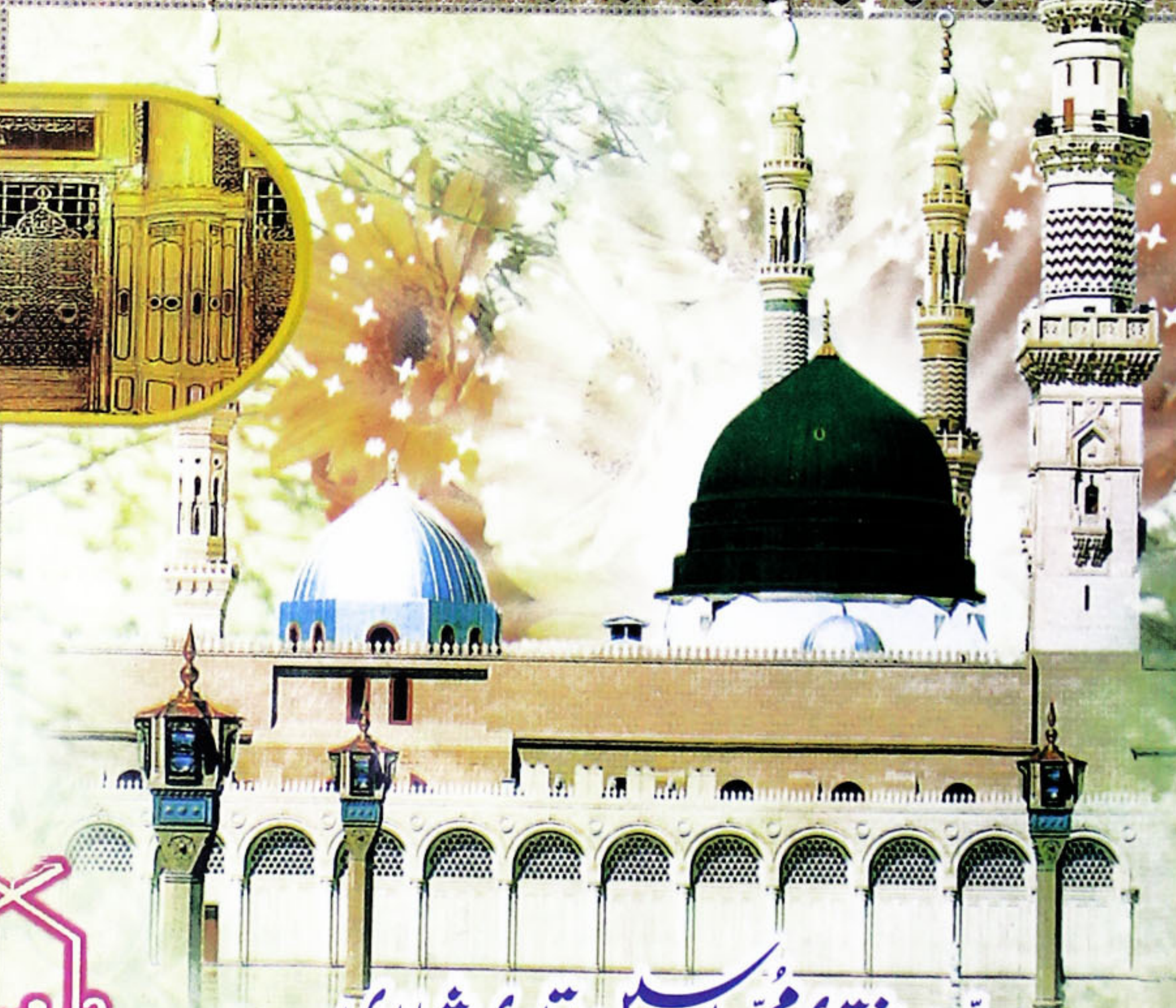


ذکر میلاد پر مشتمل قرآنی آیات مع تفسیر و تشریح نیز دلائل میلاد پر ایک ایسی کتاب
جس کے مطالعہ سے ہر دل لذت عشق نبی ﷺ سے منور ہوگا

میلادِ نبی ﷺ



علامہ مولانا قاری محمد ریاض حسین قادری شطاری

صدر مدرس اسلامیہ حیدری مسجد کامونٹی

مکتبہ
الاصحیٰ
مکتبہ

ذکر میلادِ پرستارِ قلم قرآنی آیات مع تفسیر و تشریح نیز دلائل میلادِ پر ایک ایسی کتاب
جس کے مطالعہ سے ہر دل لذت عشقِ نبوی ﷺ سے منور ہوگا

مصطفیٰ اکبر ﷺ میلادِ پرستارِ قلم

علامہ مولانا قاری محمد ریاض حسین قادری شطاری

داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37247301
0300-8842540

مکتبہ اعلیٰ حضرت



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

میلادِ مصطفیٰ بہ کلامِ خدا	تمام کتاب
قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی	مؤلف
0333-4289323	دیکھنے والی
محمد شکیل قادری شطاری 0333-4030407	پروف ریڈنگ
قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی، کاموگی	کمپوزر
304	صفحات
1100	تعداد
1437ء/2016ء	سال اشاعت
300	قیمت
کتبہ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ، سستا ہوٹل، لاہور	ناشر

کتاب دستیاب ہے

انشاء اللہ عزوجل

مدنی مقصد: مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔

M. Shahid Raza Attari

0306-0313-7919528

اسلامی بکس، قرآن

مدنی

اپورٹڈ عطریات، قرآن پاک، اسلامی بکس، تسبیحات، ٹوپی، عمامے

موزے، مسواک، گلوں، میلاد پرچم، بینرز، گاہول سیل پوائنٹ

Shop # 2-3 Ground Floor, Waqas Plaza, Amin Pur Bazar, Faisalabad.
Ph: 041-2621568 E-mail: muhammadshahidattari@yahoo.com

فہرست

11	حرفِ آغاز (وجہ تالیف اور اسلوبِ تحریر)
13	دعوتِ اسلامی کا سوئٹ ویئر
16	ایک اور وجہ تالیف
17	میلادِ مصطفیٰ بکلامِ خدا
18	منہجِ منت
19	ہر تعریف اللہ کی حمد ہے
20	رب تعالیٰ بلند ذکر پسند فرماتا ہے
23	ایک اور دلیل
23	حدیثِ قدسی
25	باب 1 تذکیر یا یا م اللہ
25	نبی اسرائیل سے نعمتیں یاد کرنے کا تقاضا
26	ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا
27	امتِ مصطفیٰ ﷺ سے تقاضا کہ نعمتیں یاد کریں
28	(اور طریقہ مسلمان میلادِ انبیاء علیہم السلام منانا ہے)
29	اللہ کا ذکر کرنے والے محبوب الہی
29	نمازِ مکمل کرنے کے بعد ذکر
31	ذکر الہی کرنے کا ایمان والوں کو حکم

31	شانِ نزول
31	موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو نعمت یاد کرنے کا حکم دیا
32	فرشتے اللہ کا ذکر کرتے ہیں
33	ساری مخلوق ذکر کرتی ہے
34	ذکر کی طرف توجہ نہ کرنے کا انجام
37	ذکر الہی سے غافل رہنا، ناپسندیدہ ہے
38	سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو نعمت یاد کرنے کا حکم
39	سیدنا ہود علیہ السلام کی قوم کو حکم کہ نعمتیں یاد کریں
39	شعیب علیہ السلام کی قوم مدین کو نعمت یاد کرنے کا حکم
40	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کرنے کا حکم
41	مومنوں کو ذکر کا انعام
41	اللہ کی نعمت مسلمانوں کو یاد کرنے کا حکم
42	لڑائی میں ذکر اللہ
43	موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے دن یاد دلانے کا حکم
43	ایام اللہ سے مراد
44	بغیر حکم خدا بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی یاد دہانی کراتے تھے
44	بوقت ذکر الہی کافروں کا ردِ عمل
44	یادِ خدا کے فوائد
45	ذکر سے غفلت باعث وبال
46	سیدنا زکریا کو سیدنا یحییٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی خوشخبری

49	سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی یاد کا حکم
49	یاد ابراہیم علیہ السلام کا حکم
49	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی یاد کا حکم
49	سیدنا اسمعیل علیہ السلام کی یاد کا حکم
50	یاد و ذکر سے منہ پھیرنے کا انجام
51	قرآن ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
52	غفلت ناپسندیدہ امر
52	حج اور ذکر اللہ کا حکم
53	جانور نعمت ہیں، عطا ہوں تو اس پر شکر کرو
54	اللہ کے بندوں کو کوئی کام ذکرِ الہی سے نہیں روکتا
54	ذاکر ہدایت والا، بے ذکر گمراہ
56	قرآن پڑھنے کا حکم
57	ذکرِ الہی افضل عبادت ہے
57	ایمان والوں کو نعمتوں کی یاد کا حکم
58	غزوہ احزاب کا مختصر بیان
60	ذاکر کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نمونہ حسنہ
60	اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے اور صبح شام کرو
61	عام لوگوں کو نعمتِ الہی یاد کرنے کا حکم
61	سیدنا داؤد علیہ السلام کی یاد کا حکم
62	ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو

62	میر سیدنا ایوب علیہ السلام
63	ذکر کے مزید فائدے
63	انبیاء کرام علیہم السلام کی یادیں اور نعمتیں
64	ذکر اللہ نہ کرنا سنگِ ولی ہے
65	یا وحدا سے دلوں کا سناٹا
66	سواری پر بیٹھ کر ذکر اللہ
66	ذکرِ رحمن سے لاپرواہی، شیطان کی تعصباتی
67	حضرت ہود علیہ السلام کی یاد
67	فصیحت ہر ایک کو فائدہ مند نہیں ہے
68	جو ذکر سے منہ پھیرے اس سے منہ پھیر لو
68	نماز کے بعد ذکرِ الہی
69	اللہ کے بندے ہر حال میں ذکر کرتے ہیں
70	ان کی قسم جو ذکر کا اثناء کریں
70	ذکر میں کامیابی
70	ذکر محبوبِ خدا کی رفعت
72	باب 2
72	ذکرِ میلا قرآن میں
72	آدم علیہ السلام کی پیدائش
73	موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش
75	سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

81	دوبارہ بیان عیسیٰ علیہ السلام
87	سیدہ مریم علیہا السلام کی پیدائش
90	سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا ذکر
92	یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر
93	ایک قول پر نبی کریم ﷺ کا میلاد
95	رب کریم نے آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے عہد و پیمان لیا
96	آیت کا شان نزول
97	حضور آگئے ہیں
100	جنہیوں کی چیخ و پکار
102	سیدنا یوسف علیہ السلام کی پیدائش
103	سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش
106	سیدنا اسحاق علیہ السلام کی پیدائش
107	سیدنا اسحاق علیہ السلام کے فرزند سیدنا یعقوب علیہ السلام کی پیدائش
108	سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش
109	سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی دعا
110	سیدنا سلیمان علیہ السلام کی پیدائش
111	اُمّ البشر سیدہ حوا علیہا السلام کی پیدائش
112	نور محمد ﷺ کی پیدائش
114	باب 3 اعمال حصول ثواب
114	کھانا کھلانا ثواب و عبادت ہے

114	نہ کھلانے والوں کی مذمت
115	آیت کا شانِ نزول
115	کپڑے اور کھانے کا ایصالِ ثواب کرنا
116	ایصالِ ثواب کے علاوہ بھی کھانا کھلانا ثواب
116	درود و سلام پڑھنا
117	درود و سلام کے متعلق احکام
118	قرآنِ پاک کی تلاوت
119	شانِ نزول
120	کئی نیکیوں کو جمع کرنا جائز ہے
122	باب 4
122	میلاد النبی اور سیرۃ النبی ﷺ
122	اہل سنت کی تمام تر محافل پر، جو بھی ہوں جیسی ہوں، اعتراض
123	جواب یہ ہے
126	ایسے لوگوں کا انجام
129	ایک اشکال اور اس کا حل
131	باب 5 شرک کیا ہے؟
131	شرک تیز، طرح کا ہے
133	شرک کیا ہے اور کیا شرک نہیں ہے
133	ایک وضاحت
137	باب 6 حرفِ آخر

137	یاد کرو اور یاد دلاؤ
138	(اُدْکُرْ) یا (اُدْکُرُوا)
138	ایک معمرہ اور اس کا حل
139	لفظِ بعث اور آمدِ مصطفیٰ (معنوی تحقیق)
139	سیدنا عزیر علیہ السلام کا قصہ
146	بادشاہ کی تقرری کا اصل قصہ
148	"جَاءَ" اور "جَاءُوا" کے الفاظ اور میلاد
149	شانِ نَزُول
152	توجہ طلب بات
152	لفظ "ارسال"
165	شانِ نَزُول
170	رسل، یا، رسول، کا لفظ
173	شانِ نَزُول
175	خبردار! ہوشیار!
176	قرآن کی تلاوت کرنا حکمِ الہی
177	تلاوتِ قرآن سننا پسندیدہ عمل ہے
177	شانِ نَزُول
178	قرآن کی تلاوت نہ سننا غیر پسندیدہ
179	نعتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پسندیدہ عمل
181	حدیث شریف سے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

193	باب 7
193	قرآن میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر
193	اللہ کے ذکر کے ساتھ رسول کا ذکر
245	لفظ محمد (ﷺ) کا استعمال
248	لفظ "احمد"
249	لفظ رسول کا ذکر (تہا)
250	اللہ و رسولہ (اکٹھا)
251	لفظ "انبی"
279	لفظ "الرسول"
282	حزل
283	مدر
283	الرسول، انبی یکجا
289	لفظ انت، یا صیغہ خطاب
295	کچھ حوالہ جات حرید
295	621 بار لفظ "قُل"
295	"لک" "ت" "بے شمار
296	ایک سوال
296	براہ کرم آپ بھی کچھ کیجیے!
298	شعور نعت
299	نعت اعلیٰ حضرت

حرفِ آغاز

وجہ تالیف اور اسلوبِ تحریر

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شیخ طریقت، شیخ الحدیث والتفسیر، محرم اسرارِ خفی و جلی حضرت علامہ مولانا مفتی ابوالفضیاء محمد علی قاروقی، قادری، شطاری، مجددی، رحمہ اللہ تعالیٰ، دیگر بزرگوں اور اساتذہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کا صدقہ، دینی امور میں کچھ خدمت کی توفیق ملی، حکم اساتذہ محترم حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی کے مطابق الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم، (میلادِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ) کی کمپوزنگ، تصحیح، تخریج اور ترجمہ وغیرہ کا موقع ملا، کام مکمل ہو رہا تھا کہ آپ نے حکم فرمایا، اس پر کچھ تقریظ، مقدمہ یا ابتدائیہ وغیرہ لکھو۔

آپ کے حکم پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قلم اٹھایا تو دیکھا کہ علامہ مولانا محمد عبدالحق الہ آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ نے تحقیق کا حق ادا کیا اور عظیم کام سرانجام دیا کہ وہ احادیث جمع فرمادیں جن میں ولادت کا کسی بھی طرح ذکر تھا، پھر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے خیالاتِ عالیہ کو درج فرمایا، حتیٰ کہ میلاد کے خلاف فتویٰ دینے والی پارٹیوں کے رشتہ داروں نے بھی تسلیم کیا کہ میلاد کا پروگرام ایک احسن ترین پروگرام ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی محبت کا ثبوت ہے، دلیل ہے، تقاضا ہے، اس کا کرنا بہتر اور کرنے سے روکنا برا ہے، جیسا کہ الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم، پڑھنے والے پر واضح ہوگا تو میرا ذہن اس طرف گیا کہ ہمیں وہ تمام آیات جمع کروں جن میں ولادت کا ذکر ہو، خواہ ولادت کسی کی بھی ہو، تاکہ میلاد کو قرآن سے قطعی طور پر بیان کیا جاسکے کہ کتنا مستحسن عمل ہے، اور جب رب کریم خود بیانِ ولادت فرما رہا ہے تو پھر

ہمیں بیان کرنے میں اور اس کی محافل قائم کرنے میں کیا حرج ہے، کیا مضائقہ ہے، اس لیے میں نے پہلے وہ آیات جمع کیں جن میں رب العالمین نے مادۃ اشتقاق ”ولد“ کے کسی بھی صیغہ کو ذکر کیا، پھر وہ آیات جن میں بنانے، تخلیق کرنے، بھیجنے اور آنے کا ذکر ہے، کہ جب رب کریم جل جلالہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم یا کسی اور نبی ورسول کی آمد کا ذکر کرے تو شرک نہیں، اس کی مخلوق کرے تو کیوں کر شرک ہے، یا کیا رب کریم قرآن میں شرک کی تعلیم دیتا ہے؟ اگر نہیں تو اہتمام میلاد میں کوئی بھی سستی نہیں ہونی چاہیے، اور اگر ہاں تو سوچ لیں انجام کیا؟

نیز کچھ ان الفاظ کی تحقیق، جو اس موضوع سے متعلق ہو سکتے تھے، بھی شامل مضمون کر لی ہے، اور آیات قرآن پاک ذکر کرتے وقت اس بات کا دھیان رکھا ہے کہ مضمون لمبا نہ ہو جائے، اور صرف آیت لکھ کر ”کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن“ سے ترجمہ نقل کر کے ”خزائن العرفان“ سے متعلقہ مضمون کو نقل کرتا گیا ہوں، اس بات سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی ہے، کہ اپنی طرف سے تبصرہ کروں، البتہ عنوان قائم کر کے اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ نیز حصول برکت کے لیے آیت پوری ہی نقل کی گئی ہے، اور اس سے متعلق تفسیر بھی، تاکہ قاری پر آیت کے مضمون کو سمجھنے میں مشکل نہ ہو۔

یہ سارا کام میں نے صرف ان ہی دو عظیم کتابوں سے لیا ہے، یعنی ”کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن“، مصنف و مترجم: مجدد دین و ملت، امام اہل سنت حضرت علامہ مولانا مفتی چناب محترم محمد احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ”خزائن العرفان“، مصنف و مفسر: صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ، اگر فرصت ہوتی اور دیگر تفاسیر سے بھی مدد لیتا تو ایک عظیم کتاب بن جاتی۔ اگر کچھ قدر قلیل کسی اور کتاب سے آگیا ہو تو وہ ”القلیل کالمعدوم“ ہی ہے!

جب مضمون پورا ہو گیا تو میں نے اسے استاذ محترم کی خدمت میں پیش کر دیا کہ

تحسین یا تردید جو بھی اس کا حق ہو، فرمادیں۔ آپ نے مضمون ملاحظہ فرمانے کے بعد بہت ہی زیادہ تحسین فرمائی، اور ساتھ ہی فرمایا: کتاب کے لیے اور لکھو، یہ تحریر لمبی ہوگئی ہے، اس سے کتاب کا حجم بڑھ جائے گا، اسے الگ سے چھاپنے کا انتظام کرو۔

پھر قلم تھاما، تو ”میلا دالنبی اور سیرۃ النبی“، موضوع مقرر کرتے ہوئے ایک تحریر لکھی، جسے دیکھ کر آپ نے فرمایا: ”اسے اپنی کتاب کے ساتھ ہی چھاپ لینا“۔ پھر میں نے ایک اور نظر کرتے ہوئے اس کو مکمل کر دیا ہے۔

یہ تحریر صرف اور صرف میلا دالنبی منانے والوں اور ماننے والوں کی راہنمائی کے لیے ہے، کسی غیر یا معترض کے لیے نہیں، اس لیے ہر کوئی اپنی حدود کا تعین خود ہی فرمालے! اس کا نام {میلا دالنبی بکلام خدا} مقرر کیا ہے، کیوں کہ ”اللد المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم“ پر کام کیا تو استاذ محترم نے اس کا نام ”میلا دالنبی بہ زبان مصطفیٰ“ رکھا جس سے مجھے اس کام کی طرف رغبت ہوئی، اور میں نے کلام خدا کو اس کا ماخذ بنایا، اس لیے یہ نام رکھا اور کام پورا ہوا، **الحمد لله!**

نیز اذہ اذہ اذکر، اذ کروا، جاء، بعث، ارسال، رسول، رسل، نبی، انبیاء وغیرہ الفاظ کی تحقیق بھی من وجہ ساتھ ہے، اس حوالہ سے کہ ان الفاظ کو ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی آمد کا تذکرہ کیا، اور پھر انہیں یاد رکھنے یا کرنے کا حکم بھی صادر فرمایا۔

دعوتِ اسلامی کا سوفٹ ویئر

اس کتاب میں مجھے ایک بڑی آسانی رہی ہے کہ میں نے ”دعوتِ اسلامی“، [اللہ تعالیٰ تاقیام قیامت اسے قائم و دائم رکھے، اور اس کے واسطے سے اسلام کا فیض جاری و ساری رہے] کے ”سوفٹ ویئر“ القرآن الکریم“ سے بھر پور فائدہ اٹھایا کہ کمپوزنگ تمام مضمون کی نہ کرنا پڑی، وہاں سے لے کر میں ان بیچ میں پیسٹ کرتا گیا، اس طرح مجھے

تحقیق و تحریر میں آسانی بھی ہوئی اور جلدی بھی ہوگئی، ورنہ معلوم نہیں کہاں تک یہ کام موخر ہوتا اور مکمل بھی ہوتا یا نہ، اس حوالے سے دعوتِ اسلامی کے وہ دوست جنہوں نے یہ کام کیا، یا کرنے کا مشورہ دیا، یا کرنے میں مدد دی، یا کوئی اور دایرے دورے تعاون کیا، ہی ڈیزینا کر نشر کیں، اور ساتھ ہی اس سوٹ ویئر سے نقل کا طریقہ بھی بتا دیا، گویا اجازت ہوگئی، سب شکر یہ کے مستحق ہو کر مشکور و ممنون ہیں۔

اس طرح کئی کام، ذہن میں آتا ہے کہ ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کا صدقہ توفیق عطا کرے کہ ایسے کام کرتا ہوں، اور جن بزرگ حضرات سے کسبِ فیض ہوا، ان کو ہماری طرف سے دنیا و آخرت میں راحت پہنچے، اور وہ خوش ہو کر ہمارے حق میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائے بخشش و رحمت کریں، اور خصوصاً میرے آقا، مدنی مدینے والے کا فیض نظر نصیب ہو جائے۔

کمپیوٹر کی کمپوزنگ نے بھی مجھے بہت فائدہ دیا، اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح تحریر سے وابستہ رہنے والے علماء کو تحریر میں کمپیوٹر سے ضرورت دلتی چاہیے، اس میں کسی دوسرے کا دخل بالکل نہیں رہتا اور تصحیح بھی کافی حد تک ہوتی رہتی ہے کہ بار بار پڑھتے ہوئے لکھا جاتا ہے اور غلطی بہت ہی کم رہ جاتی ہے۔ یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر کاتب مالا تامل جائے تو اپنی طرف سے جو چاہے داخل کر دیتا ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت کی نعتیہ کتاب میں کاتب خائن تھا، اس نے اپنی طرف سے اشعار داخل کر دیے، جس کا ازالہ بعد میں بہت مشکل سے ہوا۔

اور بندہ کاتب کے پاس یا کمپوزر کے پاس چکروں سے بھی بچ جاتا ہے، جب فرصت ملے، جتنا ہو سکے اتنا کام کر لے، نہ کوئی کسی سے وعدہ خلافی کی پریشانی، نہ کوئی جھگڑا اس لیے کہ کسی کو کوٹنے دینے بھی الگ ٹینشن ہے، اور پھر حسنِ خلق کے بھی خلاف ہے، رب کریم ہمیں حسنِ خلق کی توفیق عطا فرمائے! آمین بجاہ النبی الامی عند اللہ القوی!

الدرا المنظم في بيان حكم مولد النبي الاعظم... پر جو کام ہوا ہے، میرے نزدیک ناکافی ہے، میرے جی میں یہ آتا تھا کہ اس پر اسماء الرجال کے حوالہ سے کام ہونا چاہیے، اور یہ ثابت ہونا چاہیے کہ علماء محدثین جب اپنے شاگردوں کو یہ احادیث پڑھاتے تھے تو ان کی تعداد کتنی ہوتی تھی، کہ اجتماع ثابت ہو، اور مجھے معلوم ہے کہ وہ بڑے بڑے مجموعوں کو احادیث رسول پڑھایا کرتے تھے، تو اس طرح ان احادیث کو پڑھاتے ہوئے محفل میلاد النبی ہو جاتی تھی، مگر یہ مجمع کی بات کرنے کی کیا ضرورت ہے، محفل تو چند افراد یا محض افرادِ خانہ سے ہی ہو سکتی ہے، لہذا یہ بات مسلمہ ہے کہ ہر محدث سے اس کے شاگردوں نے پڑھا تو محفل ہو گئی، اور اس طرح ہر محدث کے پڑھانے سے اس کے شاگردوں کے درمیان محفل میلاد ہوتی رہتی تھی، یہ وہ بات ہے جسے ہمارے اساتذہ کرام نے جاری رکھا ہوا تھا کہ وہ اپنے شاگردوں کو پڑھاتے ہوئے محافل کر لیا کرتے تھے، اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے، ذکر رسول جس کو کرنا نہیں آتا، ہمارے نزدیک وہ لذتِ ایمان و اسلام سے محروم ہے۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے
ذکر روکے، فضل کاٹے، نقص کا جو یاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی
ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو
حسن تمکین والا ہمارا نبی

اس کام کی فرصت ایک خاص عتایت کریمانہ ہے، ورنہ

ع مجھ میں تو کوئی بات نہ تھی

اس کتاب میں آیات قرآنیہ سے استدلال کرتے ہوئے 447 آیات ذکر کی گئی

ہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی آیت دوبارہ مذکور ہو، اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ آیت کسی دوسرے عنوان کے تحت آئی ہوگی، اس لیے اسے الگ مستقل آیت شمار کیا گیا ہے۔ آیات کا ترجمہ اور تشریح بھی جو ذکر کی گئی ہے، ظاہر ہے اس کے بغیر بات واضح نہیں ہوتی، مگر بعض جگہ آیت کا مفہوم تو موضوع کے مطابق ہے، مگر تشریح پوری موافق نہیں، تو وہاں پر پوری تفسیر سے غرض یہ ہے کہ قاری کو آیت کے معانی و مفہم سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

ایک اور وجہ تالیف

اس کتاب کی تالیف کا جہاں ایک یہ سبب ہے کہ "الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم" کی خدمت میں کامیابی ہوئی، دوسرا سبب یہ ہے کہ طلباء ایسے سوالات اکثر پوچھتے رہتے ہیں، ان کو جوابات دیے جاتے رہے، پھر انہیں یک جا کر دیا گیا ہے، تاکہ طلباء کے پاس یہ کتاب ہو تو وہ اس سے راہنمائی لے لیں۔

اظہار تشکر و امتنان

اس کتاب کی اشاعت کا ذمہ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور نے لیا۔ اشاعت دین بھی ایک اہم کام ہے جو بہت بڑے اجر و ثواب کا سبب ہے، للہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ صاحب مکتبہ "مولانا محمد اجمل قادری صاحب" کو اس طرح کے کام کرتے رہنے کی توفیق دے اور مکتبہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے! اور ان سے اس خدمت دین کو قبول فرمائے!

قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی

مدرس: مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد حیدری کامونگی

خطیب و امام: جامع مسجد عمر چشمہ فیض محمدی کامونگی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ شطاریہ ضیائیہ لاہور

سرپرست، امام اعظم ٹرسٹ کامونگی

آقا کی ثنا خوانی در اصل عبادت ہے
ہم نعت کی صورت میں قرآن سناتے ہیں

مصطفیٰ بکلامِ خدا میلا و بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين . والصلوة والسلام على من وُلِدَا و
اصْطَفِي من العالمين . بُعِثَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ . محبوب رب العالمين
• شفيع الاولين والآخرين حتى العالمين • نوره نور رب العالمين •
امره امر رب العالمين • اطاعته اطاعة رب العالمين • ذكره ذكر
رب العالمين • حبه حب خالق العالمين • ذكره في اي نهج كان
مطلوباً و مقصوداً • لاله العالمين • الدليل عليه { صلوا عليه و
سلموا تسليماً } كلام ملك الغلمين • من تنفر عن ذكره مردود
الناس بل العالمين الدليل عليه في كتاب عالم العالمين •
شفاعته حرز و كهف للعالمين • من ذا الذي تكلم يوم القيامة عند
الله الا سيد ولد آدم حتى العالمين • يقول ربه ارفع راسك ، قل
تسمع ، و اشفع تشفع ، سل تعطى ، يحضر افراد العالمين • نحن لان تتعلق
ولان متصل مع الذين خالفوا امره و خسروا في العالمين • لاننا نعمل
على ما نقول في القنوت "نخلع و نترك من يفجرك" ، لتحصيل كرم
ارحم الراحمين على العالمين • و على آله و اصحابه الذين فضلوا بعد
الانبياء على الامم من العالمين • و اولياء امة نبينا محمد صلى
الله عليه وسلم و علمائها سرج العالمين • و على سائر امته التي

امۃ وسط بنسبۃ شفیع العالمین۔ اما بعد!

اللہ جل جلالہ کے رسول سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی دنیا میں تشریف آوری اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے، کیونکہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

1 لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٣﴾ (آل عمران)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (کنز الایمان)

مفہومِ منت و احسان

منت نعمتِ عظیمہ کو کہتے ہیں اور بے شک سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نعمتِ عظیمہ ہے، کیوں کہ خلق کی پیدائش جہل و عدم و رلیت و قلتِ فہم و نقصانِ عقل پر ہے تو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان میں مبعوث فرما کر انہیں گمراہی سے رہائی دی اور حضور کی بدولت انہیں پینائی عطا فرما کر جہل سے نکالا اور آپ کے صدقہ میں راہِ راست کی ہدایت فرمائی اور آپ کے طفیل میں بے شمار نعمتیں عطا کیں۔ وہ رسول سید عالم خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (خزائن العرفان، صدر الافاضل علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ)

جب کوئی محسن احسان کرے، ذی شعور اس کا بدلہ و شکر یہ ضرور کرتا ہے، اور کرنا بھی چاہیے، عقلاً، شرعاً، عرفاً، ہر طرح سے پسندیدہ ہے، فرمانِ الہی ہے:

2 مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿١٣٤﴾ (سورۃ نساء)

اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے
صلہ دینے والا جاننے والا۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

① شکر کرنا ضروری ہے۔

② شکر کرنے سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے، کیوں کہ جس کا شکر ہے وہ خوش ہوتا

ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ

جس نے لوگوں کا شکر یہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر یہ ادا نہیں کیا۔

معلوم ہوا لوگوں کا شکر یہ ادا کرنا بھی پسندیدہ ہے، اور اللہ کے شکر کا سبب ہے،

اور تمام علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے شکر یہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی حمد و ثنا کی جائے، اس
کی عبادت کی جائے۔

ہر تعریف اللہ کی حمد ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب نعمتوں سے بڑی نعمت و
انعام ہیں۔ آپ کی آمد پر شکر یہ، حمد و ثنا اور عبادات کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
نعت خوانی بصورتِ نظم و نثر کر کے کیا جائے گا۔ اس پر کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ نعت نبی
کی، شکر اللہ کا، یہ کیسے ہوگا؟ کیونکہ جواب یہ ہے کہ حمد و ثنا اور عبادات شکر ہیں، اس لیے کہ
الحمد کا معنی تمام حضرات یہ ہی کرتے ہیں کہ تمام خوبیاں، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہی ہیں،
جب یہ بات ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اللہ تعالیٰ کی حمد ہی ہوگی کیونکہ وہ نبی کریم کی
نعت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے اور ہر تعریف اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے۔ اس لیے محفل
میلا د میں ہم نعت پڑھیں، قرآن پڑھیں یا احادیث پڑھیں سب میں اللہ کی حمد اور رسول
کی نعت ہے، سب جائز ہے اور ضروری ہے۔

اگر کسی کو یہ اعتراض یا مشکل پیش آئے کہ اللہ کی نعمت پر شکر یہ ادا کرنا تو ہوا مگر نہ ہر نعمت پر شکر یہ ہے اور نہ ہی ہر نعمت پر واجب ہے، اور نہ ہی اس طرح جلسے جلوس کرتے ہوئے، شکر یہ ادا کرنا، کہ رب تو آہستہ بھی سنتا ہے۔

تو اس مشکل کا ① حل یہ ہے کہ آپ آہستہ ہی اللہ کا اس پر شکر یہ کر لیا کریں کہ اس نے ہمیں اپنا حبیب و محبوب عطا فرمایا اور ان کی امت سے بنایا۔

② رب تعالیٰ بلند ذکر پسند فرماتا ہے

قرآن پاک میں ہے:

3 فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ (بقرہ)

پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں {کنز الایمان}

زمانہ جاہلیت میں عرب حج کے بعد کعبہ کے قریب اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرت و خودنمائی کی بیکار باتیں ہیں بجائے اس کے ذوق و شوق کے ساتھ ذکر الہی کرو۔

یا محمد یا و خدا ہے کس کی شان گھٹاتے یہ ہیں

عرش پہ تازہ چھیٹر چھاڑ، فرش پہ طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

مسئلہ: اس آیت سے ذکرِ جہر و ذکرِ جماعت ثابت ہوتا ہے۔ {خزائن العرفان}

نیز قرآن مجید میں ہے:

4 وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (النجمی / ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ {کنز الایمان}
نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
عطا فرمائیں اور وہ بھی جن کا حضور سے وعدہ فرمایا۔ نعمتوں کے ذکر کا اس لیے حکم فرمایا کہ
نعمت کا بیان کرنا شکر گزاری ہے۔ {خزائن العرفان}

۳ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر نعمت پر شکر کرنا چاہیے، چھوٹی بڑی کی کوئی بات نہیں۔
۴ یہ بھی معلوم ہوا کہ بیانِ نعمت بہ نیتِ شکر پسندیدہ، نیکی اور عبادت ہے۔ اس
بات کا کوئی اعتبار نہیں کہ بلند آواز سے ہو یا آہستہ ہو۔ کیونکہ نعمت کا چرچا اور بیان کم از کم
ایک آدمی کو بھی سنا سکیں تو آواز بلند ہو ہی جائے گی، "فَحَدِّثْ"، نے اس بات کو واضح کر دیا،
ورنہ گھر میں تنہائی میں بیٹھ کر ایک آدمی کہے کہ اللہ نے مجھے علم دیا، اللہ نے مجھے بیٹا دیا، اللہ
نے مجھے تندرستی دی، تو یہ تحدیث نہیں ہے، تحدیث کے لیے کسی کو سنانا ضروری ہے۔

عربی لغت المعجم الوسیط میں ہے:

حَدَّثَ: بات کرنا، خبر دینا، حدیث روایت کرنا۔

بالنعمة: اظہارِ نعمت کرنا، نعمت پر شکر کرنا۔

فَلَانًا الْحَدِيثُ وَبِهِ: کسی سے حدیث بیان کرنا، خبر دینا۔

ان میں سے جو بھی معنی مراد لو، اس میں دوسرے کا دخل ہے، جب دوسرے کو
دخل ہے تو آواز بلند کرنا پایا گیا، اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایک کو تو سنا سکتے ہیں اور دو کو یا
زیادہ کو نہیں سنا سکتے کیوں کہ تحدیثِ نعمت ہے، اور وہ جتنا زیادہ ہو بہتر ہے۔

نیز دل میں باتیں کرنا تحدیث نہیں ہے، اس کے لیے تَضَرُّعًا وَخِيفَةً کے

الفاظ قرآن پاک میں ہیں:

5 وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ

بِالْغُدُوِّ وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿٢٠٥﴾ (اعراف)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو، زاری اور ڈر سے، اور بے آواز نکلے زبان سے، صبح اور شام، اور غافلوں میں نہ ہونا۔ (کنز الایمان)

اوپر کی آیت (4) کے بعد اس آیت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف سننے والے کو خاموش رہنا اور بے آواز نکالے دل میں ذکر کرنا یعنی عظمت و جلال الہی کا استحضار لازم ہے کذافی تفسیر ابن جریر۔ اس سے امام کے پیچھے بلند یا پست آواز سے قرأت کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور دل میں عظمت و جلال حق کا استحضار اور ذکر قلبی ہے۔ مسئلہ: ذکر بالجہر اور ذکر بالآخفاء دونوں میں نصوص وارد ہیں، جس شخص کو جس قسم کے ذکر میں ذوق و شوق تام و اخلاص کامل میسر ہو اس کے لیے وہی افضل ہے، کذافی رد المحتار وغیرہ۔ شام، عصر و مغرب کے درمیان کا وقت ہے، ان دونوں وقتوں میں ذکر افضل ہے، کیونکہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور اسی طرح نماز عصر کے بعد غروب تک نماز ممنوع ہے، اس لیے ان وقتوں میں ذکر مستحب ہوا، تاکہ بندے کے تمام اوقات قربت و طاعت میں مشغول رہیں۔

6 وَذَكَرَهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ

اور ان کو اللہ کے دن یاد دلاؤ۔

اس آیت پاک میں بھی یاد دلانے کا حکم ہے، بالکل "فَحَدِّثْ" کی طرح اس پر بھی گفتگو ہو سکتی ہے، یہ حکم بھی دوسروں سے متعلق ہے، اس طرح اس آیت سے بھی جمعیت ثابت ہوتی ہے، اور لفظ "هُمَّ" نے اس کو اور پکا کر دیا ہے، کہ ان کو اکیلے اکیلے یا جمع کر کے یاد کراؤ، پابندی کوئی نہیں ہے۔ معلوم ہو گیا کہ محافل میلاد پر اس حوالہ سے بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور منانا جائز ہے، کسی طرح کی کوئی قباحت، برائی، بدعت، شرک والی بات نہیں، بلکہ کارِ ثواب ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشی کا سبب ہے، اس کے حکم پر عمل ہے، قرآن

پاک پر عمل ہے، قرآن کے عین مطابق ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا ذکر کیا اور پھر اس کے کرنے کا حکم بھی دیا، تو جس کام کا حکم خود رب کریم دے وہ حرام، بدعت، شرک وغیرہ کیسے ہو سکتا ہے!

7 وَإِنْ تَجَهَّرَ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى ﴿٤٠﴾ (طہ)

اور اگر تو بات پکار کر کہے تو وہ تو بھید کو جانتا ہے اور اسے جو اس سے بھی زیادہ چھپا

ہے۔ (کنز الایمان)

تفسیر بیضاوی میں قول سے ذکر الہی اور دعا مراد لی ہے اور فرمایا ہے کہ اس آیت میں اس پر تشبیہ کی گئی ہے کہ ذکر و دعا میں جہر اللہ تعالیٰ کو سنانے کے لیے نہیں ہے بلکہ ذکر کو نفس میں راسخ کرنے اور نفس کو غیر کے ساتھ مشغولی سے روکنے اور باز رکھنے کے لیے ہے۔

ایک اور دلیل

نبی کریم ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک دن گھر تشریف لے گئے تو آپ بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے، آپ نے پوچھا ایسی بلند آوازی کیوں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں سونے والوں کو جگاتا ہوں..... آپ کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "إِخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا" (اپنی آواز کچھ پست کر لو) بلند ذکر سے منع نہ فرمایا، بلکہ آواز کو کچھ آہستہ کرنے کا فرمایا، جیسا کہ شیخ سے مفہوم ہو رہا ہے، معلوم ہوا بلند ذکر ممنوع و حرام نہیں۔ اور صاحب کتاب امام ابو داؤد کی طرف سے باب کا نام مقرر کرنا بھی اس مفہوم کو واضح کرتا ہے (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، ابواب قیام اللیل، باب فی رفع الصوت بالقراءة فی صلوٰۃ اللیل)

حدیث قدسی

پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان حدیث قدسی کی صورت میں ہے:

إِذَا ذُكِرْتُ مَعِيَ ○ (صحیح ابن حبان: 3464)

جب میں یاد کیا جاؤں گا تو آپ بھی میرے ساتھ یاد کئے جاؤ گے۔

یا محمد یا خدا ہے کس کی شان گھٹاتے یہ ہیں

اللہ کا ذکر بصورتِ اذان بلند ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بھی بصورتِ

اذان ہی بلند ہوگا، اگر آہستہ ہو تو نماز میں سلام و درود کی طرح آہستہ ہی ہوگا، منع کوئی بھی نہیں ہے۔

اذان کیا جہاں دیکھو ایمان والو

(حسن رضا) پس ذکرِ حق ذکر ہے مصطفیٰ کا (ذوقِ نعت)

کہ پہلے زباں حمد سے پاک ہو لے

تو پھر نام لے وہ حبیبِ خدا کا

ہر ذکر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور ذکرِ مصطفیٰ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور ذکرِ الہی کرنا لازم

ہے۔

دل کو اُن سے جدا خدانہ کرے بے کسی لوٹ لے خدانہ کرے

دل میں روشن ہے شمعِ عشقِ حضور کاش جوشِ ہوس ہو انہ کرے

تذکیر با پیام اللہ

آقا کی ثنا خوانی دراصل عبادت ہے

ہم نعت کی صورت میں قرآن سناتے ہیں

قرآن پاک میں رب کریم نعمتوں کو یاد رکھنے کا حکم دے رہا ہے:

بنی اسرائیل سے نعمتیں یاد کرنے کا تقاضا

سورہ بقرہ میں ہے:

7 یٰبَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ كُورُوا نِعْمَتِي الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴿٢٠﴾ بقرہ

اے یعقوب کی اولاد! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا، اور میرا عہد پورا

کرو، میں تمہارا عہد پورا کروں گا، اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔ {کنز الایمان}

وہ احسان یہ کہ تمہارے آباء کو فرعون سے نجات دلائی، دریا کو پھاڑا، ابر کو سائبان

بنایا، ان کے علاوہ اور احسانات جو (قرآن پاک کی آیات میں) آگے آتے ہیں، ان

سب کو یاد کرو، اور یاد کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کر کے شکر بجالاؤ، کیونکہ کسی

نعمت کا شکر نہ کرنا ہی اس کا بھلانا ہے۔

مسئلہ: اس آیت میں شکر نعمت و وفاء عہد کے واجب ہونے کا بیان ہے۔ {خزائن العرفان}

8 یٰبَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ كُورُوا نِعْمَتِي الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي
فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٢١﴾ (بقرہ)

اے اولاد یعقوب! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا، اور یہ کہ اس

سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔ {کنز الایمان}

اور سورہ بقرہ میں ایک اور جگہ ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكَرُكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾

تو میری یاد کرو، میں تمہارا چرچا کروں گا، اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

ذکر تین طرح کا ہوتا ہے: (۱) لسانی (۲) قلبی (۳) بالجوارح۔

ذکر لسانی: تسبیح، تقدیس، ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے، خطبہ، توبہ، استغفار اور دعا وغیرہ

اس میں داخل ہیں۔

ذکر قلبی: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل

قدرت میں غور کرنا، علماء کا استنباط مسائل میں غور کرنا، بھی اسی میں داخل ہیں۔

ذکر بالجوارح: یہ ہے کہ اعضاء طاعتِ الہی میں مشغول ہوں، جیسے: حج کے لیے

سفر کرنا، یہ ذکر بالجوارح میں داخل ہے، نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے؛ تسبیح و تکبیر، ثناء و

قراءت تو ذکر لسانی ہے، اور خشوع و خضوع، اخلاص، ذکر قلبی، اور قیام، رکوع و سجود وغیرہ

ذکر بالجوارح ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تم طاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا۔

صحیحین کی حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا

ہے تو میں بھی اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس

کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ قرآن و حدیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد

ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں ذکر بالجہر کو بھی اور بالانخفاء کو بھی۔ {خزائن العرفان}

10 وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوعًا وَ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٣١﴾ (بقرہ)

اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھانہ بنا لو، اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے، اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ {کنز الایمان}

کتاب سے قرآن اور حکمت سے احکام قرآن و سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہے۔ {خزائن العرفان}

☆ جب اللہ کی نعمت، کتاب اور حکمت کو یاد کریں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ضرور آئے گی۔

11 فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۲۳۹﴾ بقرہ

پھر اگر خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار جیسے بن پڑے، پھر جب اطمینان سے ہو تو اللہ کی یاد کرو جیسا اس نے سکھایا جو تم نہ جانتے تھے۔ {کنز الایمان}

12 وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۱۰۳﴾ آل عمران اور اپنے رب کی بہت یاد کرو، اور کچھ دن رہے اور تڑکے اس کی پاکی بول۔

امتِ مصطفیٰ سے تقاضا کہ نعمتیں یاد کریں

13 وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۗ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۰۳﴾ آل عمران

اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا، اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا، اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے، اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس

نے تمہیں اس سے بچا دیا۔ اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔ {کنز الایمان}

"حَبْلُ اللَّهِ" کی تفسیر میں مفسرین کے چند قول ہیں: بعض کہتے ہیں اس سے قرآن مراد ہے، مسلم کی حدیث شریف میں وارد ہوا کہ قرآن پاک حبل اللہ ہے، جس نے اس کا اتباع کیا وہ ہدایت پر ہے، جس نے اُس کو چھوڑا وہ گمراہی پر۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حبل اللہ سے جماعت مراد ہے، اور فرمایا کہ تم جماعت کو لازم کر لو کہ وہ حبل اللہ ہے جس کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(تم فرقہ بازی نہ کرنا) جیسے کہ یہود و نصاریٰ متفرق ہو گئے۔ اس آیت میں اُن افعال و حرکات کی ممانعت کی گئی جو مسلمانوں کے درمیان تفرق کا سبب ہوں۔ طریقہ مسلمین، مذہب اہل سنت ہے، اس کے سوا کوئی راہ اختیار کرنا، دین میں تفریق ہے اور ممنوع ہے۔

(اور طریقہ مسلمین میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا ہے)

اور اسلام کی بدولت عداوت دور ہو کر آپس میں دینی محبت پیدا ہوئی، حتیٰ کہ اوس اور خزرج کی وہ مشہور لڑائی جو ایک سو بیس سال سے جاری تھی اور اس کے سبب رات دن قتل و غارت کی گرم بازاری رہتی تھی، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مٹا دی اور جنگ کی آگ ٹھنڈی کر دی اور جنگ جو قبیلوں میں الفت و محبت کے جذبات پیدا کر دیئے۔ {خزائن العرفان}

14 وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاجِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ اللَّهُ وَاللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ (آل عمران)

اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں، اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں، اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے، اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑ نہ

جائیں۔ {کنز الایمان}

یعنی اُن سے کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد ہو۔ اور توبہ کریں اور گناہ سے باز آئیں اور آئندہ کے لیے اس سے باز رہنے کا عزم پختہ کریں کہ یہ توبہ مقبولہ کی شرائط میں سے ہے۔ {خزائن العرفان}

ذکرِ الہی کے وقت توبہ قبول ہوتی ہے، محفل میلادِ النبی میں ذکرِ رسول ذکرِ الہی ہے۔

اللہ کا ذکر کرنے والے محبوبِ الہی

15 الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ (آل عمران)

جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے، اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے رب ہمارے! تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے! {کنز الایمان}

یعنی تمام احوال میں ذکر کرتے ہیں: مسلم شریف میں مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام احوال میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے، بندہ کا کوئی حال یادِ الہی سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے: جو بہشتی باغوں کی خوشہ چینی پسند کرے، اُسے چاہیے کہ ذکرِ الہی کی کثرت کرے۔ {خزائن العرفان}

اس سے معلوم ہوا اللہ کا ذکر کرنے والے اللہ کے پیارے ہیں۔

خدا اُن کو کس پیار سے دیکھتا ہے جو آنکھیں ہیں جو لقاے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو حسن تمکین والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نماز مکمل کرنے کے بعد ذکر

ارشادِ الہی ہے :

16 فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ
فَإِذَا أَطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا
مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾ سورة نساء

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے، پھر
جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو، بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا
فرض ہے۔ {کنز الایمان}

یعنی ذکرِ الہی کی ہر حال میں مداومت کرو اور کسی حال میں اللہ کے ذکر سے غافل
نہ رہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد مُعین
فرمائی سوائے ذکر کے، اس کی کوئی حد نہ رکھی، فرمایا: ذکر کرو، کھڑے، بیٹھے، کروٹوں پر لیٹے،
رات میں ہو یا دن میں، خشکی میں ہو یا تری میں، سفر میں اور حضر میں، غناء میں اور فقر میں،
تندرستی اور بیماری میں، پوشیدہ اور ظاہر۔

مسئلہ: اس سے نمازوں کے بعد بغیر فصل کے کلمہ توحید پڑھنے پر استدلال کیا جا
سکتا ہے، جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے، اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، (تو پھر جلسے
جلوسوں میں بھی استدلال درست ہوا، اور بالواسطہ ذکرِ مصطفیٰ ذکرِ الہی ہی ہے۔)

مسئلہ: ذکر میں تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، ثناء، دعاسب داخل ہیں۔ {خزائن العرفان}

17 وَادْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ
قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٠٤﴾
(سورۃ مائدہ)

اور یاد کرو اللہ کا احسان (کہ تمہیں مسلمان کیا) اپنے اوپر، اور وہ عہد جو اس نے
تم سے لیا جب کہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ دلوں کی بات
جانتا ہے۔ {کنز الایمان}

(عہد) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے وقت شبِ عقبہ اور بیعتِ رضوان میں (لیا گیا)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم ہر حال میں (ہم نے سنا، مانا) {خزائن العرفان} ذکرِ الہی کرنے کا ایمان والوں کو حکم

18 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۱۱﴾ سورة مائدہ

اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو، جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اُس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے، اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔ {کنز الایمان}

شانِ نزول: ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منزل میں قیام فرمایا، اصحابِ جُدا جُدا درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ایک درخت میں لٹکادی، ایک اعرابی موقع پا کر آیا اور چھپ کر اس نے تلوار لی اور تلوار کھینچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: اے محمد! تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ، یہ فرمانا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار لے کر فرمایا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ کہنے لگا کہ کوئی نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ (تفسیر ابوالسعود) {خزائن العرفان}

موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو نعمت یاد کرنے کا حکم دیا

19 وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ إِذْ كُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ

﴿۲۰﴾ (سورہ مائدہ)

اور جب موسیٰ نے کہا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کئے اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔ {کنز الایمان}

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس کے ذکر کرنے کا حکم دیا کہ وہ برکات و ثمرات کا سبب ہے۔ اس سے محافلِ میلادِ مبارک کے موجبِ برکات و ثمرات اور محمود و مستحسن ہونے کی سند ملتی ہے۔

یعنی آزاد و صاحبِ حشم و خدام اور فرعونوں کے ہاتھوں میں مقید ہونے کے بعد ان کی غلامی سے نجات حاصل کر کے عیش و آرام کی زندگی پانا بڑی نعمت ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں جو کوئی خادم اور عورت اور سواری رکھتا وہ ملک کہلایا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ کے احسان) جیسے کہ دریا میں راہ بنانا، دشمن کو غرق کرنا، من اور سلوی اُتارنا، پتھر سے چشمے جاری کرنا، ابر کو سا بنانا وغیرہ۔ {خزائن العرفان}

فرشتے اللہ کا ذکر کرتے ہیں

20 الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿۲۰﴾ (مومن)

وہ جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں، اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے؛ اور اس پر ایمان لاتے؛ اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں، اے رب ہمارے! تیرے رحمت و علم میں ہر چیز کی سمائی ہے، تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور

تیری راہ پر چلے، اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (کنز الایمان)
یعنی ملائکہ حاملینِ عرش، جو اصحابِ قرب اور ملائکہ میں اشرف و افضل ہیں اور وہ ملائکہ کہ عرش کا طواف کرنے والے ہیں، انہیں کزوبی کہتے ہیں، اور یہ ملائکہ میں صاحبِ سیادت ہیں؛ اور سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کہتے؛ اور اس کی وحدانیت کی تصدیق کرتے ہیں۔ شہر بن حوشب نے کہا کہ حاملینِ عرش آٹھ ہیں، ان میں سے چار کی تسبیح یہ ہے: "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلَىٰ حَمْدِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ" اور چار کی یہ: "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلَىٰ عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ"۔ اور بارگاہِ الہی میں اس طرح عرض کرتے ہیں۔

فائدہ: دعا سے پہلے عرضِ ثنا سے معلوم ہوا کہ آدابِ دعا میں سے یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے پھر مراد عرض کی جائے۔

ساری مخلوق ذکر کرتی ہے

21 وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ (رعد)

اور گرج اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی بولتی ہے اور فرشتے اس کے ڈر سے، اور کڑک بھیجتا ہے تو اسے ڈالتا ہے جس پر چاہے، اور وہ اللہ میں جھگڑتے ہوتے ہیں اور اس کی پکڑ سخت ہے۔ (کنز الایمان)

گرج یعنی بادل سے جو آواز ہوتی ہے، اس کے تسبیح کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس آواز کا پیدا ہونا خالق، قادر، ہر نقص سے منزہ کے وجود کی دلیل ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ تسبیح رعد سے یہ مراد ہے کہ اس آواز کو سن کر اللہ کے بندے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو بادل پر مامور ہے اس کو چلاتا ہے۔

اس کی ہیبت و جلال سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ صاعقہ وہ شدید آواز ہے جو جو
(آسمان و زمین کے درمیان) سے اترتی ہے، پھر اس میں آگ پیدا ہو جاتی ہے، یا عذاب، یا
موت، اور وہ اپنی ذات میں ایک ہی چیز ہے، اور یہ تینوں چیزیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔
(خازن)

ذکر کی طرف توجہ نہ کرنے کا انجام

شانِ نزول: حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے عرب کے ایک نہایت سرکش کافر کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے اپنے
اصحاب کی ایک جماعت بھیجی، انہوں نے اس کو دعوت دی، کہنے لگا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) کا رب کون ہے جس کی تم مجھے دعوت دیتے ہو؟ کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا، یا
لوہے کا یا تانبے کا؟ مسلمانوں کو یہ بات بہت گراں گزری اور انہوں نے واپس ہو کر سید
عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ایسا کفر، سیاہ دل، سرکش دیکھنے میں نہیں آیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے پاس پھر جاؤ، اس نے پھر وہی گفتگو کی اور اتنا
اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کر کے ایسے رب کو مان لوں جسے نہ میں نے
دیکھا نہ پہچانا۔

یہ حضرات پھر واپس ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضور اس کا ٹبٹ تو اور ترقی
پر ہے، فرمایا پھر جاؤ، بہ تعمیل ارشاد پھر گئے، جس وقت اس سے گفتگو کر رہے تھے اور وہ ایسی
ہی سیاہ دلی کی باتیں بک رہا تھا، ایک ابر آیا؛ اس سے بجلی چمکی اور کڑک ہوئی؛ اور بجلی گری
اور اس کافر کو جلا دیا۔ یہ حضرات اس کے پاس بیٹھے رہے، اور جب وہاں سے واپس ہوئے
تو راہ میں انہیں اصحاب کرام کی ایک اور جماعت ملی، وہ کہنے لگے: کہیے، وہ شخص جل گیا!
ان حضرات نے کہا: آپ صاحبوں کو کیسے معلوم ہو گیا؟ انہوں نے فرمایا سید عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے پاس وحی آئی ہے۔ "وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ"

وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ" (خازن)۔

بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ عامر بن طفیل نے اربد بن ربیعہ سے کہا: محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس چلو، میں انہیں باتوں میں لگاؤں گا تو پیچھے سے تلوار سے حملہ کرنا، یہ مشورہ کر کے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عامر نے حضور سے گفتگو شروع کی، بہت طویل گفتگو کے بعد کہنے لگا کہ اب ہم جاتے ہیں اور ایک بڑا جزا لشکر آپ پر لائیں گے، یہ کہہ کر چلا آیا، باہر آ کر اربد سے کہنے لگا کہ تو نے تلوار کیوں نہیں ماری؟ اس نے کہا جب میں تلوار مارنے کا ارادہ کرتا تھا تو تُو درمیان میں آ جاتا تھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے نکلنے وقت یہ دعا فرمائی۔ "اللَّهُمَّ اَكْفِهِمَا بِمَا شِئْتَ" جب یہ دونوں مدینہ شریف سے باہر آئے تو ان پر بجلی گری، اربد جل گیا اور عامر بھی اسی راہ میں بہت بدتر حالت میں مرا۔ (حسینی)

22 تَسْبِيحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۴۴﴾ (اسراء)

اس کی پاکی بولتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں، اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے، ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے، بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔ (کنز الایمان)

زبانِ حال سے اس طرح کہ ان کے وجودِ صالح کی قدرت و حکمت پر دلالت کرتے ہیں، یا زبانِ قال سے، اور یہی صحیح ہے، احادیثِ کثیرہ اس پر دلالت کرتی ہیں اور سلف سے یہی منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور ہر چیز کی زندگی اس کے حسبِ حیثیت ہے۔ مفسرین نے کہا کہ دروازہ کھولنے کی

آواز اور چھت کا چٹخنا، یہ بھی تسبیح کرنا ہے، اور ان سب کی تسبیح سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ہے۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی انگشت مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوتے ہم نے دیکھے، اور یہ بھی ہم نے
دیکھا کہ کھاتے وقت میں کھانا تسبیح کرتا تھا۔ (بخاری شریف)

حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو
پہچانتا ہوں جو میری بعثت کے زمانہ میں مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ (مسلم شریف)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکڑی
کے ایک ستون سے تکیہ فرما کر خطبہ فرمایا کرتے تھے، جب منبر بنایا گیا اور حضور منبر پر جلوہ
افروز ہوئے تو وہ ستون رویا، حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے اس پر دست کرم پھیرا اور
شفقت فرمائی اور تسکین دی۔ (بخاری شریف) ان تمام احادیث سے جماد کا کلام اور تسبیح
کرنا ثابت ہوا۔

اور اس پر دیگر کئی آیات دلالت کرتی ہیں، حدیث شریف میں ہے:

31923- مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَعْلَمُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَّا كَفَرَةٌ الْجِنِّ

وَالْإِنْسِ (کنز العمال)

کوئی شے نہیں، مگر وہ جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، مگر کچھ کافر جن اور

انسان۔

معلوم ہوا کہ ہر شے اللہ کا ذکر کرتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جانتی
ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور کوئی شے منکر رسول نہیں ہے تو مومن ہوئی، اور جو مومن
ہے اسے ذکر رسول بصورتِ درود و سلام کرنے کا حکم ہے، اس لیے ہر جانور کیا ہر شے
ذکر رسول کرتی ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر جن و انس کا استثناء فرمایا، جو
جانتے ہیں وہ کافر نہیں ہیں، اور جو کافر نہیں وہ مومن ہوئے۔

	عید میلاد منوندے نیں نصیباں والے نعت دی بزم سجوندے نیں نصیباں والے باوضو ہو کے تے منہ کر کے مدینے وتے نام سوہنے دا پکوندے نے نصیباں والے ذکر کردے نیں تے سندے نیں عرب دے چن دا	
	انج نصیباں نوں جکوندے نے نصیباں والے بے مراداں نوں کوئی سار نیں نعتاں دی	
	نعت سندے تے سنوندے نے نصیباں والے ہر بہانے مرے سرکاردا ناں لے لے کے دل دی دنیاں نوں وسوندے نے نصیباں والے ریس کر سکدا اے کون ایساں خوش بختاں دی گیت میلاد دے گوندے نے نصیباں والے (حنیف نازش)	

ذکرِ الہی سے غافل رہنا ناپسندیدہ ہے

23 اِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ
وَ الْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ
﴿۹۱﴾ (مائدہ)

شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیزاری اور دشمنی ڈلوادے شراب اور جوئے میں اور
تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔ {کنز الایمان}
اس آیت میں شراب اور جوئے کے نتائج اور وبال بیان فرمائے گئے کہ شراب
خوری اور جوئے بازی کا ایک وبال تو یہ ہے کہ اس سے آپس میں بغض اور عداوتیں پیدا
ہوتی ہیں اور جوان بدیوں میں مبتلا ہووہ ذکرِ الہی اور نماز کے اوقات کی پابندی سے محروم ہو

جاتا ہے۔

ذکرِ رو کے فضل کا لے نقص کا جو یاں رہے

پھر کہے مردک کہ ہوں اُمتِ رسول اللہ کی

سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نعمت یاد کرنے کا حکم

24 اِذْ قَالَ اللهُ يُعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اِذْ كُرْنَا نَعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ
اِذْ اَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْانْجِيلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ
بِاِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِاِذْنِي وَتُبْرِئُ الْاَكْمَةَ وَاَلْبَرَصَ بِاِذْنِي وَاِذْ
تُخْرِجُ الْمَوْتِيَ بِاِذْنِي وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ
فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ اِنْ هَذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۱۰﴾ (سورہ مائدہ)

جب اللہ فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی

ماں پر، جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی، تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور
پنکی عمر کا ہو کر، اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل، اور جب
تو مٹی سے پرند کی سی صورت میرے حکم سے بناتا، پھر اس میں پھونک مارتا، تو وہ میرے حکم
سے اڑنے لگتی، اور تو مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا، اور جب
تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا، اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا، جب تو
ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو {کنز}
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا اور جہاں کی عورتوں پر ان کو
فضیلت دی۔ حضرت جبریل سے آپ علیہ السلام کی مدد کی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
ساتھ رہتے اور حوادث میں ان کی مدد کرتے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے نازل

فرمائیں گے، کیونکہ کہولت (پختہ عمر) کا وقت آنے سے پہلے آپ اٹھالیے گئے، نزول کے وقت آپ تینتیس ۳۳ سال کے جوان کی صورت میں جلوہ افروز ہوں گے اور بمصداق اس آیت کے، کلام کریں گے، اور جو پالنے میں فرمایا تھا "إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ" وہی فرمائیں گے۔ ایک اور نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے شر سے محفوظ رکھا، جنہوں نے حضرت کے معجزات باہرات دیکھ کر آپ کے قتل کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا اور یہود نامراد رہ گئے۔ {خزائن العرفان}

سیدنا ہود علیہ السلام کی قوم کو حکم کہ نعمتیں یاد کریں

25 أَوْعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَأَذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصُطَةً فَاذْكُرُوا الْآيَةَ الَّتِي كُنْتُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ (اعراف)

اور کیا تمہیں اس کا اچنبھا ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں کے ایک مرد کی معرفت، کہ وہ تمہیں ڈرائے، اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم نوح کا جانشین کیا اور تمہارے بدن کا پھیلاؤ بڑھایا، تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو کہ کہیں تمہارا بھلا ہو۔ {کنز الایمان}

یہ اس کا کتنا بڑا احسان ہے۔ پھر بہت زیادہ قوت و طول قامت عنایت کیا اور ایسے منعم پر ایمان لاؤ اور طاعات و عبادات بجالا کر اس کے احسان کی شکرگزاری کرو۔ {خزائن العرفان}

شعیب علیہ السلام کی قوم مدین کو نعمت یاد کرنے کا حکم

26 وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَذَّبْتُمْ وَأَنْظَرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨٦﴾ (اعراف)

اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ اور اللہ کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی چاہو، اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، اس نے تمہیں بڑھا دیا، اور دیکھو فساد یوں کا کیسا انجام ہوا۔ {کنز الایمان}

ذکر روکے، فضل کاٹے، نقص کا جو یاں رہے

پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

اور دین کا اتباع کرنے میں لوگوں کے لیے سدّ راہ نہ بنو۔

تمہاری تعداد زیادہ کر دی تو اس کی نعمت کا شکر کرو اور ایمان لاؤ۔

بہ نگاہِ عبرت پچھلی اُمتوں کے احوال اور گزرے ہوئے زمانوں میں سرکشی کرنے

والوں کے انجام و مال دیکھو اور سوچو۔ {خزائن العرفان}

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کرنے کا حکم

27 وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَكُنُوفًا مِنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ
بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۲۰۵﴾ (اعراف)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو، زاری اور ڈر سے، اور بے آواز نکلے زبان

سے، صبح اور شام، اور غافلوں میں نہ ہونا۔ {کنز الایمان}

آیت: 24 کے بعد اس آیت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف

سننے والے کو خاموش رہنا اور بے آواز نکالے دل میں ذکر کرنا، یعنی عظمت و جلال الہی کا

استحضار، لازم ہے۔

مسئلہ: اس سے امام کے پیچھے بلند یا پست آواز سے قراءت کی ممانعت ثابت

ہوتی ہے، اور دل میں عظمت و جلال حق کا استحضار اور ذکرِ قلبی ہے۔

مسئلہ: ذکر بالجہر اور ذکر بالآخفاء دونوں میں نصوص وارد ہیں، جس شخص کو جس قسم

کے ذکر میں ذوق و شوق تام و اخلاص کامل میسر ہو، اس کے لیے وہی افضل ہے۔

شام؛ عصر و مغرب کے درمیان کا وقت ہے، ان دونوں وقتوں (صبح و شام) میں ذکر افضل ہے، کیونکہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک، اور اسی طرح نماز عصر کے بعد غروب تک، نماز ممنوع ہے، اس لیے ان وقتوں میں ذکر مستحب ہوا، تاکہ بندے کے تمام اوقات قربت و طاعت میں مشغول رہیں۔ { خزائن العرفان }
مومنوں کو ذکر کا انعام

28 اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۲۶﴾ (سورہ انفال)
ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے، اُن کے دل ڈر جائیں، اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں، ان کا ایمان ترقی پائے، اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔ { کنز الایمان }

شان نزول: حضرت عباده بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت ہم اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی، جب غنیمت کے معاملہ میں ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہوا، اور بد مزگی کی نوبت آگئی، تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسول ﷺ کے سپرد کیا، آپ نے وہ مال برابر تقسیم کر دیا۔ { خزائن العرفان }
معلوم ہوا، اختلاف کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی یاد بہت ہی مفید ہے۔

اللہ کی نعمت مسلمانوں کو یاد کرنے کا حکم

29 وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۲۶﴾ (انفال)

اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، ملک میں دبے ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں، تو اس نے تمہیں جگہ دی؛ اور اپنی مدد سے زور دیا؛ اور ستھری

چیزیں تمہیں روزی دیں، کہ کہیں تم احسان مانو۔ {کنز الایمان}

اے مؤمنین مہاجرین! ابتدائے اسلام میں ہجرت کرنے سے پہلے مکہ مکرمہ میں (جب تم تھوڑے اور کمزور تھے؛) قریش تم پر غالب تھے؛ اور تم (ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں)؛ تو اس نے تمہیں جگہ (مدینہ طیبہ میں) دی؛ اور اپنی مدد سے زور دیا؛ اور ستھری چیزیں (یعنی اموال غنیمت جو تم سے پہلے کسی اُمت کے لیے حلال نہیں تھے) تمہیں روزی دیں، کہ کہیں تم احسان مانو۔ {خزائن العرفان}

لڑائی میں ذکر اللہ

30 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۲۵﴾ (انفال)

اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو، تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔ {کنز الایمان}

اس سے مدد چاہو اور کفار پر غالب ہونے کی دعائیں کرو۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو ہر حال میں لازم ہے کہ وہ اپنے قلب و زبان کو ذکر الہی میں مشغول رکھے اور کسی سختی و پریشانی میں بھی اس سے غافل نہ ہو۔ {خزائن العرفان}

31 الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿۲۸﴾ (رعد)

وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو اللہ کی یاد

ہی میں دلوں کا چین ہے۔ {کنز الایمان}

اس کے رحمت و فضل اور اس کے احسان و کرم کو یاد کر کے بے قرار دلوں کو قرار و

اطمینان حاصل ہوتا ہے، اگرچہ اس کے عدل و عتاب کی یاد دلوں کو خائف کر دیتی ہے، جیسا

کہ دوسری آیت میں فرمایا:

32 "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ مسلمان جب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم کھاتا ہے، دوسرے مسلمان اس کا اعتبار کر لیتے ہیں اور ان کے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ {خزائن العرفان}

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے دن یاد دلانے کا حکم

33 وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِنَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیریوں سے اجالے میں لا اور انہیں اللہ کے دن یاد دلانے کا حکم اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گزار کو (سورہ ابراہیم: 5) {کنز الایمان}

نشانیاں مثل عصا و یذبیضا وغیرہ معجزات باہرہ۔

ایام اللہ سے مراد

قاموس میں ہے کہ ایام اللہ سے اللہ کی نعمتیں مراد ہیں۔ حضرت ابن عباس و ابی بن کعب و مجاہد و قتادہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایام اللہ کی تفسیر (اللہ کی نعمتیں) فرمائیں۔ مقاتل کا قول ہے کہ ایام اللہ سے وہ بڑے بڑے واقعات مراد ہیں جو اللہ کے امر سے واقع ہوئے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ایام اللہ سے وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعام کئے، جیسے کہ بنی اسرائیل کے لیے من و سلوی اتارنے کا دن، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا میں راستہ بنانے کا دن۔ (خازن و مدارک و مفردات راغب)

ان ایام اللہ میں سب سے بڑی نعمت کے دن، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت و معراج کے دن ہیں، ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ اسی طرح اور بزرگوں پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوئیں یا جن ایام میں واقعات عظیمہ پیش آئے، جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعہ ہانکہ، ان کی یادگاریں قائم کرنا بھی تذکیر بایام اللہ میں

داخل ہے۔ بعض لوگ میلاد شریف، معراج شریف اور ذکر شہادت کے ایام کی تخصیص میں کلام کرتے ہیں، انہیں اس آیت سے نصیحت پذیر ہونا چاہیے۔ {خزائن العرفان} بغیر حکم خدا بھی انبیاء کرام علیہم السلام نعمتوں کی یاد دہانی کراتے تھے

34 وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِذْ كُرُوا لِعِبَادَةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنَ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيَدَّبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٦٦﴾ (ابراہیم)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان، جب اس نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی، جو تم کو بڑی مار دیتے تھے، اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا {کنز الایمان (نیز) حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا اپنی قوم کو یہ ارشاد فرمانا تذکیر ایام

اللہ کی تعمیل ہے۔ {خزائن العرفان}

بوقتِ ذکرِ الہی، کافروں کا ردِ عمل

35 وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَوْ أَعْلَىٰ آذَانَهُمْ نَفُّورًا ﴿٢٦﴾

اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ٹینٹ (گرانی جس کے باعث وہ قرآن شریف نہیں سنتے {خزائن العرفان}) اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کی یاد کرتے ہو، وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں نفرت کرتے۔ (اسراء) {کنز الایمان}

یادِ خدا کے فوائد

36 إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَإِذْ كُرْتُ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَنْ يَهْدِيَنِّي رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَذَا رَشَدًا ﴿٢٣﴾ (کہف)

مگر یہ کہ اللہ چاہے، اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے، اور یوں کہہ کہ
قریب ہے کہ میرا رب مجھے اس سے نزدیک تر راستی کی راہ دکھائے۔ {کنز}
یعنی جب کسی کام کا ارادہ ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ ان شاء اللہ ایسا کروں گا، بغیر ان
شاء اللہ کے نہ کہے۔

شانِ نزل: اہل مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب اصحاب
کہف کا حال دریافت کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل بتاؤں گا، اور ان
شاء اللہ نہیں فرمایا تھا، کئی روز وحی نہیں آئی، پھر یہ آیت نازل فرمائی۔

تو پھر ہم کون ہیں، کہ بے یاد الہی کیسے رب ہم سے راضی ہو؟
یعنی ان شاء اللہ تعالیٰ کہنا یاد نہ رہے تو جب یاد آئے کہہ لے۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ
عنه نے فرمایا جب تک اس مجلس میں رہے۔ اس آیت کی تفسیروں میں کئی قول ہیں بعض
مفسرین نے فرمایا: معنی یہ ہیں کہ اگر کسی نماز کو بھول گیا تو یاد آتے ہی ادا کرے۔ (بخاری
و مسلم) بعض عارفین نے فرمایا: معنی یہ ہیں کہ اپنے رب کو یاد کر جب تو اپنے آپ کو بھول
جائے، کیونکہ ذکر کا کمال یہی ہے کہ ذکر مذکور میں فنا ہو جائے۔

ذکر و ذکر جو گرد و بال تمام جملگی مذکور ماند و السلام

یعنی ایسے معجزات عطا فرمائے جو میری نبوت پر اس سے بھی زیادہ ظاہر دلالت
کریں، جیسے کہ انبیاء سابقین کے احوال کا بیان، اور غیوب کا علم، اور قیامت تک پیش آنے
والے حوادث و وقائع کا بیان، اور شق القمر اور حیوانات سے اپنی شہادتیں دلوانا وغیرہا۔

{خزانة العرفان}

ذکر سے غفلت باعث وبال

37 وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعَشِيِّ
يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا

تُطِيعُ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴿٢٨﴾
(کہف)

اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے، اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں، کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار چاہو گے، اور اس کا کہانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا، اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا، اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ {کنز الایمان}

یعنی اخلاص کے ساتھ ہر وقت اللہ کی طاعت میں مشغول رہتے ہیں۔

شانِ نُوول: سردارانِ کفار کی ایک جماعت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمیں غر باء اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھے شرم آتی ہے، اگر آپ ہمیں انھیں صحبت سے جدا کر دیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لے آنے سے خلق کثیر اسلام لے آئے گی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

سیدنا زکریا کو سیدنا یحییٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی خوشخبری

38 تا 40 ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدًا زَكِرْتَنَا ﴿٢٨﴾ اِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ﴿٢٩﴾
قَالَ رَبِّ اِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاسْتَعَلَ الرَّاسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ
بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٣٠﴾ (مریم)

یہ مذکور ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر کی، جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا، عرض کی: اے میرے رب! میری ہڈی کمزور ہو گئی اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا، اور اے میرے رب! میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہ رہا۔ {کنز الایمان}

(آہستہ پکارا) کیوں کہ اخفاء، ریا سے دور اور اخلاص سے معمور ہوتا ہے، نیز یہ بھی فائدہ تھا کہ پیرانہ سالی کی عمر میں جب کہ سن شریف پچھتر یا اسی برس کا تھا، اولاد کا طلب کرنا احتمال رکھتا تھا کہ عوام اس پر ملامت کریں، اس لیے بھی اس دعا کا

إخفاء مناسب تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ضعفِ پیری کے باعث حضرت کی آواز بھی
ضعیف ہو گئی تھی۔ (مدارک، خازن)

(میں تجھے پکار کر بھی نامراد نہ رہا) ہمیشہ تو نے میری دعا قبول کی اور مجھے مستجاب

الدعوات کیا {خزائن العرفان}

41 تا 47 وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي
مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ
رَضِيًّا ﴿٦﴾ يُزَكِّرِيًّا إِنَّهُ نَبِئٌ شَرِيكٌ بِغُلَامِنَا سُمُّهُ يَحْيَىٰ لَمَّ نَجَعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ
سَمِيًّا ﴿٧﴾ قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ
بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىٰ هَيْئٍ وَقَدْ
خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً قَالَ
أَيُّكَ أَلا تَكَلِّمَ النَّاسَ لَيْلًا سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ
الْبَحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿١١﴾ (مریم)

اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے، اور میری عورت بانجھ ہے، تو
مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھالے، وہ میرا جانشین ہو اور اولاد
یعقوب کا وارث ہو، اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ کر، اے زکریا! ہم تجھے خوشی
سناتے ہیں ایک لڑکے کی جن کا نام یحییٰ ہے، اس کے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا،
عرض کی: اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا، میری عورت تو بانجھ ہے، اور میں
بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا، فرمایا: ایسا ہی ہے، تیرے رب نے فرمایا: وہ
مجھے آسان ہے، اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ بھی نہ تھا، عرض
کی: اے میرے رب! مجھے کوئی نشانی دے دے، فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات
دن لوگوں سے کلام نہ کرے بھلا چنگا ہو کر، تو اپنی قوم پر مسجد سے باہر آیا تو انہیں اشارہ سے

کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو۔ {کنز الایمان}

قرابت والے چچا زاد وغیرہ، کہ وہ شریر لوگ ہیں کہیں میرے بعد دین میں رخنہ اندازی نہ کریں، جیسا کہ بنی اسرائیل سے مشاہدہ میں آچکا ہے۔ اور وہ وارث میرے علم کا حامل ہو، کہ تو اپنے فضل سے اس کو نبوت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے زکریا! ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں.... الخ، آپ نے حیرانی سے سوال کیا۔

یہ سوال استبعاد نہیں (یعنی حضرت زکریا علیہ السلام نے عطائے فرزند کو بعید سمجھ کر یہ سوال نہیں کیا)، بلکہ مقصود یہ دریافت کرنا ہے کہ عطائے فرزند کس طریقہ پر ہوگا، کیا دوبارہ جوانی مرحمت ہوگی یا اسی حال میں فرزند عطا کیا جائے گا؟ جواب آیا: تمہیں دونوں سے لڑکا پیدا فرمانا منظور ہے۔ اور جو معدوم کے موجود کرنے پر قادر ہے، اس سے بڑھاپے میں اولاد عطا فرمانا کیا عجب ہے۔ درخواست کی: ایسی نشانی ظاہر فرمادے جس سے مجھے اپنی بی بی کے حاملہ ہونے کی معرفت ہو، ارشاد ہوا: تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرے صحیح سالم ہو کر بغیر کسی بیماری کے اور بغیر گونگا ہونے کے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان ایام میں آپ لوگوں سے کلام کرنے پر قادر نہ ہوئے، جب اللہ کا ذکر کرنا چاہتے زبان گھل جاتی۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام نماز کے لیے باہر آئے تو آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا، گفتگو نہیں فرما سکتے تھے۔ اب حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے کلام نہ کر سکنے سے جان لیا کہ آپ کی بیوی صاحبہ حاملہ ہو گئیں، اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت سے دو سال بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ {تلخیص خزائن العرفان}

48 يٰحَيُّ خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَاَتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾
اے یحییٰ! کتاب مضبوط تھام، اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو بچپن میں ہی نبوت عطا ہو چکی تھی، عطاءے نبوت کے لیے چالیس سال ضروری نہیں، اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، جب چاہے کرے۔

سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی یاد کا حکم

49 وَ اذْ كُرِّفِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذْتُ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ (مریم)

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے پورب (مشرق) کی طرف ایک جگہ الگ گئی۔ {کنز الایمان}

یعنی اے سید انبیاء! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قرآن کریم میں حضرت مریم کا واقعہ پڑھ کر ان لوگوں کو سنائیے، تاکہ انہیں ان کا حال معلوم ہو۔

سیدہ اپنے مکان میں یا بیٹ المقدس کی شرقی جانب میں لوگوں سے جدا ہو کر عبادت کے لیے خلوت (تنہائی) میں بیٹھیں۔ {خزائن العرفان}

یاد ابراہیم علیہ السلام کا حکم

50 وَ اذْ كُرِّفِي الْكِتَابِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ﴿٢١﴾

اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو، بے شک وہ صدیق تھا، غیب کی خبریں بتاتا۔ {کنز الایمان} (مریم)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی یاد کا حکم

51 وَ اذْ كُرِّفِي الْكِتَابِ مُوسٰى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلِصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَبِيًّا ﴿٥١﴾

اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو، بے شک وہ چنا ہوا تھا، اور رسول تھا غیب کی خبریں بتانے والا۔ (مریم) {کنز الایمان}

سیدنا اسمعیل علیہ السلام کی یاد کا حکم

52 وَ اذْ كُرِّفِي الْكِتَابِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَّ كَانَ رَسُوْلًا

نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ (مریم)

اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو، بے شک وہ وعدے کا سچا تھا، اور رسول تھا غیب کی خبریں بتاتا۔ {کنز الایمان}

آپ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد ہیں۔ انبیاء سب ہی سچے ہوتے ہیں، لیکن آپ اس وصف میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی مقام پر آپ سے کوئی شخص کہہ گیا تھا کہ آپ یہیں ٹھہرے رہیے جب تک میں واپس آؤں، آپ اس جگہ اس کے انتظار میں تین روز ٹھہرے رہے۔ آپ نے صبر کا وعدہ کیا تھا، ذبح کے موقع پر اس شان سے اس کو وفا فرمایا کہ سبحان اللہ! {خزائن العرفان}

یادو ذکر سے منہ پھیرنے کا انجام

53 وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَى ﴿١٢٣﴾ (طہ)

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا ٹھائیں گے۔ {کنز الایمان}

(اس کے لیے تنگ زندگانی ہے) دنیا میں، یا قبر میں، یا آخرت میں، یا دین میں، یا ان سب میں۔ دنیا کی تنگ زندگانی یہ ہے کہ ہدایت کا اتباع نہ کرنے سے عمل بد اور حرام میں مبتلا ہو، یا قناعت سے محروم ہو کر گرفتار حرص ہو جائے اور کثرت مال و اسباب سے بھی اس کو فراخ خاطر اور سکون قلب میسر نہ ہو، دل ہر چیز کی طلب میں آوارہ ہو، اور حرص کے غموں سے کہ یہ نہیں وہ نہیں، حال تاریک اور وقت خراب رہے، اور مومن متوکل کی طرح اس کو سکون و فراغ حاصل ہی نہ ہو، جس کو حیات طیبہ کہتے ہیں "قَالَ تَعَالَى فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً" (النحل: 97) اور قبر کی تنگ زندگانی یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا: کافر پر ننانوے اڑدے اس کی قبر میں مسلط کئے جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

شانِ نزول: یہ آیت اسود بن عبدالعزیٰ مخزومی کے حق میں نازل ہوئی۔

اور قبر کی زندگانی سے مراد قبر کا اس سختی سے دبانا ہے جس سے ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف آ جاتی ہیں، اور آخرت میں تنگ زندگانی جہنم کے عذاب میں، جہاں زقوم (تھوہڑ) اور کھولتا پانی اور جہنمیوں کے خون اور ان کے پیپ کھانے پینے کو دی جائے گی۔

اور دین میں تنگ زندگانی یہ ہے کہ نیکی کی راہیں تنگ ہو جائیں اور آدمی کسبِ حرام میں مبتلا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بندے کو تھوڑا ملے یا بہت، اگر خوفِ خدا نہیں، تو اس میں کچھ بھلائی نہیں، اور یہ تنگ زندگانی ہے۔ (تفسیر کبیر و خازن و مدارک وغیرہ) {خزائن العرفان} یہ سب کچھ بھی بطور وبال ہو سکتا ہے، اور کچھ بھی، ذکر سے غفلت اس کا سبب ہے۔

قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے

54 هَذَا ذِكْرٌ مِّنْ مَّعِيَ وَذِكْرٌ مِّنْ قَبْلِي بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٢٢﴾ (انبیاء)

یہ قرآن میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے اور مجھ سے اگلوں کا تذکرہ، بلکہ ان میں اکثر حق کو نہیں جانتے تو وہ روگرداں ہیں۔ {کنز الایمان}

ساتھ والوں سے مراد آپ کی اُمت ہے، قرآن کریم میں اس کا ذکر ہے کہ اس کو طاعت پر کیا ثواب ملے گا اور معصیت پر کیا عذاب کیا جائے گا، اور پہلے انبیاء کی اُمتوں کا، اور اس کا کہ دنیا میں ان کے ساتھ کیا کیا گیا اور آخرت میں کیا کیا جائے گا۔ {خزائن العرفان}

55 وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ إِلَيْكُمْ وَهُمْ يَدْعُونَ الرَّحْمَنَ هُمْ كُفْرُونَ ﴿٣٦﴾ (انبیاء)

اور جب کافر تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا، کیا یہ ہیں وہ جو تمہارے خداؤں کو برا کہتے ہیں، اور وہ رحمن ہی کی یاد سے منکر ہیں۔ {کنز الایمان}

شانِ نزول: یہ آیت ابو جہل کے حق میں نازل ہوئی، حضور ﷺ تشریف لیے جاتے تھے، وہ آپ کو دیکھ کر ہنسا اور کہنے لگا کہ یہ بنی عبد مناف کے نبی ہیں! اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: کیا یہ ہیں وہ جو تمہارے خداؤں کو برا کہتے ہیں!

اور کفار کہتے ہیں کہ ہم رحمن کو جانتے ہی نہیں، اس جہل و ضلال میں مبتلا ہونے کے باوجود آپ کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں، اور نہیں دیکھتے کہ نبی کے قابل خود ان کا اپنا حال ہے۔ {خزائن العرفان}

غفلت ناپسندیدہ امر

56 قُلْ مَنْ يَكْلُوْكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۲﴾ (انبیاء)

تم فرماؤ شبانہ روز تمہاری کون نگہبانی کرتا ہے رحمن سے، بلکہ وہ اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے ہیں۔ {کنز الایمان}

حج اور ذکر اللہ کا حکم

57, 58 وَ اٰذِنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوْا اَسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ فَاَكْلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوْا الْبٰسِئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ (حج)

اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے، وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دہلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں، تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں، اور اللہ کا نام لیں جانے ہوئے دنوں میں، اس پر کہ انہیں روزی دی بے زبان چوپائے، تو ان میں سے خود کھاؤ اور

مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ۔ {کنز الایمان}

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابو قیس پہاڑ پر چڑھ کر جہان کے لوگوں کو ندا کر دی کہ بیت اللہ کا حج کرو، جن کے مقدر میں حج ہے انہوں نے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں سے جواب دیا: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اس آیت میں آذِنُ کا خطاب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے، چنانچہ جَبَّ الوَدَاعِ میں اعلان فرما دیا اور ارشاد کیا کہ اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا تو حج کرو۔ جانے ہوئے دنوں سے ذی الحجہ کا عشرہ مراد ہے جیسا کہ حضرت علی اور ابن عباس و حسن و قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے، اور یہی مذہب ہے ہمارے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، اور صاحبین کے نزدیک جانے ہوئے دنوں سے ایام نحر مراد ہیں، یہ قول ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا، اور ہر تقدیر پر یہاں ان دنوں سے خاص روزِ عید مراد ہے۔ (تفسیر احمدی و مدارک) {خزائن العرفان}

جانور نعمت ہیں، عطا ہوں تو اس پر شکر کرو

60,59 وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٣﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣٥﴾ (حج)

اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی، کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر، تو تمہارا معبود ایک معبود ہے، تو اسی کے حضور گردن رکھو، اور اے محبوب! خوشی سنا دو ان تو واضح والوں کو کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں، اور جو افتاد پڑے اس کے سہنے والے، اور نماز برپا رکھنے والے، اور ہمارے دیے سے خرچ کرتے ہیں۔ {کنز الایمان}

تو ذبح کے وقت صرف اسی کا نام لو۔ اس آیت میں دلیل ہے اس پر کہ نامِ خدا کا ذکر کرنا، ذبح کے لیے شرط ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک اُمت کے لیے مقرر فرمادیا تھا کہ اس کے لیے بہ طریق تہذیب قربانی کریں اور تمام قربانیوں پر اسی کا نام لیا جائے۔ {خزائن}

اللہ کے بندوں کو کوئی کام ذکرِ الہی سے نہیں روکتا

61 رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿۲۳﴾ (نور)

وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں اُلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔ {کنز الایمان}

اور اس کے ذکرِ قلبی و لسانی اور اوقاتِ نماز پر مسجدوں کی حاضری سے؛ اور انہیں وقت پر ادا کرنے سے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بازار میں تھے مسجد میں نماز کے لیے اقامت کہی گئی، آپ نے دیکھا کہ بازار والے اٹھے اور دوکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے، تو فرمایا کہ آیت "رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ" ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے۔ دلوں کا اُلٹ جانا یہ ہے کہ شدتِ خوف و اضطراب سے اُلٹ کر گلے تک چڑھ جائیں گے، نہ باہر نکلیں، نہ نیچے اتریں، اور آنکھیں اوپر چڑھ جائیں گی، یا یہ معنی ہیں کہ کُفار کے دل کُفر و شک سے ایمان و یقین کی طرف پلٹ جائیں گے، اور آنکھوں سے پردے اُٹھ جائیں گے، یہ تو اس دن کا بیان ہے، آیت میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہ فرماں بردار بندے جو ذکر و طاعت میں نہایت مستعد رہتے ہیں؛ اور عبادت کی ادا میں سرگرم رہتے ہیں؛ باوجود اس حُسنِ عمل کے اس روز سے خائف رہتے ہیں؛ اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہ ہو سکا۔ {خزائن العرفان}

ذاکر ہدایت والا بے ذکر گمراہ

62 تا 65 وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿۲۲۲﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ

يَهَيِّمُونَ ﴿٢٢٥﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٦﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظَلَمُوا وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿٢٢٧﴾ (شعراء)

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں، کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہرنالے میں سرگرداں پھرتے ہیں؛ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے، مگر وہ جو ایمان لائے؛ اور اچھے کام کئے؛ اور بکثرت اللہ کی یاد کی؛ اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا، اور اب جانا (جاننا) چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ {کنز الایمان}

اس میں شعراءِ اسلام کا استثناء فرمایا گیا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت لکھتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ کی حمد لکھتے ہیں؛ اسلام کی مدح لکھتے ہیں؛ پسند و نصائح لکھتے ہیں؛ اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حستان کے لیے منبر بچھایا جاتا تھا؛ وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مفاخر پڑھتے تھے اور کفار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے؛ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حق میں دعا فرماتے جاتے تھے۔

بخاری کی حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک میں اکثر شعر پڑھے جاتے تھے، جیسا کہ ترمذی میں جابر بن سمرہ سے مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ شعر کلام ہے، بعض اچھا ہوتا ہے بعض بُرا، اچھے کو لو، بُرے کو چھوڑ دو۔

شعبی نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق شعر کہتے تھے، حضرت علی ان سب سے زیادہ شعر فرمانے والے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور شعران کے لیے ذکرِ الہی سے غفلت کا سبب نہ ہو سکا، بلکہ ان لوگوں نے جب شعر کہا بھی تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی توحید اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت اور اصحابِ کرام و صلحاء اُمّت کی مدح اور حکمت و موعظت اور زہد و ادب میں۔ گفار سے ان کی ہجو کا بدلہ لیا، کہ انہوں نے مسلمانوں کی اور ان کے پیشواؤں کی ہجو کی، ان حضرات نے اس کو دفع کیا، اور اس کے جواب دیئے، یہ مذموم نہیں ہیں، بلکہ مستحقِ اجر و ثواب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے، اور اپنی زبان سے بھی، یہ ان حضرات کا جہاد ہے۔ مشرکین نے سید الطاہرین افضل الخلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی تھی۔ { خزائن العرفان }۔

نوٹ: محض ذکر نام رکھ لینے سے کوئی بندہ ذاکر نہیں بن جاتا!

قرآن پڑھنے کا حکم

66 اَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ

الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴿۲۵﴾

اے محبوب! پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی، اور نماز قائم فرماؤ، بے شک

نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بڑی بات سے، اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا، اور اللہ

جاننا ہے جو تم کرتے ہو۔ (عنکبوت) { کنز الایمان }

(کتاب) یعنی قرآن شریف، کہ اس کی تلاوت عبادت بھی ہے، اور اس میں

لوگوں کے لیے پسند و نصیحت بھی، اور احکام و آداب و مکارم اخلاق کی تعلیم بھی۔

(بے حیائی اور بڑی بات سے) یعنی ممنوعات شرعیہ سے، لہذا جو شخص نماز کا پابند

ہوتا ہے، اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ ان برائیوں

کو ترک کر دیتا ہے جن میں مبتلا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک

انصاری جوان سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا، اور بہت سے کبیرہ

گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی گئی، فرمایا: اس کی نماز کسی روز اس کو ان باتوں سے روک دے گی، چنانچہ بہت ہی قریب زمانہ میں اس نے توبہ کی اور اس کا حال بہتر ہو گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس کی نماز اس کو بے حیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔

ذکرِ الہی افضل عبادت ہے

ترمذی کی حدیث میں ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں وہ عمل جو تمہارے اعمال میں بہتر، اور رب کے نزدیک پاکیزہ تر، نہایت بلند رتبہ، اور تمہارے لیے سونے چاندی دینے سے بہتر، اور جہاد میں لڑنے اور مارے جانے سے بہتر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: بے شک یا رسول اللہ! فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

ترمذی ہی کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کن بندوں کا درجہ افضل ہے؟ فرمایا: بکثرت ذکر کرنے والوں کا، صحابہ نے عرض کیا: اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا؟ فرمایا: اگر وہ اپنی تلوار سے گفار و مشرکین کو یہاں تک مارے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے، جب بھی ذاکرین ہی کا درجہ اس سے بلند ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو یاد کرنا بہت بڑا ہے، اور ایک قول اس کی تفسیر میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑا ہے۔ {خزائن العرفان}

ایمان والوں کو نعمتوں کی یاد کا حکم

67 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا

(سورہ احزاب)

اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو، جب تم پر کچھ لشکر آئے، تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے، اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے {کنز الایمان}

جو احسان اس نے جنگِ احزاب کے دن فرمایا، جس کو غزوہ خندق کہتے ہیں، جو جنگِ اُحد سے ایک سال بعد تھا، جب کہ مسلمانوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ میں محاصرہ کر لیا گیا تھا۔ (خزائن العرفان)

غزوہ احزاب کا مختصر بیان

یہ غزوہ شوال ۳۱ھ ہجری میں پیش آیا، جب یہود بنی نضیر کو جلا وطن کیا گیا تو ان کے اکابر مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس پہنچے اور انہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کی ترغیب دلائی، اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے یہاں تک کہ مسلمان نیست و نابود ہو جائیں، ابوسفیان نے اس تحریک کی بہت قدر کی، اور کہا کہ ہمیں دنیا میں وہ سب سے پیارا ہے جو (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عداوت میں ہمارا ساتھ دے۔

پھر قریش نے ان یہودیوں سے کہا کہ تم پہلی کتاب والے ہو، بتاؤ تو ہم حق پر ہیں یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟ یہود نے کہا: تمہی حق پر ہو، اس پر قریش خوش ہوئے، اسی پر آیت "الْمُتَرَاتِلِیَ الَّذِیْنَ اَوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْحُبُبِ وَالطَّاغُوْتِ" (النساء: 51) نازل ہوئی۔ پھر یہودی، قبائل غطفان و قیس و غیلان وغیرہ میں گئے، وہاں بھی یہی تحریک کی، وہ سب ان کے موافق ہو گئے۔ اس طرح انہوں نے جا بجا دورے کئے اور عرب کے قبیلہ قبیلہ کو مسلمانوں کے خلاف تیار کر لیا۔

جب سب لوگ تیار ہو گئے، تو قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کی ان زبردست تیاریوں کی اطلاع دی؛ یہ اطلاع پاتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خندق کھدوانی شروع کر دی؛ اس خندق میں

مسلمانوں کے ساتھ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی کام کیا۔ مسلمان خندق تیار کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مشرکین بارہ ہزار کا لشکر گراں لے کر ان پر ٹوٹ پڑے اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا؛ خندق مسلمانوں کے اور ان کے درمیان حائل تھی، اس کو دیکھ کر متحیر ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ ایسی تدبیر ہے جس سے عرب لوگ اب تک واقف نہ تھے؛ اب انہوں نے مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کی؛ اور اس محاصرہ کو پندرہ روز یا چوبیس روز گزرے، مسلمانوں پر خوف غالب ہوا، اور وہ بہت گھبرائے اور پریشان ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی، اور ان پر تیز ہوا بھیجی، نہایت سرد اور اندھیری رات میں، اس ہوانے ان کے خیمے گرا دیئے؛ طنائیں توڑ دیں؛ کھونٹے اکھاڑ دیئے؛ ہانڈیاں الٹ دیں؛ آدمی زمین پر گرنے لگے؛ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج دیئے جنہوں نے کفار کو لڑا دیا؛ ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی، مگر اس جنگ میں ملائکہ نے قتال نہیں کیا۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو خبر لینے کے لیے بھیجا؛ وقت نہایت سرد تھا؛ یہ ہتھیار لگا کر روانہ ہوئے؛ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ ہوتے وقت ان کے چہرے اور بدن پر دست مبارک پھیرا، جس سے ان پر سردی اثر نہ کر سکی، اور یہ دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے، وہاں تیز ہوا چل رہی تھی اور سنگریزے اڑاڑ کر لوگوں کے لگ رہے تھے؛ آنکھوں میں گرد پڑ رہی تھی؛ عجب پریشانی کا عالم تھا؛ لشکر کفار کے سردار ابوسفیان ہوا کا یہ عالم دیکھ کر اٹھے اور انہوں نے قریش کو پکار کر کہا کہ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا، ہر شخص اپنے برابر والے کو دیکھ لے، یہ اعلان ہونے کے بعد ہر ایک شخص نے اپنے برابر والے کو ٹولنا شروع کیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دانائی سے اپنے دانے شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں فلاں بن فلاں ہوں، اس کے بعد ابوسفیان نے کہا: اے گروہ قریش! تم ٹھہرنے کے مقام پر نہیں ہو، گھوڑے اور اونٹ

ہلاک ہو چکے، بنی قریظہ اپنے عہد سے پھر گئے، اور ہمیں ان کی طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچی ہیں، ہوانے جو حال کیا ہے، وہ تم دیکھ ہی رہے ہو، بس اب یہاں سے کوچ کر دو، میں کوچ کرتا ہوں، ابوسفیان یہ کہہ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے، اور لشکر میں الرحیل الرحیل یعنی کوچ کوچ کا شور مچ گیا، ہوا ہر چیز کو اٹے ڈالتی تھی، مگر یہ ہوا اس لشکر سے باہر نہ تھی، اب یہ لشکر بھاگ نکلا، اور سامان کا بار کر کے لے جانا اس کو شاق ہو گیا، اس لیے کثیر سامان چھوڑ گیا۔ (جمل) { خزائن العرفان }

ذاکر کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نمونہ حسنہ

68 لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾ احزاب
بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے، اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔ { کنز الایمان }

معنی یہ ہے کہ ان کا اچھی طرح اتباع کرو؛ اور دین الہی کی مدد کرو؛ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑو؛ اور مصائب پر صبر کرو؛ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر چلو، یہ بہتر ہے۔ اللہ کو بہت یاد کرو، کہ ہر موقع پر اس کا ذکر کرو؛ خوشی میں بھی رنج میں بھی، تنگی میں بھی فراخی میں بھی۔ { خزائن العرفان }

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے اور صبح شام کرو

70.69 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٢١﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً
وَأَصِيلًا ﴿٢٢﴾ (احزاب)

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو! { کنز الایمان }
کیونکہ صبح اور شام کے اوقات ملائکہ روز و شب کے جمع ہونے کے وقت ہیں،
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اطراف لیل و نہار کا ذکر کرنے سے ذکر کی مداومت (بیشکی) کی

طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ {خزائن العرفان}

عام لوگوں کو نعمت الہی یاد کرنے کا حکم

71 يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ

يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآئِي تُؤْفَكُونَ ﴿٣﴾ (فاطر)

اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے کہ

آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں اوندھے

جاتے ہو! {کنز الایمان}

اس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا؛ آسمان کو بغیر کسی ستون کے قائم کیا؛ اپنی

راہ بتانے اور حق کی دعوت دینے کے لیے رسولوں کو بھیجا؛ رزق کے دروازے کھولے؛ مینہ

برسا کر اور طرح طرح کے نباتات پیدا کر کے، اور تم یہ جانتے ہوئے کہ وہی خالق و رازق

ہے، ایمان و توحید سے کیوں پھرتے ہو۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی

کے لیے فرمایا جاتا ہے:

72 وَإِنْ يَكْذِبُونَ فَقَدْ كَذَّبَتْ رَسُولٌ مِنْ قَبْلِكَ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ

الْأُمُورُ ﴿٤﴾ (فاطر)

اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو بے شک تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے، اور

سب کام اللہ ہی کی طرف سے پھرتے ہیں۔ {کنز الایمان}

رَبِّ كَرِيمٍ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری نہیں چاہتا، اور جو ایسا

کرے وہ سخت ناپسندیدہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے رہا ہے۔

سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد کا حکم

73 اصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِي إِنَّهُ أَوَّابٌ

﴿١٤﴾ (ص)

تم ان کی باتوں پر صبر کرو، اور ہمارے بندے داؤد نعمتوں والے کو یاد کرو، بے شک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔ {کنز الایمان}

جن کو عبادت کی بہت قوت دی گئی تھی، آپ ﷺ کا طریقہ تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے، ایک دن افطار فرماتے؛ اور رات کے پہلے نصف حصہ میں عبادت کرتے، اس کے بعد شب کی ایک تہائی آرام فرماتے؛ پھر باقی چھٹا حصہ عبادت میں گزارتے۔ {خزائن} ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو

74 وَ اذْکُرْ عَبْدَنَا اَيُّوبَ اِذْ نَادَى رَبَّهُ اِنِّیْ مَسْنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبِیْ وَ عَذَابِیْ ﴿۲۱﴾ ص

اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب کو، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا گادی۔ {کنز الایمان}

صبر سیدنا ایوب علیہ السلام

(ایذا گادی) جسم اور مال میں، اس سے آپ کا مرض اور اس کے شداوند (شدتیں) مراد ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائی تھیں: حسن صورت بھی، کثرت اولاد بھی، کثرت اموال بھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابتلا (آزمائش) میں ڈالا: اور آپ کے فرزند و اولاد مکان کے گرنے سے دب کر مر گئے؛ تمام جانور: جس میں ہزار ہا اونٹ، ہزار ہا بکریاں تھیں، سب مر گئے؛ تمام کھیتیاں اور باغات برباد ہو گئے؛ کچھ بھی باقی نہ رہا، اور جب جب آپ ﷺ کو ان چیزوں سے ہلاک ہونے اور ضائع ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو آپ حمد الہی بجالاتے تھے اور فرماتے تھے: میرا کیا ہے! جس کا تھا، اس نے لیا؛ جب تک مجھے دیا اور میرے پاس رکھا، اس کا شکر ہی ادا نہیں ہو سکتا؛ میں اس کی مرضی پر راضی ہوں۔

پھر آپ ﷺ بیمار ہوئے، تمام جسم شریف میں آبلے پڑے، بدن مبارک سب کا سب زخموں سے بھر گیا، سب لوگوں نے چھوڑ دیا، بجز (سوائے) آپ کی بی بی صاحبہ کے، کہ وہ آپ کی خدمت کرتی رہیں، اور یہ حالت سا لہا سال رہی، آخر کار کوئی ایسا سبب پیش آیا کہ آپ نے بارگاہِ الہی میں دعا کی۔

(اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی تکلیف دور فرمادی) اس طرح کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ زمین میں پاؤں ماریے، انہوں نے پاؤں مارا، ایک چشمہ ظاہر ہوا، حکم دیا گیا: اس سے غسل کیجئے، غسل کیا تو ظاہر بدن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں؛ پھر آپ ﷺ چالیس قدم چلے، پھر دوبارہ زمین میں پاؤں مارنے کا حکم ہوا، پھر آپ ﷺ نے پاؤں مارا، اس سے بھی ایک چشمہ ظاہر ہوا، جس کا پانی نہایت سرد تھا، آپ نے بحکمِ الہی پیا، اس سے باطن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں، اور آپ کو اعلیٰ درجہ کی صحت حاصل ہوئی۔

ذکر کے مزید فائدے

حضرت ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکثر مفسرین نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرما دیا، اور آپ کو اتنی ہی اولاد اور عنایت کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بی بی صاحبہ کو دوبارہ جوانی عنایت کی اور ان کے کثیر اولادیں ہوئیں

اس واقعہ سے بلاؤں پر صبر کرنے کا درس حاصل کریں؛ اور اس کے ثوابِ عظیم سے باخبر ہو کر صبر کریں؛ اور ثواب پائیں {خزائن العرفان} (سورۃ انبیاء/ ۸۳)

انبیاء کرام علیہم السلام کی یادیں اور نعتیں

75 تا 76 وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولٰٓئِیْمِنِ وَاَلْبَصَارِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَاَلْيَسَعَ وَاذْكُرْ اَلْكَفْلَ وَاَكُلُّ مِّنْ الْاٰخِيَارِ ﴿۲۸﴾ (ص)

اور یاد کرو ہمارے بندوں: ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔
اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو، اور سب اچھے ہیں۔ {کنز الایمان}
جنہیں اللہ تعالیٰ نے حکمتِ علمیہ و علمیہ عطا فرمائی؛ اور اپنی معرفت اور طاعات پر
قوت عطا فرمائی: یعنی ان کے فضائل اور ان کے صبر کو یاد کرو؛ تاکہ ان کی پاک خصلتوں
سے لوگ نیکیوں کا ذوق و شوق حاصل کریں۔ اور ذوالکفل کی نبوت میں اختلاف ہے۔

{خزائن العرفان}

اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرنا، سنگدلی ہے

77 اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِاِسْلَامٍ فَهُوَ عَلٰى نُورٍ مِّنْ رَّبِّهِ فَوَيْلٌ
لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِى ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ (زمر)
تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا، تو وہ اپنے رب کی طرف
سے نور پر ہے، اُس جیسا ہو جائے گا جو سنگدل ہے، تو خرابی ہے اُن کی جن کے دل یادِ خدا کی
طرف سے سخت ہو گئے ہیں، وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔ {کنز الایمان}

الحديث: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو
صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سینہ کا کھلنا کس طرح ہوتا
ہے؟ فرمایا کہ جب نور، قلب میں داخل ہوتا ہے، تو وہ گھلتا ہے، اور اس میں وسعت ہوتی
ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس کی کیا علامت ہے؟ فرمایا: دار الخلود (ہمیشہ رہنے کے
مقام یعنی جنت) کی طرف متوجہ ہونا، اور دار الغرور (دنیا) سے دور رہنا، اور موت کے لیے
اس کے آنے سے قبل آمادہ ہونا۔

نفس جب خبیث ہوتا ہے؛ تو قبولِ حق سے اس کو بہت دوری ہو جاتی ہے، اور
ذکر اللہ کے سننے سے اس کی سختی اور کدورت بڑھتی ہے، جیسے کہ آفتاب کی گرمی سے موم نرم
ہوتا ہے، اور نمک سخت ہوتا ہے؛ ایسے ہی ذکر اللہ سے مومنین کے قلوب نرم ہوتے ہیں، اور

کافروں کے دلوں کی سختی اور بڑھتی ہے۔

قائدہ: اس آیت سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنا چاہیے جنہوں نے ذکر اللہ کو روکنا اپنا شعار بنا لیا ہے؛ وہ صوفیوں کے ذکر کو بھی منع کرتے ہیں، نمازوں کے بعد ذکر اللہ کرنے والوں کو بھی روکتے اور منع کرتے ہیں؛ ایصالِ ثواب کے لیے قرآنِ کریم اور کلمہ پڑھنے والوں کو بھی بدعتی بتاتے ہیں؛ اور ان ذکر کی محفلوں سے نہایت گھبراتے اور بھاگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہدایت دے! {خزائن العرفان}

78 اَلْمَدْيَانِ لِلَّذِينَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّمْشَحَ قُلُوْبُهُمْ لِيَذِكُرَ اللّٰهُ وَمَا نَزَلَ مِنْ
الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ
فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿١٦٦﴾ (حدید)

کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اترا، اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں بہت فاسق ہیں۔ {کنز الایمان}

شانِ نزول: حضرت ائم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے تو مسلمانوں کو دیکھا کہ آپس میں ہنس رہے ہیں، فرمایا: تم ہنستے ہو، ابھی تک تمہارے رب کی طرف سے امان نہیں آئی، اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ہنسی کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا: اتنا ہی روٹا اور اترنے والے حق سے مرا قرآن مجید ہے۔

(ان کے دل سخت ہو گئے) اور وہ لوگ یادِ الہی کے لیے نرم نہ ہوئے؛ دنیا کی طرف مائل ہو گئے، اور مواعظ سے انہوں نے اعراض کیا۔ (ان میں بہت فاسق ہیں) (یعنی) دین سے خارج ہونے والے (ہیں)۔ {خزائن العرفان}

یاِخِدا سے دلوں کا سمنٹا

79 وَاِذَا ذِكْرَ اللّٰهِ وَحَدَّثُ اشْمَازَتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ

وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبِشِرُونَ ﴿٨٠﴾ (زمر)

اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے دل سمٹ جاتے ہیں ان کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اس کے سوا آدمیوں کا ذکر ہوتا ہے، جیسی وہ خوشیاں مناتے ہیں {کنز الایمان}

وہ بہت تنگ دل اور پریشان ہوتے ہیں اور ناگواری کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ {خزائن العرفان} سواری پر بیٹھ کر ذکر اللہ

81,80 لَتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿٨١﴾ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ﴿٨٢﴾ (زخرف)

کہ تم ان کی پیٹھوں پر ٹھیک بیٹھو، پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو جب اس پر ٹھیک بیٹھ لو، اور یوں کہو: پاکی ہے اُسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا، اور یہ ہمارے پوتے کی (قابو میں آنے والی) نہ تھی۔ {کنز الایمان} سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿٨١﴾

82 وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِيضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ﴿٨٢﴾ (زخرف)

اور جسے یاد نہ آئے رحمن کے ذکر سے، ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے۔ {کنز الایمان}

(عشایعشو عن الشیء) (تو عنایتا): (1) کسی چیز کو نگاہ کی کمزوری کے باعث دیکھ نہ پاتا، (2) صرف نظر کرتا اور گزر جاتا، یہاں دوسرا معنی مراد ہے) یعنی قرآن پاک سے اندھا بن جائے کہ اس کی ہدایتوں کو نہ دیکھے اور ان سے

قَامِعَاتُهَا {خزائن العرقان}

سینا ہود علیہ السلام کی یاد

83 وَإِذْ كَرَّ الْأَخَا عَادِي إِذْ أَنْتَدَرَقَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَبِ السُّنْدُ مِنْ
يَبَسِي يَنْدِي وَوَمِنْ خَلْفِهِ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ الرَّحْمَنَ أَحَافَ عَلَيْكُمْ عَذَابِ يَوْمِ
عَظِيمٍ ﴿٣١٤﴾ (احقاف)

اور یاد کرو عباد کے ہم قوم کو، جب اس نے ان کو سرزمین احقاف میں ڈرا لیا، اور
یہ خشک اس سے پہلے ڈرا سنا تے والے گزر چکے اور اس کے بعد آئے، کہ اللہ کے سوا کسی کو
نہ پوجو، یہ خشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ {کنز الایمان}

احقاف ایک ریگستانی ماہی ہے، جہاں قوم عباد کے لوگ رہتے تھے۔ {خزائن العرقان}
صحیح ہر ایک کو قادمہ معنی میں ہے

84 إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرٍ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ
﴿٣١٥﴾ (ق)

یہ خشک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور حوید
ہے۔ {کنز الایمان}

طلبِ ہدایت (رکھتا ہو سینا) مثالی قہس سترہ نے فرمایا کہ قرآنی نصاب سے فیض حاصل
کرنے کے لیے قلب حاضر چاہیے جس میں طرفہ العین کے لیے بھی غفلت نہ آئے۔ {خزائن}

85 تَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِمُجِبِّارٍ قَدْ كَرَّ بِالْقُرْآنِ مَنْ
يَخَافُ وَعَيْبٌ ﴿٣١٦﴾ (ق)

ہم خوب جان (مثالیہ کر) ہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں، اور کچھ تم ان پر حیر
کہ تھا انہیں تو قرآن سے نصیحت کہتا ہے جو میری ہو سکتی ہے۔ {کنز الایمان}
(جہاں اللہ تعالیٰ کے لیے "جان رہے ہیں" کے الفاظ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ

بندے جب کام کر لیتے ہیں تب اللہ تعالیٰ کو ان کے کام کا علم ہوتا ہے، بلکہ سچی یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے علم ازل میں تھا، ویسا ہی ہو رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ مشاہداتی طور پر جان رہا ہے۔

جبروائے نہیں، کہ انھیں بزور اسلام میں داخل کرو، آپ کا کام دعوت دینا اور سمجھانا دینا ہے، "وكان هذا قبل الامر بالقتال" (یہ حکم جہاد نازل ہونے سے پہلے تھا) {خزائن العرفان}

86 وَذَكَرَ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَتَفَعُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٥﴾ (ذاریات)

اور سمجھاؤ، کہ سمجھانا مسلمانوں کو قائم دینا ہے۔ {کنز الایمان}

جو ذکر سے منہ پھیرے، اس سے منہ پھیر لو

87 فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْكَ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٥٦﴾ (نجم)

تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا، اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔ {کنز الایمان}

88 اسْتَعْوِذْ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانَ فَإِنَّهُمْ ذِكْرُ اللَّهِ أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ إِلَّا إِنْ جِزِبَ الشَّيْطَانُ هُمُ الْخَيْرُونَ ﴿٥٧﴾ (بقرہ)

ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی، وہ شیطان کے گروہ ہیں، سنا ہے، بے شک شیطان ہی کا گروہ ہمارا ہے۔ {کنز الایمان}

جنت کی دائمی نعمتوں سے محروم: اور جہنم کے ابدی عذاب میں گرفتار۔ {خزائن} نماز جمعہ کے بعد ذکر الہی

89 فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٥٨﴾ (جمعة)

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ کو بہت یاد کرو، اس امید پر کہ قلاح پاؤ۔ {کنز الایمان}

یعنی اب تمہارے لیے جائز ہے کہ معاش کے کاموں میں مشغول ہو، یا طلب علم، یا عبادتِ مرتضیٰ، یا شرکتِ جنازہ، یا زیارتِ علماء، اور اس کے مثل کاموں میں مشغول ہو کر نیکیاں حاصل کرو۔ {خزائن العرفان}

اللہ کے بندے ہر حال میں ذکر کرتے ہیں

90 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ ﴿۹۰﴾ (منافقون)

اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد، کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے، اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔ {کنز الایمان}

ذکر اللہ سے مراد بیچ گانہ نماز یا قرآن شریف ہے۔ غافل ہونے سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں مشغول ہو کر دین کو فراموش کر دے؛ اور مال کی محبت میں اپنے حال کی پروا نہ کرے؛ اور اولاد کی خوشی کے لیے راحتِ آخرت سے غافل رہے۔ اور نقصان میں رہے، کہ انہوں نے دنیا کے قافی کے پیچھے دیراً آخرت کی باقی رہنے والی نعمتوں کی پروا نہ کی۔

{خزائن العرفان}

91 وَإِذْ كُنَّا نَمُوتُ وَأَنبَأْنِيكَ أَن نَبْشَأَ لَنبَلِّغَنَّكَ إِلَىٰ نَبَاتِئِلَا ﴿۹۱﴾ (مزل)

اے اپنے رب کا نام یاد کرو، اور سب سٹوٹ کرا ہی کے ہو۔ {کنز}

رات و دن کے جملہ اوقات میں تسبیح (سبحان اللہ)، تہلیل (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)، نماز، تلاوتِ قرآن شریف، درسِ علم وغیرہ کے ساتھ، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی قرأت کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھو

یعنی عبادت میں ایستقامت کی صفت ہو، کہ دل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی طرف

مشقولات سے ہو سب علاؤ قلم (نوٹ) جائیں۔ اسی کی طرف توجہ ہے۔ {حزبان}

92 **وَادْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلاً ﴿١٠٥﴾ (دیر)**

اللہ اپنے سب کا نام صبح و شام یاد کرو۔ {کنز الایمان}

تمنا میں صبح کے ذکر سے تمنا و فجر اور شام کے ذکر سے ظہر اور عصر اور عشاء۔ {حزبان}

{العراق}

ان کی قسم جو ذکر کا اتمام کریں

93 تا 97 **وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ﴿١٠٦﴾ فَالْعَصِيفِ عَصْفًا ﴿١٠٧﴾ وَالشَّجَرَاتِ تُنْمِرًا ﴿١٠٨﴾**

{فَالْفُرْقَاتِ قُرْقًا ﴿١٠٩﴾ فَالْمُلْقَاتِ كُرًا ﴿١١٠﴾ (مرسلات)}

قسم ان کی جو بھی جاتی ہیں لگانا، پھر تود سے جو نکال دیتے والیاں، پھر اجماع کر

اٹھانے والیاں، پھر حق ناق کو خوب جدا کرنے والیاں، پھر ان کی قسم جو ذکر کا اتمام کرتی

ہیں۔ {کنز الایمان}

{ذکر کا اتمام کرتی ہیں} تمنا اور سخن کے پاس جی لا کر۔ {حزبان}

ذکر میں کامیابی

98 تا 99 **قَدْ أَقْلَحَ مَنْ تَزَى ﴿١١١﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ﴿١١٢﴾ (اعلیٰ)**

بے شک مراد کو پہنچا جو سحر اور جادو اپنے سب کا نام لے کر تمنا پڑھی۔ {کنز}

ذکر محبوب خدا کی رفعت

100 **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿١١٣﴾ (الشرح)**

اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر کر دیا۔ {کنز الایمان}

حدیث شریف میں ہے: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل سے

اس آیت کو دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ

ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ ان میں، بحیر میں، تشہد میں، منبروں پر، خطبوں میں۔ تو اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، ہر بات میں اس کی تصدیق کرے، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے، تو یہ سب بے کار، (اور) وہ کافر ہی رہے گا۔

خدا کا ذکر کرے، ذکرِ مصطفیٰ نہ کرے

ہمارے منہ میں ہوا کی تڑیاں، خدا نہ کرے!

قائد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند کیا: ہر خطیب، ہر تشہد پڑھنے والا **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کے ساتھ **أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ** پکارتا ہے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امتیاء سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔ {خزائن العرقان}

ذکرِ میلا و قرآن میں

یہاں تک تو تھی ذکر کی بات، اب ہم براہِ راست قرآن کو دیکھتے ہیں، کہ رب کریم نے نبی کریم کا، یا کسی اور نبی کا ذکر و ولادت قرآن میں کیا ہے یا نہیں۔

آدم علیہ السلام کی پیدائش

101 وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلٰٓصَالٍ مِّنْ حَمَآءٍ مَّسْنُوٰنٍ ﴿۲۸﴾ (حجر)

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بھٹی مٹی سے، جو بد بو دار سیاہ گارے سے ہے۔ {کنز الایمان}

102 وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوۡۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنۢ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ (بقرہ)

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، بولے: کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلانے، اور خونریزیاں کرے؛ اور ہم تجھے سزا دیتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں، فرمایا: مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔ {کنز الایمان}

خلیفہ، احکام و اوامر کے اجراء و دیگر تصرفات میں اصل کا نائب ہوتا ہے۔ یہاں خلیفہ سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں، اگرچہ اور تمام انبیاء بھی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں فرمایا:

103 " يَاۤاٰدَا وَاٰدَاۤاِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ "

فرشتوں کو خلافتِ آدم کی خبر اس لیے دی گئی کہ وہ ان کے خلیفہ بنائے جانے کی

حکمت، دریافت کر کے معلوم کر لیں، اور ان پر خلیفہ کی عظمت و شان ظاہر ہو، کہ ان کو پیدائش سے قبل ہی خلیفہ کا لقب عطا ہوا، اور آسمان والوں کو ان کی پیدائش کی بشارت دی گئی۔

مسئلہ: اس میں بندوں کو تعلیم ہے کہ وہ کام سے پہلے مشورہ کیا کریں، اور اللہ تعالیٰ

اس سے پاک ہے کہ اس کو مشورہ کی حاجت ہو۔ {خزائن العرفان}

موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

104 وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ فَاذًا خِفَتْ عَلَيْهِ فَالْقِيَهُ فِي
الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَآئُوهُ إِلَيْكَ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۰۴﴾
(قصص)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا، پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے، اور نہ ڈر، اور نہ غم کر، بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے، اور اسے رسول بنا لیں گے۔ {کنز الایمان}

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام یوحانہ ہے؛ آپ لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہیں؛ اللہ تعالیٰ نے ان کو خواب کے، یا فرشتے کے ذریعہ، یا ان کے دل میں ڈال کر الہام فرمایا۔

چنانچہ وہ چند روز آپ کو دودھ پلاتی رہیں؛ اس عرصہ میں نہ آپ روتے تھے، نہ ان کی گود میں کوئی حرکت کرتے تھے؛ نہ آپ کی ہمشیرہ کے سوا، اور کسی کو آپ کی ولادت کی اطلاع تھی۔

(پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو) کہ ہمسایہ واقف ہو گئے ہیں؛ وہ غمازی اور چغل خوری کریں گے؛ اور فرعون اس فرزندِ ارجمند کے قتل کے درپے ہو جائے گا، تو اسے دریا یعنی نیل مصر میں بے خوف و خطر ڈال دے، اور اس کے غرق و ہلاک کا اندیشہ نہ کر۔

لہذا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تین ماہ دودھ پلایا، اور جب آپ کو فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا، تو ایک صندوق میں رکھ کر (جو خاص طور پر اس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا) شب کے وقت دریائے نیل میں بہا دیا۔ {خزائن العرقان}

105 تا 106 فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِبِينَ ﴿٨﴾ وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قَرَّتْ عَيْنِي لِئَیْ وَلكَ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ اَنْ يَنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾ (قصص)

تو اسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے، کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو، بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر، خطا کار تھے، اور فرعون کی بی بی نے کہا: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں نفع دے، یا ہم اسے بیٹا بنا لیں، اور وہ بے خبر تھے۔ {کنز الایمان}

فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کے درغلانے سے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا۔ فرعون کی بی بی آسیہ بہت نیک بی بی تھیں؛ انبیاء کی نسل سے تھیں؛ غریبوں اور مسکینوں پر رحم و کرم کرتی تھیں؛ انہوں نے فرعون سے کہا کہ یہ بچہ سال بھر سے زیادہ عمر کا معلوم ہوتا ہے، اور تو نے اس سال کے اندر پیدا ہونے والے بچوں کے قتل کا حکم دیا ہے؛ علاوہ بریں، معلوم نہیں یہ بچہ دریا میں کس سرزمین سے آیا؛ تجھے جس بچہ کا اندیشہ ہے، وہ اسی تلک کے بنی اسرائیل سے بتایا گیا ہے؛ آسیہ کی یہ بات ان لوگوں نے مان لی۔ {خزائن العرقان}

107 وَاصْبَحْ فُؤَادًا لِّمُوسَىٰ فَرَغَّابًا اِنَّ كَاذِبًا لِّتُبَدِّیْ بِهٖ لَوْلَا اَنْ رَّبَّنَا عَلٰی قَلْبِهَا لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠﴾ (قصص)

اور صبح کو موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا؛ ضرور قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول دیتی، اگر ہم نہ ڈھارس بندھاتے اس کے دل پر؛ کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین

سہ۔ {کنز الایمان}

108 وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ قَبَضَتْ يَدَهُ عَنْ جُنْبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١١٢﴾ (قصص)

(ابو اس کی ماں نے) اس کی سکن سے کہا: اس کے پیچھے چلی جا، تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی۔ ابو اس کنز تھی۔ {کنز الایمان}

109 وَحَرِّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُوْنَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَصِيبٌ ﴿١١٣﴾ (قصص)

ابو ہم نے پہلے ہی سب دایاں اس پر حرام کر دی تھیں، تو بولی: کیا میں تمہیں بتا دوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچے کو پال دیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں۔ {کنز}

110 فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ فَمَا تَعَرَّ عَيْنَاهَا وَلَا تَحْزَنُ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١١٤﴾ (قصص)

تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف پھیرا، کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو، اور غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے {کنز الایمان}

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

111 اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يَبۡتَرِكُ بِكَلِمَتِهٖ مِنْهُ اِسْمُهٗ الْمَسِيۡحَ عِيسٰى ابْنِ مَرْيَمَ وَجِيۡهًا فِى النَّبَاِ وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيۡنَ ﴿١١٥﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهۡدِ وَكَهۡلًا وَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿١١٦﴾
قَالَتْ رَبِّ اِنِّىۡ يَكُوۡنُ لِيۡ وَلَدٌ وَّلَاۤ اَدۡرِىۡ بِسَمٰٓئِۡ بِشَرِّ قَالِ كَذٰلِكَ اَنۡدِىۡ اَللّٰهُ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰى اَمۡرًاۤ اَقَامَ مَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿١١٧﴾ وَيُعَلِّمُهٗ الْكِتٰبَ وَالحِكْمَةَ وَالتَّوۡرٰتَ وَالْاِنۡجِيۡلَ ﴿١١٨﴾ وَرَسُوۡلًا اِلٰى بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِنِّىۡ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ مِنۡ رَبِّكُمۡ اِنِّىۡ اَخۡلَقُ لَكُمۡ مِنَ الطَّيۡنِ كَهَيۡئَةِ الطَّيۡرِ فَاَنۡفُخُ

فَيُوفِيكُمْ ظِيْرًا يَأْتِيَنِ اللَّهُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ وَأَلِيمٌ ﴿٧٦﴾
 وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ مُمِيْنِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَمَصِيْقًا لِيَأْتِيَنَّ يَدِيْكَ مِنَ التَّوْرَةِ وَلَا حِجْلَ لَكُمْ
 بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّيْكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ
 أَطِيعُوْنَ ﴿٧٨﴾ إِنَّ اللَّهَ رَبِّيْ وَرَبِّيْكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ ﴿٧٩﴾
 فَلَمَّا أَحْسَسَ عِيْسَى مِنْهُمْ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْخَوَارِجِيُّوْنَ
 نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ أَمَّا يَا لَلَّذِي شَهِدْنَا بِأَنَّكَ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٠﴾ (آل عمران)

اور یاو کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا: اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے
 اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا ہوگا دنیا اور آخرت میں
 اور قرب والا اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوگا:
 یولی: اے میرے رب! میرے بچے کہاں سے ہوگا: مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ لگایا فرمایا:
 اللہ یوں ہی پیدا کرتا ہے جو چاہے: جب کسی کام کا حکم فرمائے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ
 ہو جائے وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

اور اللہ اُسے سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریٰ اور انجیل: اور رسول ہوگا نبی
 امرائیل کی طرف، یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک تکلفی لایا ہوں تمہارے رب کی
 طرف سے، کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک
 مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شکار بناتا ہوں یا صورت ادا دے اور
 پیدا داغ والے کو: اور میں غروبے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بناتا ہوں جو تم
 کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھے ہو: بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے
 بڑی تکلفی ہے اگر تم ایمان نہ رکھتے ہو اور تصدیق نہ کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب
 توریٰ کی: اور اس لیے کہ حلال کروں تمہارے لیے کچھ چیزیں جو تم پر حرام تھیں: اور

میں تمہارے پاس تمہارے سب کی طرف سے تسکینی لایا جوں: تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو، بے شک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے۔ تو اسی کو پوجو، یہ ہے سیدھا راستہ: پھر جب عیسیٰ نے اُن سے کفر بایا، بولاد: کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف؟ حواریوں نے کہا: ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے: اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ {کنز الایمان}

(میں تمہارے پاس ایک تسکینی لایا جوں) جو میرے حوالے تہوت کے صدق کی دلیل ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تہوت کا دعویٰ کیا، اور حجرات دکھائے، تو لوگوں نے درخواست کی کہ آپ ایک چمکاٹ پیدا کریں: آپ نے مٹی سے چمکاٹ کی صورت بنائی، پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی۔

چمکاٹ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اڑنے والے جانوروں میں بہت اکل اور عجیب تر ہے، اور قدرت پر دلالت کرتے ہیں، اوروں سے اسلخ، کیونکہ وہ بغیر پروں کے تو اڑتی ہے، اور دانت رکھتی ہے، اور تپتی ہے، اور اس کی مادہ کے چھاتی ہوتی ہے، اور بچہ جنتی ہے، یا وجود یکہ اڑنے والے جانوروں میں یہ یا نہیں ہیں۔

(میں عقائد بتا ہوں پسیدہ داغ (مرض) والے کو) جس کا مرض عام ہو گیا ہو، اور اطباء اس کے علاج سے عاجز ہوں۔ چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب اچھا عروج پر تھی، اور اس کے ماہرین امر علاج میں یرطولی رکھتے تھے، اس لیے اُن کو اسی قسم کے جڑے دکھائے گئے، تاکہ معلوم ہو کہ طب کے طریقہ سے جس کا علاج ممکن نہیں ہے، اس کو خدمت کرو، یہ یقیناً حجاز اور تی کے صدق تہوت کی دلیل ہے۔

دوب کا قول ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک ایک دن میں بچاں بچاں ہزار امر لیسوں کا اجتماع ہو جاتا تھا، ان میں جو چل سکتا تھا، وہ حاضر خدمت ہوتا تھا، اور جسے چلنے کی طاقت نہ ہوتی، اس کے پاس خود حضرت تشریف لے جاتے، اور وہ حاضر بنا کر

اس کو تندرست کرتے، اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی شرط کر لیتے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار شخصوں کو زندہ کیا۔
ایک عازر، جس کو آپ کے ساتھ انتقال تھا؛ جب اس کی حالت نازک ہوئی تو
اس کی بہن نے آپ کو اطلاع دی، مگر وہ آپ سے تین روز کی مسافت کے فاصلہ پر تھا،
جب آپ تین روز میں وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس کے انتقال کو تین روز ہو چکے، آپ نے
اس کی بہن سے فرمایا: ہمیں اس کی قبر پر لے جلاؤ، وہ لے گئی، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا
فرمائی، عازر بہ اذن الہی زندہ ہو کر قبر سے باہر آیا، حضرت تک زندہ رہا، اور اس کے اولاد
ہوئی۔

ایک بڑھیا کا لڑکا، جس کا جنازہ حضرت کے سامنے جا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کے لیے دعا فرمائی؛ وہ زندہ ہو کر نعش برداروں کے کندھوں سے اتر پڑا، کپڑے پہنے،
گھر آیا؛ زندہ رہا؛ اولاد ہوئی۔

ایک عاشر کی لڑکی، شام کو مری؛ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے
اس کو زندہ کیا۔

ایک سام بن نوح، جن کی وفات کو ہزاروں برس گزر چکے تھے؛ لوگوں نے
خواہش کی کہ آپ ان کو زندہ کریں؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ننگا ہی سے قبر پر پہنچے اور اللہ
تعالیٰ سے دعا کی؛ سام نے سنا، کوئی کہنے والا کہتا ہے: اَجِبْتُ رُوحَ اللّٰهِ بِسَمْعِیْ وَرَہ
مرعوب اور خوف زدہ اٹھ کھڑے ہوئے؛ اور انہیں گمان ہوا کہ قیامت قائم ہو گئی؛ اس ہول
سے ان کا نصف سر سفید ہو گیا؛ پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے؛ اور انہوں نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ دوبارہ انہیں سکرات موت کی تکلیف نہ ہو، پھر
اس کے واپس کیا جائے؛ چنانچہ اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔

اور باذن اللہ فرمانے میں روئے تھلائی (عیسائیوں) کا، جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی الوہیت (الہ) (معبود) ہونے کے قائل تھے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیاروں کو اچھا کیا، اور مردوں کو زندہ کیا، تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تو جادو ہے، اور کوئی معجزہ دکھائیے؛ تو آپ نے فرمایا کہ جو تم کھاتے ہو اور جو حج کر رکھے ہو میں اس کی تمہیں خبر دیتا ہوں؛ اسی سے ثابت ہوا کہ غیب کے علوم انبیاء کا معجزہ ہیں؛ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک پر یہ معجزہ بھی ظاہر ہوا؛ آپ علیہ السلام آدی کو بتا دیتے تھے جو وہ کل کھا چکا، اور جو آج کھائے گا، اور جو اگلے وقت کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ آپ علیہ السلام کے پاس بچے بہت سے جمع ہو جاتے تھے؛ آپ انہیں بتاتے تھے کہ تمہارے گھر فلاں چیز تیار ہوئی ہے؛ تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے؛ فلاں چیز تمہارے لیے اٹھا رکھی ہے؛ بچے گھر جاتے؛ روتے؛ گھر والوں سے وہ چیز مانگتے؛ گھر والے وہ چیز دیتے؛ اور ان سے کہتے کہ تمہیں کس نے بتایا؟ بچے کہتے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے؛ تو لوگوں نے اپنے بچوں کو آپ علیہ السلام کے پاس آنے سے روکا اور کہا: وہ جادو گر ہیں، ان کے پاس نہ بیٹھو؛ اور ایک مکان میں سب بچوں کو جمع کر دیا؛ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچوں کو تلاش کرتے تشریف لائے، تو لوگوں نے کہا: وہ یہاں نہیں ہیں؛ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر اس مکان میں کون ہے؟ انہوں نے کہا: سور ہیں؛ فرمایا: ایسا ہی ہوگا؛ اب جو دروازہ کھولتے ہیں تو سب سور ہی سور تھے۔ الحاصل، غیب کی خبریں دینا انبیاء کا معجزہ ہے، اور بے وساطت انبیاء علیہم السلام کوئی بشر امور غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا۔

(حلال کروں تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں) جو شریعت سیدنا موسیٰ علیہ السلام میں حرام تھیں، جیسے کراؤٹ کے گوشت، محلی اور کچھ پرندے۔

”بے شک اللہ میرا رب ہے“ کہا، کہ یہ اپنی عبیدت (عبد) (بندہ) ہونے کا اقرار، اور اپنی ربوبیت (رب ہونے) کی نفی ہے؛ اس میں نصلائی کارو ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ اپنے کفر پر قائم ہیں؛ اور آپ کے

قتل کا ارادہ رکھتے ہیں؛ اور اتنی آیاتِ باہرات اور معجزات سے اثر پذیر نہیں ہوئے؛ اور اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے پہچان لیا تھا کہ آپ ہی وہ مسیح ہیں جن کی توریت میں بشارت دی گئی ہے؛ اور آپ ان کے دین کو منسوخ کریں گے؛ تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعوت کا اظہار فرمایا، تو یہ ان پر بہت شاق گزرا؛ اور وہ آپ کے ایذا و قتل کے درپے ہوئے؛ اور آپ کے ساتھ انہوں نے کفر کیا۔

حواری وہ مخلصین ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے مددگار تھے، اور آپ علیہ السلام پر اول ایمان لائے؛ یہ بارہ اشخاص تھے۔

مسئلہ: اس آیت سے ایمان و اسلام کے ایک ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے؛ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انبیاء کا دین اسلام تھا؛ نہ کہ یہودیت و نصرانیت۔

کفار بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا، کہ دھوکے کے ساتھ آپ کے قتل کا انتظام کیا، اور اپنے ایک شخص کو اس کام پر مقرر کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے مکر کا یہ بدلہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھالیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبہت اُس شخص پر ڈال دی جو اُن کے قتل کے لیے آمادہ ہوا تھا؛ چنانچہ یہود نے اس کو اسی شبہ پر قتل کر دیا۔

مسئلہ: لفظ مکر لغتِ عرب میں ستر یعنی پوشیدگی کے معنی میں ہے، اسی لیے خفیہ تدبیر کو بھی مکر کہتے ہیں؛ اور وہ تدبیر اگر اچھے مقصد کے لیے ہو تو محمود، اور کسی قبیح غرض کے لیے ہو تو مذموم ہوتی ہے؛ مگر اُردو زبان میں یہ لفظ فریب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے؛ اس لیے ہرگز شانِ الہی میں نہ کہا جائے گا؛ اور اب چونکہ عربی میں بھی بمعنی خداع (دھوکا دہی) کے معروف ہو گیا ہے؛ اس لیے عربی میں بھی شانِ الہی میں اس کا اطلاق جائز نہیں؛ آیت میں جہاں کہیں وارد ہوا، وہ خفیہ تدبیر کے معنی میں ہے۔

دوبارہ بیان ولادتِ عیسیٰ علیہ السلام

119 تا 128 وَاذْكَرُ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ اتَّيَبَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمَسِّنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّئُ وَلِنَجْعَلَ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَلَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًّا مَنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسْقِطُ عَلَيْكَ رَطْبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ (مریم)

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو، جب اپنے گھر والوں سے پورب (مشرق) کی طرف ایک جگہ الگ گئی، تو ان سے ادھر ایک پردہ کر لیا؛ تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا؛ وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا؛ بولی: میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے، بولا: میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں؛ بولی: میرے لڑکا کہاں سے ہوگا، مجھے تو نہ کسی آدمی نے ہاتھ لگایا، نہ میں بدکار ہوں؛ کہا: یونہی ہے، تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے؛ اور اس لیے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں؛ اور اپنی طرف سے ایک رحمت؛ اور یہ کام ٹھہر چکا ہے۔

اب مریم نے اسے پیٹ میں لیا؛ پھر اسے لیے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی؛ پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا؛ بولی: ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مر گئی

ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی! تو اسے اس کے تلے (نیچے) سے پکارا کہ غم نہ کھا، بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہا دی ہے؛ اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا، تجھ پر تازی پتی کھجوریں گریں گی۔ {کنز الایمان}

اے سید انبیاء! (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کریم میں حضرت مریم کا واقعہ پڑھ کر ان لوگوں کو سنائیے، تاکہ انہیں ان کا حال معلوم ہو۔

سیدہ مریم رضی اللہ عنہا اپنے مکان میں، یابیت المقدس کی شرقی جانب میں، لوگوں سے جدا ہو کر عبادت کے لیے خلوت میں بیٹھیں؛ اپنے اور گھر والوں کے درمیان پردہ کر لیا؛ جبریل علیہ السلام تشریف لائے، اور بتایا کہ یہی منظور الہی ہے کہ تمہیں بغیر مرد کے چھوئے ہی لڑکا عنایت فرمائے، اور اس نشانی سے اپنی قدرت کی برہان ظاہر کرے۔

اور رحمت ان کے لیے جو اس کے دین کا اتباع کریں؛ اس پر ایمان لائیں۔
أَمْرًا مَّقْضِيًّا سے مراد یہ ہے کہ علم الہی میں فیصلہ ہو چکا؛ اب نہ رد ہو سکتا ہے، نہ بدل سکتا ہے۔ جب حضرت مریم کو اطمینان ہو گیا؛ اور ان کی پریشانی جاتی رہی؛ تو سیدنا جبریل علیہ السلام نے ان کے گریبان میں، یا آستین میں، یا دامن میں، یا منہ میں دم کیا، اور بقدرت الہی فی الحال حاملہ ہو گئیں؛ اس وقت حضرت مریم کی عمر تیرہ سال یا دس سال کی تھی۔
(اب مریم نے اسے پیٹ میں لیا، پھر اسے لئے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی)

اپنے گھر والوں سے؛ اور وہ جگہ بیت اللحم تھی۔ وہب کا قول ہے کہ سب سے پہلے جس شخص کو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے حمل کا علم ہوا، وہ ان کا چچا زاد بھائی یوسف نجار تھا، جو مسجد بیت المقدس کا خادم تھا، اور بہت بڑا عابد شخص تھا؛ اس کو جب معلوم ہوا کہ مریم حاملہ ہیں تو نہایت حیرت ہوئی؛ جب چاہتا تھا کہ ان پر تہمت لگائے، تو ان کی عبادت و تقویٰ، ہر وقت کا حاضر رہنا، کسی وقت غائب نہ ہونا، یاد کر کے خاموش ہو جاتا تھا؛ اور جب حمل کا خیال کرتا تھا، تو ان کو بڑی سمجھنا مشکل معلوم ہوتا تھا؛ بالآخر اس نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرے دل

میں ایک بات آئی ہے؛ ہر چند چاہتا ہوں کہ زبان پر نہ لاؤں، مگر اب صبر نہیں ہوتا ہے؛ آپ اجازت دیجئے کہ میں کہہ گزروں، تاکہ میرے دل کی پریشانی رفع ہو؛ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اچھی بات، کہو! تو اس نے کہا: اے مریم! مجھے بتاؤ کہ کیا کھیتی بغیر تخم، اور درخت بغیر بارش کے، اور بچہ بغیر باپ کے ہو سکتا ہے؟ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں! تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو سب سے پہلے کھیتی پیدا کی بغیر تخم ہی کے پیدا کی، اور درخت اپنی قدرت سے بغیر بارش کے اگائے، کیا تو یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پانی کی مدد کے بغیر درخت پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ یوسف نے کہا: میں یہ تو نہیں کہتا، بے شک میں اس کا قائل ہوں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے، جسے کُن فرمائے، وہ ہو جاتی ہے؛ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بی بی کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا؛ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے اس کلام سے یوسف کا شبہ رفع ہو گیا؛ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا حمل کے سبب سے ضعیف ہو گئیں تھیں، اس لیے وہ خدمت مسجد میں ان کی نیابت انجام دینے لگا؛ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو الہام کیا کہ وہ اپنی قوم سے علیحدہ چلی جائیں؛ اس لیے وہ بیت اللحم میں چلی گئیں۔

کھجور کا درخت جنگل میں خشک ہو گیا تھا؛ وقت تیز سردی کا تھا؛ آپ رضی اللہ عنہا اس درخت کی جڑ میں آئیں تاکہ اس سے ٹیک لگائیں؛ اور فضیحت کے اندیشہ سے بولیں:

”ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی!“

جبریل علیہ السلام نے وادی کے نشیب سے آواز دی کہ تو غم نہ کر، اپنی تنہائی کا، اور کھانے پینے کی کوئی چیز موجود نہ ہونے کا، اور لوگوں کی بدگوئی کرنے کا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یا حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو آب شیریں کا ایک چشمہ جاری ہو گیا؛ اور کھجور کا درخت سرسبز ہو گیا؛ پھل لایا؛ وہ پھل پختہ اور رسیلہ ہو گئے؛ اور حضرت

مریم رضی اللہ عنہا سے کہا گیا: ”کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا، تجھ پر تازی پتی کھجوریں گریں گی، جو زچہ کے لیے بہترین غذا ہیں؛“ تو کھا اور پی، اور آنکھ ٹھنڈی رکھ، اپنے فرزند عیسیٰ سے؛ ”پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے، کہ تجھ سے بچے کے متعلق دریافت کرتا ہے؛“ تو کہہ دینا میں نے آج رحمن کا روزہ مانا ہے، تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی، پہلے زمانہ میں بولنے اور کلام کرنے کا بھی روزہ ہوتا تھا، جیسا کہ ہماری شریعت میں کھانے اور پینے کا روزہ ہوتا ہے؛ ہماری شریعت میں چپ رہنے کا روزہ منسوخ ہو گیا۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو سکوت کی نذر ماننے کا اس لیے حکم دیا گیا تا کہ کلام حضرت عیسیٰ فرمائیں؛ اور ان کا کلام حجتِ قویہ ہو، جس سے تہمت زائل ہو جائے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے:

مسئلہ: **مَسْفِيَّة** (بے وقوف) کے جواب میں سکوت و اعراض چاہیے۔

جواب جاہلاں باشد خموشی

مسئلہ: کلام کو افضل شخص کی طرف تفویض (سپرد) کرنا اولیٰ ہے، حضرت مریم

رضی اللہ عنہا نے یہ بھی اشارہ سے کہا کہ میں کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

”تو اسے گود میں لیے اپنی قوم کے پاس آئی، جب لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا

کو دیکھا کہ ان کی گود میں بچہ ہے، تو روئے اور غمگین ہوئے؛ کیوں کہ وہ صالحین کے

گھرانے کے لوگ تھے؛ اور ”بولے: اے مریم! بے شک تو نے بہت بڑی بات کی؛ اے

ہارون کی بہن! تیرا باپ برا آدمی نہ تھا، اور نہ تیری ماں بدکار،

”ہارون“ یا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بھائی کا نام تھا؛ یا بنی اسرائیل میں کسی اور

نہایت بزرگ اور صالح شخص کا نام تھا، جن کے تقویٰ اور پرہیزگاری سے تشبیہ دینے کے

لیے ان لوگوں نے حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہا؛ یا حضرت ہارون برادرِ حضرت موسیٰ

علیہ السلام ہی کی طرف نسبت کی؛ باوجودیکہ ان کا زمانہ بہت بعید تھا، اور ہزار برس کا عرصہ ہو

چکا تھا، مگر چونکہ یہ ان کی نسل سے تھیں، اس لیے ہارون کی بہن کہہ دیا؛ جیسا کہ عربوں کا

مخاورہ ہے کہ وہ تمہیں کو یا آخا تمہیں کہتے ہیں۔

(لوگوں کی باتیں سن کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے بچے کی طرف اشارہ کیا) کہ جو کچھ کہنا ہے خود ان سے کہو؛ اس پر قوم کے لوگوں کو غصہ آیا اور وہ بولے: ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے؟ اُن کی یہ گفتگو سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پینا چھوڑ دیا؛ اور اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر قوم کی طرف متوجہ ہوئے؛ اور داہنے دست مبارک سے اشارہ کر کے کلام شروع کیا؛ فرمایا: میں ہوں اللہ کا بندہ، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) بنایا۔

آپ علیہ السلام نے پہلے اپنے بندہ ہونے کا اقرار فرمایا، تاکہ کوئی انہیں خدا، اور خدا کا بیٹا نہ کہے، چوں کہ آپ کی نسبت یہ تہمت لگائی جانے والی تھی، اور یہ تہمت اللہ تبارک و تعالیٰ پر لگتی تھی، اس لیے منصب رسالت کا اقتضاء یہی تھا کہ والدہ کی براءت بیان کرنے سے پہلے اس تہمت کو رفع فرمادیں جو اللہ تعالیٰ کے جناب پاک میں لگائی جائے گی؛ اور اسی سے وہ تہمت بھی رفع ہو گئی جو والدہ پر لگائی جاتی؛ کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس مرتبہ عظیمہ کے ساتھ جس بندے کو نوازتا ہے، بالیقین اس کی ولادت اور اس کی سرشت نہایت پاک و طاہر ہوتی ہے۔

حسن کا قول ہے کہ آپ علیہ السلام بطین والدہ ہی میں تھے کہ آپ علیہ السلام کو توریت کا الہام فرمادیا گیا تھا؛ اور پالنے میں تھے جب آپ علیہ السلام کو نبوت عطا کر دی گئی؛ اور اس حالت میں آپ علیہ السلام کا کلام فرمانا، آپ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ بعض مفسرین نے آیت کے معنی میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ نبوت اور کتاب ملنے کی خبر تھی، جو عنقریب آپ علیہ السلام کو ملنے والی تھی۔

آپ علیہ السلام کے اوصاف بیان ہوئے کہ آپ لوگوں کے لیے نفع پہنچانے والے، اور خیر کی تعلیم دینے والے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید کی دعوت دینے والے ہیں۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کلام فرمایا تو لوگوں کو حضرت مریمؑ کی براءت و طہارت کا یقین ہو گیا؛ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنا فرما کر خاموش ہو گئے؛ اور اس کے بعد کلام نہ کیا جب تک کہ اس عمر کو پہنچے جس میں بچے بولنے لگتے ہیں۔ {خزائن العرفان}

129 تا 137 فَكَلِمَةٍ وَاشْرَيْتُ وَقَرِي عَيْنًا فَمَا تَرِينَ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا
فَقَوْلِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾
فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْبِلُهُ قَالُوا يَمْرُئِمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾
يَأْخُذُ هُرُونَ مَا كَانَ أَبُوكَ أَمْرًا سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكَ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾
فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾
قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَنِي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبْرَكًا
أَيْنَ مَا كُنْتُ ۗ وَأَوْصَيْتُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَ
بِرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ
وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ
مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ (مریم)

تو کھا اور پی، اور آنکھ ٹھنڈی رکھ؛ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے، تو کہہ دینا میں نے
آج رحمن کا روزہ مانا ہے، تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی؛ تو اسے گو د میں لیے
اپنی قوم کے پاس آئی؛ بولے: اے مریم! بے شک تو نے بہت بڑی بات کی؛ اے ہارون
کی بہن! تیرا باپ برا آدمی نہ تھا، اور نہ تیری ماں بدکار؛ اس پر مریم نے بچے کی طرف
اشارہ کیا؛ وہ بولے: ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے؟ بچہ نے فرمایا: میں
ہوں اللہ کا بندہ؛ اس نے مجھے کتاب دی؛ اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا؛ اور
اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں؛ اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں؛
اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا؛ اور مجھے زبردست بد بخت نہ کیا؛ اور سلامتی ہو مجھ

پر، جس دن میں پیدا ہوا؛ اور جس دن مروں گا؛ اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا؛ وہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا؛ سچی بات جس میں شک کرتے ہیں۔ {کنز الایمان}

سیدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش

138 تا 140 اِذْ قَالَتْ امْرَاَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْۤ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰیؕ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَؕ وَ اِنِّیْ اَعِیْنُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْبِعْرَابِ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ؕ قَالَ بِمَرِّمٍ اَنْیٰ لَكَ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ (آل عمران)

جب عمران کی بی بی نے عرض کی: اے رب میرے! میں تیرے لیے منت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے، کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے، تو تو مجھ سے قبول کر لے، بے شک تو ہی ہے سنا جانتا؛ پھر جب اُسے جنا، بولی: اے رب میرے! یہ تو میں نے لڑکی جنی؛ اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی؛ اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں؛ اور میں نے اس کا نام مریم رکھا؛ اور میں اُسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے؛ تو اُسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا؛ اور اُسے اچھا پروان چڑھایا؛ اور اُسے زکریا کی نگہبانی میں دیا؛ جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے، اس کے پاس نیا رزق پاتے؛ کہا: اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ بولیں: وہ اللہ کے پاس سے ہے، بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔ {کنز الایمان}

عمران دو ہیں: ایک عمران بن بصہر بن فہس بن لاوی بن یعقوب؛ یہ حضرت

موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے والد ہیں؛ دوسرے عمران بن ماثان؛ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم کے والد ہیں؛ دونوں عمر انوں کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہے؛ یہاں دوسرے عمران مراد ہیں؛ ان کی بی بی صاحبہ کا نام حنہ بنت فاقوذا ہے؛ یہ مریم کی والدہ ہیں۔
(خالص تیری ہی خدمت میں رہے) اور تیری عبادت کے سوا دنیا کا کوئی کام اس کے متعلق نہ ہو؛ بیت المقدس کی خدمت اس کے ذمہ ہو۔

علماء نے واقعہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت زکریا و عمران دونوں ہم زلف تھے؛ فاقوذا کی دختر ایشاع، جو حضرت یحییٰ کی والدہ ہیں، اور ان کی بہن حنہ، جو فاقوذا کی دوسری دختر اور حضرت مریم کی والدہ ہیں، وہ عمران کی بی بی تھیں؛ ایک زمانہ تک حنہ کے اولاد نہیں ہوئی؛ یہاں تک کہ بڑھاپا آ گیا اور مایوسی ہو گئی؛ یہ صالحین کا خاندان تھا؛ اور یہ سب لوگ اللہ کے مقبول بندے تھے؛ ایک روز حنہ نے ایک درخت کے سایہ میں ایک چڑیا دیکھی جو اپنے بچہ کو بھرا رہی تھی؛ یہ دیکھ کر آپ کے دل میں اولاد کا شوق پیدا ہوا؛ اور بارگاہِ الہی میں دعا کی کہ یا رب! اگر تو مجھے بچہ دے تو میں اس کو بیت المقدس کا خادم بناؤں، اور اس خدمت کے لیے حاضر کر دوں؛ جب وہ حاملہ ہوئیں اور انہوں نے یہ نذر مان لی، تو ان کے شوہر نے فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا، اگر لڑکی ہوگی تو وہ اس قابل کہاں ہے؛ اس زمانہ میں لڑکوں کو خدمت بیت المقدس کے لیے دیا جاتا تھا؛ اور لڑکیاں عوارض نسائی اور زنانہ کمزوریوں اور مردوں کے ساتھ نہ رہ سکنے کی وجہ سے اس قابل نہیں سمجھی جاتی تھیں اس لیے ان صاحبوں کو شدید فکر لاحق ہوئی؛ اور حنہ کے وضع حمل سے قبل عمران کا انتقال ہو گیا۔

حنہ نے یہ کلمہ ”میں نے لڑکی جنی“، اعذار کے طور پر کہا؛ اور ان کو حسرت و غم ہوا کہ لڑکی ہوئی تو نذر کس طرح پوری ہو سکے گی۔

(وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں) کیوں کہ یہ لڑکی اللہ کی عطا ہے، اور اس کے فضل سے، فرزند سے زیادہ فضیلت رکھنے والی ہے؛ یہ صاحب زادی حضرت مریم رضی اللہ عنہا

تھیں؛ اور اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے اجمل و افضل تھیں۔ مریم کے معنی عابدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہند میں لڑکے کی جگہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو قبول فرمایا؛ حنہ نے ولادت کے بعد حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا؛ یہ احبار حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں تھے، اور بیت المقدس میں ان کا منصب ایسا تھا جیسا کہ کعبہ شریف میں جبہ کا؛ چونکہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا ان کے امام اور ان کے صاحب قربان کی دختر تھیں؛ اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بہت اعلیٰ اور اہل علم کا خاندان تھا؛ اس لیے ان سب نے، جن کی تعداد ستائیس تھی، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو لینے، اور ان کا تکفل (کفالت) کرنے کی رغبت کی؛ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا: میں ان کا سب سے زیادہ حقدار ہوں، کیوں کہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں؛ معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے؛ قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام ہی کے نام پر نکلا۔

(اور اُسے اچھا پروان چڑھایا)، حضرت مریم رضی اللہ عنہا ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا اور بچے ایک سال میں۔

(جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے) بے فصل میوے جو جنت سے اترتے؛ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے صغیر سنی میں کلام کیا جب کہ وہ پالنے میں پرورش پا رہی تھیں، جیسا کہ ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی حال میں کلام فرمایا۔

مسئلہ: یہ آیت (آل عمران: 37) کرامات اولیاء کے ثبوت کی دلیل ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر خوارق (خلاف عادت امور) ظاہر فرماتا ہے؛ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو فرمایا: جو ذات پاک مریم کو بے وقت، بے فصل اور بغیر سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے، وہ بے شک اس پر قادر ہے کہ میری بانجھ بی بی کو نئی تندرستی

دے، اور مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں اُمید منقطع ہو جانے کے بعد فرزند عطا کرے؛ بایں خیال آپ نے دعا کی، جس کا اگلی آیت (آل عمران: 38) میں بیان ہے۔ {خزائن} 142, 141 وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ لِمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَ اَصْطَفٰكِ عَلٰٓى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ لِمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ (آل عمران)

اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چُن لیا، اور خوب ستھرا کیا، اور آج سارے جہاں کی عورتوں سے تجھے پسند کیا؛ اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا: اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی، جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹہ، رُو دوار ہوگا دنیا اور آخرت میں اور قرب والا

(چُن لیا) کہا وجود عورت ہونے کے، بیت المقدس کی خدمت کے لیے نذر میں قبول فرمایا؛ اور یہ بات اُن کے سوا کسی عورت کو میسر نہ آئی؛ اسی طرح ان کے لیے جنتی رزق بھیجنا، حضرت زکریا کو ان کا کفیل بنانا، یہ حضرت مریم کی برگزیدگی ہے۔

اور پاک رکھا، مرد رسیدیگی سے اور گناہوں سے؛ اور بقول بعضے، زنانے عوارض سے۔ جہاں کی عورتوں سے پسند کیا، کہ بغیر باپ کے بیٹا دیا اور ملائکہ کا کلام سنوایا۔ اور ایک فرزند کی خوشخبری دی، وہ صاحب جاہ و منزلت، اور بارگاہِ الہی میں قرب والا ہے۔ (خزائن العرفان)

سیدنا محمدی علیہ السلام کا ذکر

146, 143 146, 143 يٰٓيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَ اَتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكُوَّةً وَ كَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَ سَلَّمَ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوْتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ (مریم)

اے بیٹی! کتاب مضبوط تھام؛ اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی؛ اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی (دی)، اور کمال ڈر والا تھا؛ اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا؛ اور زبردست و نافرمان نہ تھا؛ اور سلامتی ہے اُس پر جس دن پیدا ہوا، اور جس دن فوت گا، اور جس دن زندہ اٹھایا جائے گا۔ {کنز}

(بچپن ہی میں نبوت دی) جب کہ آپ ﷺ کی عمر شریف تین سال کی تھی، اس وقت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو عقلِ کامل عطا فرمائی اور آپ کی طرف وحی کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہی قول ہے۔ اور اتنی سی عمر میں فہم و فراست اور کمال عقل و دانش، خوارقِ عادات (خلافِ عادتِ امور) میں سے ہے؛ اور جب بکر مہہ تعالیٰ یہ حاصل ہو، تو اس حال میں نبوت ملنا کچھ بھی بعید نہیں؛ لہذا اس آیت میں حکم سے نبوت مراد ہے، یہی قول صحیح ہے۔

بعض مفسرین نے اس سے حکمت یعنی فہمِ توریت اور فقہ فی الدین بھی مراد لی ہے۔ (خازن و مدارک، کبیر) منقول ہے کہ اس کم سنی کے زمانہ میں بچوں نے آپ کو کھیل کے لیے بلایا تو آپ نے فرمایا: مَا لِلْغَبِّ خُلِقْنَا، ہم کھیل کے لیے پیدا نہیں کئے گئے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ زکوٰۃ سے یہاں طاعت و اخلاص مراد ہے۔ اور آپ خوفِ الہی سے بہت گریہ و زاری کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے رخسار مبارک پر آنسوؤں سے نشان بن گئے تھے۔ آپ نہایت متواضع اور خلیق تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطیع۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مہربانی عطا کی، اور ان کے دل میں رقت و رحمت رکھی کہ لوگوں پر مہربانی کریں۔

پیدائش، موت، اور پھر اٹھنا، یہ تینوں دن بہت اندیشہ ناک ہیں، کیوں کہ ان میں آدمی وہ دیکھتا ہے جو اس سے پہلے اس نے نہیں دیکھا؛ اس لیے ان تینوں موقعوں

پر نہایت وحشت ہوتی ہے؛ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اکرام فرمایا، انہیں ان تینوں موقعوں پر امن و سلامتی عطا کی۔ {خزائن العرفان} یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر

147 تا 150 هُنَالِكَ دَعَا زَكْرِيَّا رَبَّهُ ۗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۗ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْبِحْرَابِ ۗ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلْمٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً قَالَ آيَتُكَ إِلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْرًا وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٤١﴾ (آل عمران)

یہاں پکارا زکریا نے اپنے رب کو، بولا: اے رب میرے! مجھے اپنے پاس سے دے سٹھری اولاد، بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے؛ تو فرشتوں نے اسے آواز دی: (اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا) بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا، جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا، اور سردار، اور ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والا، اور نبی ہمارے خاصوں میں سے، بولا: اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا، مجھے تو پہنچ گیا بڑھاپا، اور میری عورت بانجھ، فرمایا: اللہ یوں ہی کرتا ہے جو چاہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی کر دے! فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے، مگر اشارے سے، اور اپنے رب کی بہت یاد کر، اور کچھ دن رہے اور تڑکے اس کی پاکی بول۔ {کنز الایمان}

151 تا 153 وَزَكْرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿٨٩﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَاهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا

يُسِرُّ عُونَ فِي الْخَيْرِ وَيَدْعُونَ نَارَ رَغْبًا وَدَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَشِيعِينَ ﴿٩٠﴾
وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً
لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩١﴾ (انبیاء)

اور (یاد کرو) زکریا کو، جب اس نے اپنے رب کو پکارا: اے میرے رب! مجھے
اکیلا نہ چھوڑ، اور تو سب سے بہتر وارث؛ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی، اور اسے یحییٰ عطا
فرمایا؛ اور اس کے لیے اس کی بی بی سنواری؛ بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے
تھے؛ اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے؛ اور ہمارے حضور گڑ گڑاتے ہیں؛ اور اس عورت
کو (یاد کرو)، جس نے اپنی پارسائی نگاہ رکھی، تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی، اور اسے
اور اس کے بیٹے کو سارے جہاں کے لیے نشانی بنایا۔ (کنز الایمان)

ایک قول پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد

154 وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ﴿٣﴾ (بلد)

اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم! اور اس کی اولاد کی، کہ تم ہو۔ {کنز الایمان}
ایک قول یہ بھی ہے کہ والد سے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولاد سے آپ
کی امت مراد ہے۔ (حسینی) {خزائن العرفان}
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ والد سے سیدنا عبد اللہ اور ما ولد سے ہمارے آقا و مولا محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہوں۔ بہر صورت، میلاد و مولود کا ذکر ہوا، خواہ کسی کا
بھی ہو، اب ماننا، نہ ماننا، قاری کا اپنا مسئلہ ہے۔

155 وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا
عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ
بِمَا لَا تَهْوَى أُنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ

﴿۸۷﴾ (سورہ بقرہ)

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی، اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے؛ اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں، اور پاک روح سے اس کی مدد کی؛ تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں، تکبر کرتے ہو؛ تو ان میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے، اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔ (کنز الایمان)

کتاب سے تورات مراد ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے تمام عہد مذکور تھے، سب سے اہم عہد یہ تھے کہ ہر زمانہ کے پیغمبروں کی اطاعت کرنا؛ ان پر ایمان لانا؛ اور ان کی تعظیم و توقیر کرنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک، متواتر انبیاء آتے رہے؛ ان کی تعداد چار ہزار بیان کی گئی ہے؛ یہ سب حضرات شریعت موسوی کے محافظ اور اس کے احکام جاری کرنے والے تھے؛ چوں کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کے بعد نبوت کسی کو نہیں مل سکتی، اس لیے شریعت محمدیہ علیہ السلام کی حفاظت و اشاعت کی خدمت ربانی علماء اور مجددین ملت کو عطا ہوئی۔

ان نشانیوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات مراد ہیں، جیسے: مردے زندہ کرنا، اندھے اور برص والے کو اچھا کرنا، پرند پیدا کرنا، غیب کی خبر دینا، وغیرہ۔

روح القدس سے حضرت جبریل علیہ السلام مراد ہیں، کہ روحانی ہیں، وحی لاتے ہیں، جس سے قلوب کی حیات ہے؛ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے پر مامور تھے؛ آپ علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر شریف میں آسمان پر اٹھالیے گئے؛ اس وقت تک حضرت جبریل علیہ السلام سفر و حضر میں کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے۔

تائید روح القدس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جلیل فضیلت ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اُمتیوں کو بھی تائید روح القدس میسر ہوئی؛ صحیح بخاری

وغیرہ میں ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے منبر بچھایا جاتا؛ وہ نعت شریف پڑھتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے فرماتے: "اللَّهُمَّ أَيِّدَهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ" (اور پاک روح سے اُس کی مدد کی) پھر بھی اے یہود! تمہاری سرکشی میں فرق نہ آیا۔ یہود پیغمبروں کے احکام اپنی خواہشوں کے خلاف پا کر انہیں جھٹلاتے، اور موقع پاتے تو قتل کر ڈالتے تھے؛ جیسے کہ انہوں نے حضرت شعبا اور زکریا اور بہت انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا؛ سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی درپے رہے: کبھی آپ پر جادو کیا؛ کبھی زہر دیا؛ طرح طرح کے فریب بہ ارادہ قتل کیے۔

اس آیت میں موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی آمد کا ذکر ہے؛ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ خود ذکر کرتا ہے، اور کروانا چاہتا ہے؛ کیوں کہ قرآن پڑھنا عبادت ہے، اس پر ثواب ملتا ہے۔ (خزائن العرفان)

رب کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے عہد و پیمان لیا
156.157 وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ
ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ
أَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا
مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ
﴿٨٢﴾ (آل عمران)

اور یاد کرو، جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، کہ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا، اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا: کیوں، تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا، فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ، اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، تو جو کوئی اس

کے بعد پھرے، تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ (کنز الایمان)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی، اُن سے سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت عہد لیا؛ اور اُن انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں؛ اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے افضل ہیں۔ (خزائن العرفان)

158 الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَاهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِينَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٨٣﴾ (آل عمران)

وہ جو کہتے ہیں: اللہ نے ہم سے قرار کر لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے، تم فرمادو: مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو، پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا؟ اگر سچے ہو۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول: یہود کی ایک جماعت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا، ہم سے توریت میں عہد لیا گیا ہے کہ جو مدعی رسالت ایسی قربانی نہ لائے جس کو آسمان سے سفید آگ اتر کر کھائے، اس پر ہم ہرگز ایمان نہ لائیں؛ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور ان کے اس کذب محض اور افتراء کا ابطال کیا گیا؛ کیوں کہ اس شرط کا توریت میں نام و نشان بھی نہیں ہے؛ اور ظاہر ہے کہ نبی کی تصدیق کے لیے معجزہ کافی ہے؛ کوئی معجزہ ہو؛ جب نبی نے کوئی معجزہ دکھایا، اس کے صدق پر دلیل قائم ہو گئی؛ اور اس کی تصدیق کرنا اور اس کی نبوت کو ماننا لازم ہو گیا؛ اب کسی خاص معجزہ کا اصرار، نجات قائم ہونے کے بعد، نبی کی تصدیق کا انکار ہے؛ اور جب تم نے یہ نشانی لانے والے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا؛ اور ان پر

ایمان نہ لائے؛ تو ثابت ہو گیا کہ تمہارا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔

یہود کے مقابل انبیاء کا ذکر کر کے ان کا ابطال کیا گیا ہے۔

حضور آگئے ہیں!

159 يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٤٠﴾ (النساء)

اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول (سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے، تو ایمان لاؤ، اپنے بھلے کو، اور اگر تم کفر کرو (اور سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کرو؛ تو اس میں ان کا کچھ ضرر نہیں؛ اور اللہ تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے؛) تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اس آیت میں براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

160 يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ﴿١٤٢﴾ (النساء)

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی (برہان سے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے؛ جن کے صدق پر ان کے معجزے شاہد ہیں) اور منکرین کی عقلوں کو حیران کر دیتے ہیں؛) اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا (یعنی قرآن پاک)۔ (کنز الایمان، خزائن العرفان)

161 يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ

مُبَيِّن ﴿١٥﴾ (مائدہ)

اے کتاب والو! (یہودیو! نصرانیو!) بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول (سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تشریف لائے، کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں، (جیسے کہ آیت رجم، اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف؛ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس کو بیان فرمانا معجزہ ہے؛) اور بہت سی معاف فرماتے ہیں (اور ان کا ذکر بھی نہیں کرتے، نہ ان پر مواخذہ فرماتے ہیں؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی چیز کا ذکر فرماتے ہیں جس میں مصلحت ہو؛) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا؛ کیوں کہ آپ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہِ حق واضح ہوئی) اور روشن کتاب (قرآن شریف)۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

162 يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾ (مائدہ)

اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول (محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تشریف لائے، کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں، بعد اس کے کہ رسولوں کا آئنا مدتوں بند رہا تھا: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک پانچ سو انہتر برس کی مدت نبی سے خالی رہی؛ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی منت کا اظہار فرمایا جاتا ہے، کہ نہایت حاجت کے وقت تم پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت بھیجی گئی؛ اور اس میں الزامِ حجت و قطعِ عذر بھی ہے، اب یہ کہنے کا موقع نہ رہا کہ ہمارے پاس تنبیہ کرنے والے تشریف نہ لائے؛) کہ تم کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا، تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں؛ اور اللہ کو سب قدرت ہے۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

163 لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ (توبہ)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے؛ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان۔ (کنز الایمان)

(رسول) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی قرشی، جن کے حسب و نسب کو تم خوب پہچانتے ہو، کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں؛ اور تم ان کے صدق و امانت، زہد و تقویٰ، طہارت و تقدس اور اخلاق حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو؛ اور ایک قراءۃ میں "أَنْفُسِكُمْ" بفتح فا آیا ہے؛ اس کے معنی ہیں: تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف و افضل۔

اس آیت کریمہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری یعنی آپ کے میلاد مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ سید عالم ﷺ نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کر کے فرمایا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنے دو ناموں (رءوف اور رحیم) سے مشرف فرمایا؛ یہ کمال تکریم ہے اس سرورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی (خزائن)

وہ نامی کہ نام خدا نام تیرا رءوف و رحیم و علیم و علی ہے

164 قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّٰ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ۝ (یونس: ۱۰۸)

تم فرماؤ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا، تو جو راہ پر آیا وہ اپنے بھلے کو راہ پر آیا، اور جو بہکا وہ اپنے بُرے کو بہکا، اور کچھ میں (تم پر) کڑوڑا

(نگران) نہیں۔ (کنز الایمان)

حق سے یہاں قرآن مراد ہے، یا اسلام، یا سید عالم ﷺ۔ (خزائن)
جہنمیوں کی چیخ و پکار

165 وَ هُمْ يَصْطَرِحُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَبِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمْ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ﴿٣٠﴾ (فاطر)

اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمیں نکال، کہ ہم اچھا کام کریں، اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے؛ اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی، جس میں سمجھ لیتا، جسے سمجھنا ہوتا، اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا؛ تو اب چکھو، کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ {کنز الایمان}

نذیر سے مراد رسول اکرم سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (خزائن)

166 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْبُودَةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْبُودَةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١٠﴾ (سورہ ممتحنہ)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ؛ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے، حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا (یعنی نبی کریم، اسلام اور قرآن)؛ گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں؛ اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے، اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے، اور میری رضا چاہنے کو، تو ان سے دوستی نہ کرو؛ تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو؛ اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو

ظاہر کرو؛ اور تم میں جو ایسا کرے وہ بے شک سیدھی راہ سے بہکا۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول: بنی ہاشم کے خاندان کی ایک باندی سارہ مدینہ طیبہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئی، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کا سامان فرما رہے تھے؛ حضور نے اس سے فرمایا: کیا تو مسلمان ہو کر آئی؟ اس نے کہا: نہیں، فرمایا: کیا ہجرت کر کے آئی؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: پھر کیوں آئی؟ اس نے کہا: محتاجی سے تنگ ہو کر؛ بنی عبدالمطلب نے اس کی امداد کی؛ کپڑے بنائے؛ سامان دیا۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اس سے ملے، انہوں نے اس کو دس دینار دیئے، ایک چادر دی، اور ایک خط اہل مکہ کے پاس اس کی معرفت بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں، تم سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر ہو سکے کرو۔

سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی؛ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر دی؛ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چند اصحاب کو، جن میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، گھوڑوں پر روانہ کیا، اور فرمایا: مقامِ روضہ خانہ پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی، اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط ہے، جو اہل مکہ کے نام لکھا گیا ہے؛ وہ خط اس سے لے لو، اور اس کو چھوڑ دو، اگر انکار کرے تو اس کی گردن مار دو۔

یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا؛ اس سے خط مانگا، وہ انکار کر گئی اور قسم کھا گئی؛ صحابہ نے واپسی کا قصد کیا؛ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقسم فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر خلاف ہو ہی نہیں سکتی، اور تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا: یا خط نکال، یا گردن رکھ! جب اس نے دیکھا کہ حضرت بالکل آمادہ قتل ہیں، تو اپنے جوڑے میں سے خط نکالا، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ اے حاطب! اس کا کیا باعث؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

جب سے اسلام لایا، کبھی میں نے کفر نہیں کیا، اور جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز مندی میتر آئی، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت نہ کی، اور جب سے اہل مکہ کو چھوڑا، کبھی ان کی محبت نہ آئی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں رہتا تھا، اور ان کی قوم سے نہ تھا؛ میرے سوائے اور جو مہاجرین ہیں، ان کے مکہ مکرمہ میں رشتہ دار ہیں، جو ان کے گھر بار کی نگرانی کرتے ہیں؛ مجھے اپنے گھر والوں کا اندیشہ تھا، اس لیے میں نے یہ چاہا کہ میں اہل مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں تاکہ وہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں؛ اور یہ میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ پر عذاب نازل فرمانے والا ہے؛ میرا خط انہیں بچانہ سکے گا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا یہ عذر قبول فرمایا، اور ان کی تصدیق کی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے، اس منافق کی گردن مار دوں؛ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ خبردار ہے، جب ہی اس نے اہل بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو جاری ہو گئے، اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ (خزائن العرفان)

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصاً ذکر ہے۔ کہ آنے والے حق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہو، تو اہل ذوق کے الفاظ "حضور آگئے ہیں" کی قرآنی دلیل ہے!

سیدنا یوسف علیہ السلام کی پیدائش

167 اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ﴿۱۲۷﴾ (یوسف)

یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ! میں نے گیارہ

تارے اور سورج اور چاند دیکھے، انہیں اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا۔ {کنز}

یوسف علیہ السلام کے باپ حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ آسمان سے گیارہ ستارے اترے، اور ان کے ساتھ سورج اور چاند بھی ہیں؛ ان سب نے آپ کو سجدہ کیا؛ یہ خواب شب جمعہ کو دیکھا؛ یہ رات شب قدر تھی؛ ستاروں کی تعبیر آپ کے گیارہ بھائی ہیں؛ اور سورج آپ کے والد، اور چاند آپ کی والدہ یا خالہ؛ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام راحیل ہے۔
سدی کا قول ہے کہ چونکہ راحیل کا انتقال ہو چکا تھا، اس لیے قمر سے آپ کی خالہ مراد ہیں؛ اور سجدہ کرنے سے تو واضح کرنا اور مطیع ہونا مراد ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ حقیقتہً سجدہ ہی مراد ہے، کیوں کہ اس زمانہ میں سلام کی طرح سجدہ تحیت تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر شریف اس وقت بارہ سال کی تھی؛ اور سات اور سترہ کے قول بھی آئے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت تھی، اس لیے ان کے ساتھ ان کے بھائی حسد کرتے تھے، اور حضرت یعقوب علیہ السلام اس پر مطلع تھے؛ اس لیے جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خواب دیکھا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

{لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ...} {خزائن العرفان}

یہ واقعہ ظاہر ہے کہ بعد از ولادت ہی پیش آیا تھا۔ کیونکہ رب کریم نے آپ کے قصہ کو بیان کرنے کا اہتمام فرمایا۔ آپ کی پیدائش کے بعد جو چیز اس واقعہ کے بیان کی وجہ اور سبب بنی وہاں سے آغاز ہوا، اور جو چیز واضح ہو اس کے بیان کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش

167 تا 171 وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَرَا أَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۴۲﴾ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونِ مِنَ الْمُوقِنِينَ ﴿۴۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا

قَالَ هَذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْأَفْلِينَ ﴿٤٦﴾ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا
قَالَ هَذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ
الضَّالِّينَ ﴿٤٧﴾ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ
قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي بَرِّي ۖ وَمِمَّا تَشْتَرُونَ ﴿٤٨﴾ (انعام)

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا: کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو!
بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو
دکھاتے ہیں ساری بادشاہی، آسمانوں اور زمین کی، اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں
میں ہو جائے۔ پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا، ایک تارا دیکھا، بولے: اسے میرا رب
ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا، بولے: مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔ پھر جب
چاند چمکتا دیکھا، بولے: اسے میرا رب بتاتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا، کہا: اگر مجھے میرا
رب ہدایت نہ کرتا، تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا۔ پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا،
بولے: اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے؛ پھر جب وہ ڈوب گیا، کہا: اے
قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ {کنز الایمان}

قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عليه السلام کے چچا کا نام ہے۔ امام علامہ
جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مسالک الخفاء میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ چچا کو باپ کہنا، تمام
ممالک میں معمول ہے، بالخصوص عرب میں، قرآن کریم میں ہے: "نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَهَ
أَبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا" اس میں حضرت اسماعیل کو
حضرت یعقوب کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے، باوجودیکہ آپ ان کے عم (چچا) ہیں۔ حدیث
شریف میں بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو آب فرمایا،
چنانچہ ارشاد کیا: "رُدُّوْا عَلَيَّ أَبِي" اور یہاں آپ سے حضرت عباس مراد ہیں۔ (مفردات
راغب وکبیر وغیرہ)

علماء تفسیر اور اصحاب اخبار و سیر کا بیان ہے کہ نمرود ابن کنعان بڑا جابر بادشاہ تھا؛ سب سے پہلے اسی نے تاج سر پر رکھا؛ یہ بادشاہ لوگوں سے اپنی پرستش کراتا تھا؛ کاہن اور منجم کثرت سے اس کے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ نمرود نے خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا ہے، اس کی روشنی کے سامنے آفتاب ماہتاب بالکل بے نور ہو گئے؛ اس سے وہ بہت خوف زدہ ہوا؛ کاہنوں سے تعبیر دریافت کی، انہوں نے کہا: اس سال تیری قلمرو میں ایک فرزند پیدا ہوگا، جو تیرے زوال ملک کا باعث ہوگا، اور تیرے دین والے اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے؛ یہ خبر سن کر وہ پریشان ہوا، اور اس نے حکم دے دیا کہ جو بچہ پیدا ہو قتل کر ڈالا جائے؛ اور مرد عورتوں سے علیحدہ رہیں؛ اور اس کی نگہبانی کے لیے ایک محکمہ قائم کر دیا گیا۔

تقدیرات الہیہ کو کون ٹال سکتا ہے؛ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں، اور کاہنوں نے نمرود کو اس کی بھی خبر دی کہ وہ بچہ حمل میں آ گیا؛ لیکن چونکہ حضرت کی والدہ صاحبہ کی عمر کم تھی، ان کا حمل کسی طرح پہچانا ہی نہ گیا؛ جب زمانہ ولادت قریب ہوا تو آپ کی والدہ اس تہہ خانے میں چلی گئیں جو آپ کے والد نے شہر سے دور کھود کر تیار کیا تھا، وہاں آپ کی ولادت ہوئی، اور وہیں آپ رہے؛ پتھروں سے اس تہہ خانہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا؛ روزانہ والدہ صاحبہ دودھ پلا آتی تھیں؛ اور جب وہاں پہنچتی تھیں تو دیکھتی تھیں کہ آپ اپنی سرانگشت چوس رہے ہیں اور اس سے دودھ برآمد ہوتا ہے۔

آپ بہت جلد بڑھتے تھے، ایک مہینہ میں اتنا جتنے دوسرے بچے ایک سال میں۔ اس میں اختلاف ہے کہ آپ تہہ خانہ میں کتنا عرصہ رہے، بعض کہتے ہیں: سات برس، بعض تیرہ برس، بعض سترہ برس؛ یہ مسئلہ یقینی ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر حال میں معصوم ہوتے ہیں، اور وہ اپنی ابتداء ہستی سے تمام اوقات وجود میں عارف ہوتے ہیں۔

ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی والدہ سے دریافت فرمایا: میرا رب

(پالنے والا) کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں، فرمایا: تمہارا رب کون ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے والد، فرمایا: ان کا رب کون ہے؟ اس پر والدہ نے کہا: خاموش رہو، اور اپنے شوہر سے جا کر کہا کہ جس لڑکے کی نسبت یہ مشہور ہے کہ وہ زمین والوں کا دین بدل دے گا، وہ تمہارا فرزند ہی ہے، اور یہ گفتگو بیان کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتداء ہی سے توحید کی حمایت اور عقائد کفریہ کا ابطال شروع فرما دیا؛ اور جب ایک سوراخ کی راہ سے شب کے وقت آپ نے زہرہ یا مشتری ستارہ کو دیکھا، تو اقامتِ حُجَّت شروع کر دی؛ چوں کہ اس زمانہ کے لوگ بت اور کواکب کی پرستش کرتے تھے، تو آپ نے ایک نہایت نفیس اور دل نشیں پیرایہ میں انہیں نظر و استدلال کی طرف رہنمائی کی، جس سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ عالمِ بتمہہ (سارا جہان) حادث ہے، الہ نہیں ہو سکتا، وہ خود موجود و مدبّر کا محتاج ہے، جس کے قدرت و اختیار سے اس میں تغیر ہوتے رہتے ہیں۔ { خزائن العرفان }

سیدنا اسحاق علیہ السلام کی پیدائش

172 تا 174 وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعَجَلٍ حَنِينٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَأَى أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكَرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاَهَا بِأَسْحَقٍ وَمِنْ وَرَاءِ اسْحَقَ يَعْقُوبَ ﴿٧١﴾ (ہود)

اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے، بولے: سلام، کہا: سلام، پھر کچھ دیر نہ کی کہ ایک بچھڑا بھنا لے آئے، پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں پہنچتے، ان کو اوپری سمجھا، اور جی ہی جی میں ان سے ڈرنے لگا، بولے: ڈریے نہیں، ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں، اور اس کی بی بی کھڑی تھی، وہ ہنسنے

لگی، تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی، اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔ {کنز الایمان} (فرشتے ابراہیم کے پاس) سادہ رُونو جوانوں کی حسین شکلوں میں حضرت اسحق، حضرت یعقوب علیہما السلام کی پیدائش کا (مژدہ لے کر آئے)۔

مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت ہی مہمان نواز تھے، بغیر مہمان کے کھانا تناول نہ فرماتے۔ اس وقت ایسا اتفاق ہوا کہ پندرہ روز سے کوئی مہمان نہ آیا تھا؛ آپ اس غم میں تھے، ان مہمانوں کو دیکھتے ہی آپ نے ان کے لیے کھانا لانے میں جلدی فرمائی؛ چوں کہ آپ علیہ السلام کے یہاں گائے بکثرت تھیں، اس لیے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت سامنے لایا گیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے دسترخوان پر زیادہ آتا تھا، اور آپ اس کو پسند فرماتے تھے؛ گائے کا گوشت کھانے والے اگر سنت ابراہیم ادا کرنے کی نیت کریں، تو مزید ثواب پائیں۔

سیدنا اسحق کے فرزند سیدنا یعقوب علیہما السلام کی پیدائش

حضرت سارہ بس پردہ کھڑی تھیں، وہ ہنسنے لگیں، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اُن کے فرزند حضرت اسحاق اور حضرت اسحاق کے فرزند حضرت یعقوب علیہما السلام کی خوشخبری دی۔ حضرت سارہ کو خوشخبری دینے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد کی خوشی عورتوں کو مردوں سے زیادہ ہوتی ہے، اور یہ بھی سبب تھا کہ حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام موجود تھے۔ اس بشارت کے ضمن میں ایک بشارت یہ بھی تھی کہ حضرت سارہ کی عمر اتنی دراز ہوگی کہ وہ پوتے کو بھی دیکھیں گی۔

176-175 وَبَشِّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿١١٢﴾ وَبَرَكَ نَحْنُ عَلَيْهِ وَ

عَلَىٰ إِسْحَاقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴿١١٣﴾ (ہود)

اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحق کی، کہ غیب کی خبریں بتانے والا، قرب کی

صلاحیت والوں میں سے ہے، ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں؛ اور ہم نے برکت اتاری اس پر اور اسحق پر؛ اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا، اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا۔ {کنز الایمان}

177 وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٢﴾ (انعام)

اور ہم نے انہیں اسحق اور یعقوب عطا کئے، ان سب کو ہم نے راہ دکھائی، اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی، اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو، اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔ {کنز}

178 وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ﴿٨٢﴾ اور ہم نے اسے اسحق عطا فرمایا، اور یعقوب پوتا، اور ہم نے ان سب کو اپنے قربِ خاص کا سزاوار کیا۔ (انبیاء) {کنز الایمان}

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش

179 تا 186 رَبِّ هَبْ لِي مِنْ الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشِّرْنَاهُ بِعُلْمٍ حَلِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَؤُا فِي الْمَنَامِ أَيْ أَدْبَحَكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَأْتِي أَفْعَلُ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقَتِ الرُّءْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنَاهُ بِذِي عَظِيمٍ ﴿١٠٤﴾ (سورة صافات)

الہی! مجھے لائق اولاد دے! تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی؛ پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا، کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا

کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں، اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ کہا: اے میرے باپ! کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے، خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے؛ اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا؛ اس وقت کا حال نہ پوچھ؛ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! بے شک تو نے خواب سچ کر دکھائی، ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بے شک یہ روشن جانچ تھی، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے صدقہ میں دے کر اسے بچالیا {کنز الایمان}

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی دعا

187 تا 191 رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفِيدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿٣٨﴾ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٩﴾ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿٤٠﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾ (ابراہیم)

اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے (وادئ) میں بسائی، جس میں کھیتی نہیں ہوتی، تیرے حرمت والے گھر کے پاس؛ اے ہمارے رب! اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں؛ تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے، اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے، شاید وہ احسان مانیں؛ اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے؛ اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں، زمین میں، نہ آسمان میں؛ سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بوڑھا پے میں اسماعیل واسحق دیئے؛ بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے؛ اے میرے رب! مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ، اور کچھ میری اولاد کو، اے ہمارے رب!

اور میری دعا سن لے، اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ {کنز الایمان} (ابراہیم)

ان آیات سے جہاں اور کئی مسائل معلوم ہوتے ہیں؛ ایک یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کا ذکر، شکر بھی ہے، اور یہ سنت ابراہیمی بھی ہے، اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ بھی ہے، اس عمل کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

192 وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٢٠﴾ (عنكبوت)

اور ہم نے اسے اسحق اور یعقوب عطا فرمائے؛ اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی؛ اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا؛ اور بے شک آخرت میں وہ ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہے۔ {کنز الایمان}

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء علیہم السلام ہوئے، سب آپ علیہ السلام کی نسل سے ہوئے۔ کتاب سے توریت، انجیل، زبور اور قرآن شریف مراد ہیں۔ آپ علیہ السلام کو پاک ذریت (اولاد) عطا فرمائی؛ پیغمبری آپ کی نسل میں رکھی؛ کتابیں ان پیغمبروں کو عطا کیں جو ان کی اولاد میں ہیں؛ اور ان کو خلق میں محبوب و مقبول کیا، کہ تمام اہل ملک وادیان ان سے محبت رکھتے ہیں، اور ان کی طرف نسبت فخر جانتے ہیں، اور ان کے لیے اختتام دنیا تک دُرو و مقرر کر دیا۔ {خزائن العرفان}

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی پیدائش

193 وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٢٠﴾ (ص)

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا؛ کیا اچھا بندہ! بے شک وہ بہت رجوع لانے والا۔ {کنز الایمان}

داؤد کو سلیمان فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ {خزائن العرفان}

ام البشر سیدہ حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش

194 يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ
وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي
تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴿١﴾ (نساء)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی
میں سے اس کا جوڑا بنایا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے؛ اور اللہ سے
ڈرو، جس کے نام پر مانگتے ہو، اور رشتوں کا لحاظ رکھو، بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا
ہے۔ (کنز الایمان)

(اے لوگو!) یہ خطاب عام ہے تمام بنی آدم کو۔ (ایک جان سے پیدا کیا)
ابو البشر حضرت آدم سے، جن کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا تھا۔ انسان کی ابتدائے
پیدائش کا بیان کر کے قدرت الہیہ کی عظمت کا بیان فرمایا گیا؛ اگرچہ دنیا کے بے دین،
بد عقلی و نا فہمی سے اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں، لیکن اصحابِ فہم و خرد جانتے ہیں کہ یہ مضمون
ایسی زبردست برہان سے ثابت ہے، جس کا انکار محال ہے۔

مردم شماری کا حساب پتہ دیتا ہے کہ آج سے سو برس قبل دنیا میں انسانوں کی تعداد
آج سے بہت کم تھی، اور اس سے سو برس پہلے اور بھی کم، تو اس طرح جانبِ ماضی میں چلتے
چلتے اس کمی کی حد ایک ذات قرار پائے گی؛ یا یوں کہیے کہ قبائل کی کثیر تعدادیں ایک شخص کی
طرف منتہی ہو جاتی ہیں، مثلاً: سید دنیا میں کروڑوں پائے جائیں گے، مگر جانبِ ماضی میں
ان کی نہایت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ذات پر ہوگی، اور بنی اسرائیل کتنے بھی
کثیر ہوں، مگر اس تمام کثرت کا مرجع حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک ذات ہوگی؛ اسی
طرح اور اوپر کو چلنا شروع کریں تو انسان کے تمام شعوب و قبائل کی انتہاء ایک ذات پر ہوگی،
اس کا نام کتب الہیہ میں آدم علیہ السلام ہے، اور ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک شخص تو والد و تینا سئل

کے معمولی طریقہ سے پیدا ہو سکے، اگر اس کے لیے باپ فرض بھی کیا جائے، تو ماں کہاں سے آئے؟ لہذا ضروری ہے کہ اس کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہو، اور جب بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا، تو بالیقین انہیں عناصر سے پیدا ہوگا جو اُس کے وجود میں پائے جاتے ہیں؛ پھر عناصر میں سے جو عنصر اس کا مسکن ہو، اور جس کے سوا دوسرے میں وہ نہ رہ سکے، لازم ہے کہ وہی اس کے وجود میں غالب ہو، اس لیے پیدائش کی نسبت اُسی عنصر کی طرف کی جائے گی؛ یہ بھی ظاہر ہے کہ توالد و تناسل کا معمولی طریقہ ایک شخص سے جاری نہیں ہو سکتا، اس لیے اس کے ساتھ ایک اور بھی ہو، کہ جوڑا ہو جائے، اور وہ دوسرا شخص انسانی جو اس کے بعد پیدا ہو، مقتضائے حکمت یہی ہے کہ اُسی کے جسم سے پیدا کیا جائے، کیوں کہ ایک شخص کے پیدا ہونے سے نوع موجود ہو چکی؛ مگر یہ بھی لازم ہے کہ اس کی خلقت پہلے انسان سے توالد معمولی کے سوا کسی اور طریقہ سے ہو، کیوں کہ توالد معمولی بغیر دو کے ممکن ہی نہیں، اور یہاں ایک ہی ہے؛ لہذا حکمت الہیہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی ایک بائیں پسلی ان کے خواب کے وقت نکالی اور اُس سے اُن کی بی بی حضرت حوا کو پیدا کیا؛ چوں کہ حضرت حوا بطریق توالد معمولی پیدا نہیں ہوئیں، اس لیے وہ اولاد نہیں ہو سکتیں؛ جس طرح کہ اس طریقہ کے خلاف جسم انسانی سے بہت سے کیڑے پیدا ہوا کرتے ہیں، وہ اس کی اولاد نہیں ہو سکتے ہیں؛ خواب سے بیدار ہو کر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پاس حضرت حوا کو دیکھا تو محبت جنسیتِ دل میں موجزن ہوئی؛ اُن سے فرمایا: تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا: عورت، فرمایا: کس لیے پیدا کی گئی ہو؟ عرض کیا: آپ کی تسکین خاطر کے لیے، تو آپ

علیہ السلام اُن سے مانوس ہوئے۔ { خزائن العرفان }

نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش

كُنْتُ كَنْزًا خَفِيًّا فَاحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ مُحَمَّدًا وَفِي رَوَايَةٍ

فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ ○ (الموسوعة لاطراف الحديث)

میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا مجھے یہ پسند آیا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے محمد کو اور دوسری روایت کے مطابق مخلوق کو پیدا کیا اور یہاں مخلوق سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

حدیث قدسی کے طور پر یہ روایت مشہور ہے، اس کی تائید میں وہ احادیث ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا کہ سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا گیا اس میں ایک تو اولیٰ خلق ہونا اور دوسرے میلاد کا خود آپ کی طرف سے ذکر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ کتاب کی مذکور احادیث سے آپ کو معلوم ہوگا۔

صاحب کتاب "الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم" نے احادیث سے اہتمام کیا کہ میلاد کو بیان کریں، ہم نے قرآن کریم سے اہتمام کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ولادتِ مخلوق کا تذکرہ کیا یا نہیں، پڑھے سردھنیے، اور یہ فیصلہ قارئین پر ہے کہ ہم اس میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔

آدم، حوا، ابراہیم، اسمعیل، اسحاق، یعقوب، موسیٰ، عیسیٰ، زکریا، یحییٰ اور مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا ذکر قرآن میں ہے، اگر ذکر میلاد حرام، بدعت، ناپسندیدہ یا مشرکانہ فعل ہوتا، تو منع کر دیا جاتا، یا اگر اللہ تعالیٰ کسی حکمت کے تحت ذکر کرتا بھی تو کہہ دیتا کہ ہم نے تو ذکر کیا، تم نہ کرنا۔

اعمالِ ثواب

کھانا کھلانا ثواب و عبادت ہے

195 فِدْيَةُ طَعَامِ مَسْكِينٍ (روزہ کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔

ثواب ہوا تو روزہ کا بدلہ ہو گیا۔ معلوم ہوا کھانا کھلانا عبادت ہے اس پر ثواب ملتا ہے۔ لوگوں کو دعوتِ طعام دینا بھی احادیث سے ثابت ہے۔ اور یہ بھی ایک عملِ محفلِ میلاد کا حصہ ہے۔

196 فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ (حج)

توان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ! (کنز الایمان)

197 فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ﴿٣٦﴾

پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔ (حج) (کنز الایمان)

نہ کھلانے والوں کی مذمت

198 وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ انْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا الَّذِينَ كَفَرُوا الَّذِينَ

أَمَنُوا أَنْظِعُمْ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطَعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٣٤﴾ (یس)

اور جب ان سے فرمایا جائے اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو

تو کافر مسلمانوں کے لیے کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تم تو نہیں مگر کھلی گمراہی میں۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول

یہ آیت کفارِ قریش کے حق میں نازل ہوئی جن سے مسلمانوں نے کہا تھا کہ تم اپنے مالوں کا وہ حصہ مسکینوں پر خرچ کرو جو تم نے بڑعم خود اللہ تعالیٰ کے لیے نکالا ہے، اس پر انہوں نے کہا کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جنہیں اللہ تعالیٰ کھلانا چاہتا تھا تو کھلا دیتا، مطلب یہ تھا کہ خدا ہی کو مسکینوں کا محتاج رکھنا منظور ہے تو انہیں کھانے کو دینا اس کی مشیت کے خلاف ہوگا یہ بات انہوں نے بخیلی اور کنجوسی سے بطور تمسخر کہی تھی اور نہایت باطل تھی کیونکہ دنیا دار الامتحان ہے، فقیری اور امیری دونوں آزمائشیں ہیں، فقیر کی آزمائش صبر سے اور غنی کی انفاق فی سبیل اللہ سے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں زندیق لوگ تھے جب ان سے کہا جاتا تھا کہ مسکینوں کو صدقہ دو تو کہتے تھے ہرگز نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ محتاج کرے ہم کھلائیں۔

کپڑے اور کھانے کا ایصالِ ثواب کرنا

199 لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۸۹﴾ (مائدہ)

اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسم کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا دینا اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انہیں کپڑے دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو تین دن کے روزے یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی

حفاظت کرو اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم احسان مانو! (کنز)
آیت میں قسم کے کفارہ کا بیان ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کسی کو کپڑے پہننے کو
دینا بھی عبادت ہے۔ ورنہ قسم توڑنے کی معافی کیسے ہوگی؟ (خزائن العرفان)

ایصالِ ثواب کے علاوہ بھی کھانا کھلانا باعثِ ثواب

200 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى
طَعَامٍ غَيْرَ نَظِيرِينَ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعَبْتُمْ
فانتشروا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْي
مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ
وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا
رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكَحُوا أَرْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ
عَظِيمًا ﴿٥٣﴾ (احزاب)

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے
کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ نکو ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور
جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ بے شک اس میں نبی کو ایذا
ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے
برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستم رائی ہے تمہارے دلوں
اور ان کے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو، اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان
کی بیبیوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ (کنز الایمان)
آدابِ بارگاہِ رسالت بتائے جا رہے ہیں، اور ساتھ ہی کھانا کھلانے کا ذکر ہے۔

درود و سلام پڑھنا

201 إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ (احزاب)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر
اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو!
یہ عمل بھی میلادِ نبی میں ہوتا ہے۔

یا محمد یا خدا ہے کس کی شان گھٹاتے یہ ہیں (اعلیٰ حضرت)
درود و سلام کے متعلق احکام

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے ہر ایک مجلس میں
آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب
ہے، یہی قول معتمد ہے اور اس پر جمہور ہیں اور نماز کے قعدہ اخیرہ میں بعدِ تشہد درود شریف
پڑھنا سنت ہے اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل و اصحاب و دوسرے مومنین پر بھی
درود بھیجا جاسکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ کے نام اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جاسکتا
ہے اور مستقل طور پر حضور کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: درود شریف میں آل و اصحاب کا ذکر متواتر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
آل کے ذکر کے بغیر مقبول نہیں۔ درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی تکریم ہے علماء نے اللہم صل علی محمد کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یا
رب! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند ان کی دعوت
غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما
کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور
انبیاء، مرسلین و ملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کر کے۔

مونہوں جدوں وی نام محمد دا بولینے پڑھ کے درود پاک گرہ دل دی کھولینے
دیکھن دے لئی حضور دے اوصاف دا بیان قرآن کھولینے تے حدیثاں نوں پھولینے

مسئلہ: درود شریف کی بہت برکتیں اور فضیلتیں ہیں حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

مسلم کی حدیث شریف میں ہے جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔

ترمذی کی حدیث شریف میں ہے بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔ [خزائن العرفان]

آقا ذکر اچیرا تیرا	سب تے فیض ودھیرا تیرا
رحمت کل جہاناں دے لئی	کس دا قلبے تیرا تیرا
بے سایہ ایں پر جگاں تے	سایہ بڑا گھنیرا تیرا
شہراں و چوں شہر مدینہ	لگ گیا جلالے ڈیرا تیرا
عرشاں فرشاں اُتے شاہا	جھولے پیا پھریرا تیرا
کالیاں ماتاں لگ چھپ گیل	چمکیا جدوں سویرا تیرا
میں ہاں سنگتا توں ایں داتا	ایہہ ناتا اے میرا تیرا

(حنیف نازش)

قرآن پاک کی تلاوت

202 اَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ (عنکبوت ۴۵)

اے محبوب پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی۔ (کنز الایمان)

یعنی قرآن شریف کہ اس کی تلاوت عبادت بھی ہے اور اس میں لوگوں کے لیے

پند و نصیحت بھی اور احکام و آداب و مکارم اخلاق کی تعلیم بھی۔ (خزائن العرفان)

203 الَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَتَّىٰ تَلَوتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ

وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأَوْلِيكَ هُمُ الْخَيْرُونَ ﴿١٢١﴾ (بقرہ)

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے منکر ہوں تو وہی زیاں کار ہیں۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت اہل سفینہ کے باب میں نازل ہوئی جو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر بارگاہ رسالت ہوئے تھے ان کی تعداد چالیس تھی بتیس اہل حبشہ اور آٹھ شامی راہب ان میں بکیر راہب بھی تھے۔ معنی یہ ہیں کہ درحقیقت توریت شریف پر ایمان لانے والے وہی ہیں جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں اور بغیر تحریف و تبدیل پڑھتے ہیں اور اس کے معنی سمجھتے اور مانتے ہیں اور اس میں حضور سید کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و صفت دیکھ کر حضور پر ایمان لاتے ہیں اور جو حضور کے منکر ہوتے ہیں وہ توریت پر ایمان نہیں رکھتے۔

204 مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿١١٣﴾ (ال عمران)

کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

اور احادیث میں مختلف آیات کے پڑھنے کے فضائل آئے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ یوں ہی اور وہ ہی آیات، ان ہی کھانوں پر آگے رکھ کر، اسی طرح صحابہ نے کیا ہو تو تب جائز ہے۔ تو یہ اس کا اعتراض جائز نہیں کہ کسی کام کی اصل مل جانا ہی کافی ہے، ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ اس طرح ہم آپ کو دکھا رہے ہیں کہ ہر عمل دین میں موجود ہے اور کیا گیا ہے آپ یہ ثابت کر دو کہ یہ تمام امور ممنوع بہ نص قرآن یا بہ نص حدیث ہیں یا اس طرح وہ نیک کام جن کا کرنا ثواب ہے انہیں اس طرح یا کسی بھی طرح کرنا حرام و ممنوع ہے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ الگ الگ کرنا جن امور کا جائز ہے انہیں اکٹھا کرنا بھی جائز ہے اور مستحسن ہے۔

کئی نیکیوں کو جمع کرنا جائز ہے

205 وَأَتَمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامٌ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾ (البقرہ)

اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے۔ تو بدلے دے روزے یا خیرات یا قربانی پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے یہ حکم اس کے لیے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (کنز الایمان)

206 فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (196/ بقرہ)
تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے۔
(کنز الایمان)

اس جملہ سے ایک فائدہ معلوم ہوا، تفسیر نعیمی میں اسی آیت کے تحت ہے:
ساتواں فائدہ: دو عبادتوں کو جمع کرنا حرام نہیں بلکہ بہت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، دیکھو حج بھی عبادت ہے اور عمرہ بھی عبادت، ان دونوں کے جمع پر شکر یہ قربانی سے ادا کرایا گیا۔ لہذا ختم فاتحہ (جیسے بھی ہو، میلاد النبی ہو، عرس ہو، ایصالِ ثواب کی کوئی بھی محفل

ہو، سب) جائز ہے کہ اس میں دو عبادتوں کا اجتماع ہے۔ (اگر توجہ کریں تو معلوم ہوگا کہ کئی عبادتوں کا اجتماع ہے، جیسا اصل کتاب اور اس تحریر میں گزر گیا ہے۔

نیز جو شخص اس کا منکر ہے، اس سے گزارش ہے کہ بوقت صحبت بیوی سے بوس و کنار کرنا، اس سے کوئی محبت بھری بات کرنا، بہ نگاہ محبت اس کی طرف دیکھنا، اسے کچھ کھلانا اپنے ہاتھ سے کھلانا، با وضو ہونا، اسے کوئی تحفہ دینا، علمی بات بتانا، بسم اللہ پڑھنا، شیطان سے پناہ کی دعا کرنا، اولاد کی دعا کرنا، اس کے نیک ہونے کی دعا کرنا، حصول اولاد کے لیے صحبت کرنا، بیٹے کی دعا کرنا، بے حیائی برائی سے بچنے کے لیے صحبت کرنا، سنت کو پیش نظر رکھنا، حکم الہی پر عمل کا دھیان رکھنا وغیرہ سب عبادات ہیں اکٹھی کی جاتی ہیں، یہاں دماغ و دل کا فتویٰ حرام و شرک و بدعت نہیں ہوتا تو جن سے محبت کی ضرورت ہے ان سے نفرت والی باتیں کہاں پہنچائیں گی؟ اس طرح اور کئی مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں لہذا دین میں اپنی طرف سے تنگی کرنا سخت برا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے!

نیز ان میں جو اعمال و امور اولاد سے کرنا درست ہیں ان کو کرتے وقت دل و دماغ کا فتویٰ کیا ہے، یہ معترض کی ذمہ داری ہے کہ واضح کرے۔

میلا دالنبی اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد لله رب العالمین ○ والصلوة والسلام علی سیدنا و

مولانا محمد و علی آلہ واصحابہ اجمعین ○

ہم میلا دمناتے ہیں، معترض سیرت کی بات کرتا اور پھر میلا د پر اعتراض کرتا ہے،

جب کہ یہ بات بھی جہالت سے خالی نہیں، اہل سنت تو پھر بھی دلیل رکھتے ہیں، مخالف کے

پاس دلیل بھی نہیں ہے، پھر بھی اعتراض کرنے کی جرئت! اللہ کی پناہ!

اہل سنت کی تمام تر محافل پر، جو بھی ہوں جیسی ہوں

اعتراض یوں کرتے ہیں:

(۱) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسا کیا ہو۔

(۲) جو آیات تم نے پڑھیں وہ ہی انہوں نے پڑھی ہوں۔

(۳) جیسے تم نے لوگوں کو بلا یا ویسے ہی انہوں نے بلا یا ہو۔

(۴) جو کھانے تم نے پکائے وہی انہوں نے پکائے ہوں۔

(۵) محفل کا نام ”میلا دالنبی“ رکھا ہو۔

(۶) جیسے تم خود کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھتے ہو ویسے ہی انہوں نے پڑھا ہو، ورنہ

شُرک و بدعت ہے۔

(۷) تم جیسے لائیں لگاتے ہو، اہتمام کرتے ہو، ایسے ہی انہوں نے کیا ہو؟

(۸) درود ابراہیمی پڑھنا چاہیے، کوئی اور درود، جو منقول نہیں، پڑھنا، دین میں زیادتی،

بدعت اور شرک ہے۔

(۹) ہم جو کچھ کرتے ہیں دین سمجھ کر نہیں کرتے، تم دین سمجھ کر کرتے ہو۔ (معنی یہ کہ

جو کام ہم سے ایسے رونما ہوتے ہیں جن کی اصل اور دلیل نہیں ملتی جن کی وجہ سے ہم پر بدعتی یا حرام کا ارتکاب کرنے کا فتویٰ لگ سکتا ہے، اس سے چھوٹے کا ذریعہ یہ ہے کہ ہم دین سے نکل کر ان کاموں کو کرتے ہیں)

نوٹ: الحمد للہ! خود کو بے دین تو مانا کیونکہ جو بے دینی کے کام کرے وہ بے دین ہی تو ہوتا ہے، اور اس کو کیا کہا جاسکتا ہے؟ ہم ہر کام کو دین سمجھ کر کرتے ہیں ہمیں اس پر ثواب ملتا ہے، ہمارے غیر اس سے محروم رہتے ہیں۔

جواب یہ ہے

(جو بھی اعتراض معترض کا ہے، وہی اعتراض ہمارا بھی ہے، جو جواب اس کا، وہی ہمارا بھی ہے! میلاد کا انکار و رد کرنے والے، خود سیرت النبی کا جلسہ یا کانفرنس کریں تو جیسے انہوں نے کہا ویسے ہی ہم کہتے ہیں کہ جو تم اس محفل، جلسہ یا کانفرنس میں کرتے ہو، دکھاؤ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، اگر نہیں تو ہم پر اعتراض کیوں؟ اور اگر کہو کہ انہوں نے کیا تو دلیل کیا؟

207 فَأْتُوا بَرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ (انبیاء: 24)

تولاؤ دلیل اگر تم سچے ہو! (کنز الایمان)

(۲) نیز ہم نے میلاد کے ماخذ کئی ذکر کئے "الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم" میں احادیث رسول، صحابہ کرام کی مرویات، تابعین کی روایات، تبع تابعین کی روایتیں اور علماء اولیاء کے اقوال زریں بیان ہوئے، اور بزرگوار نے بیان کا حق ادا کر دیا واضح کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنی ولادت کا تذکرہ فرمایا اور صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین نے بھی میلاد نبی کو بیان کیا اور علماء کے فتاویٰ جات بھی مذکور ہوئے کہ یہ عمل جائز اور مستحسن ہے، اسے کرنے میں فائدہ ہے نقصان کوئی نہیں، اپنے تو اپنے اغیار نے بھی سراہا اور تحسین کی، الحمد للہ علی ذلک!

اور اس کتاب ”میلادِ مصطفیٰ بکلامِ خدا“ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کسی کی ولادت کا ذکر کیا یا نہیں، اگر کیا تو کس کس کی ولادت کا ذکر ہوا، اور اس پر مفسرین کی کیا آراء ہیں۔

(۳) ہماری طرف سے مجاہدہ طور پر گزارش ہے، بھائی! جیسے ہم پر معترض کے اعتراضات ہیں، ویسے ہی ان پر ہمارے اعتراضات ہیں، ہم نے تو پھر بھی میلاد کے ماڈہ اور ماخذ کے حوالہ سے ثبوت پیش کیا ہے، وہ سیرت النبی کانفرنس کے حوالہ سے ثبوت و جواب دے! کیا یہ نام کسی صحابی، تابعی، اور تبع تابعی نے محفل کا رکھا ہے؟

(۴) وہی آیات و احادیث جو تمہارے قاری حافظ اور مقرر وغیرہ نے پڑھیں، انہوں نے بھی پڑھی ہوں۔

(۵) جیسے تم ٹینٹ لگاتے ہو، ویسے انہوں نے لگائے ہوں۔

(۶) جیسے تم اشتہار ست رنگیا چھپاتے ہو، انہوں نے چھپایا ہو۔

(۷) جن تقریر کرنے والوں کو تم بلاتے ہو، انہوں نے بلایا ہو۔

(۸) جیسے تمہارے مقرر ٹریں لگاتے اور جو روایتیں پڑھتے ہیں، ایسے ہی اہتمام کے ساتھ وہی روایتیں انہوں نے پڑھی ہوں۔

(۹) جو لوگ تم نے بلائے وہی ان کے جلسہ میں آئے ہوں۔

(۱۰) اپنے غیروں کی محافل کی وجہ سے جیسے تم نے شرک و کفر کے فتوے لگائے ویسے ہی انہوں نے لگائے ہوں۔

(۱۱) جن پر تم نے فتوے لگائے انہیں پر انہوں نے لگائے ہوں۔

(۱۲) جو الفاظ تمہارے فتووں کے وہی ان کے فتووں کے ہوں۔

(۱۳) انہوں نے پنجابی یا اردو زبان میں تقریریں کی ہوں۔

(۱۴) وہ ہی نظمیں اور حمدیں جو تم پڑھتے ہو انہوں نے پڑھی ہوں۔

- (۱۵) اسی جگہ انہوں نے جلسہ کیا ہو جہاں تم کرتے ہو۔
(۱۶) ٹینٹ کا کلر، رنگ وہی ہو جو تمہارے ٹینٹ کا ہو۔
(۱۷) جہاں سے تم نے اشتہار چھپایا وہاں سے انہوں نے چھپایا ہو۔
(۱۸) جیسے لباس میں تم آئے ویسے ہی لباس انہوں نے پہنے ہوں۔
(۱۹) جن کھانوں سے تم اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کرو، انہی سے انہوں نے کی ہو۔

(۲۰) کہتے ہیں: ”بخاری شریف اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے“، یہ کس آیت یا حدیث کا مفہوم ہے؟ اگر یہ تمہاری اپنی اصطلاح ہے تو کوئی دوسرا اصطلاح بنائے تو وہ مشرک کیوں اور تم کیوں نہیں؟ ظاہر ہے یہ الفاظ نہ کسی آیت قرآنی سے اور نہ ہی کسی حدیث سے ہیں تو پھر کسی بزرگ کے ہی ہیں، جب یہ مان لیے گئے تو ان کی اس بات میں تقلید ہو گئی، تو دوسری باتوں میں کیوں نہیں؟ معلوم ہوتا ہے ان کے ہاں دین خواہش نفس کا نام ہے، ورنہ ایک راہ اپنا کر اس پر عمل شروع کر دیا جاتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

208 اَرَعَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْهٰهٖ هُوَهُۥٓ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَاَكِيْلًا ﴿۲۲﴾
(سورۃ الفرقان)

کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے۔ (کنز الایمان)

اور اپنی خواہش نفس کو پوجتے لگا، اسی کا مطیع ہو گیا، وہ ہدایت کس طرح قبول کرے گا۔ مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ ایک پتھر کو پوجتے تھے اور جب کہیں انہیں کوئی دوسرا پتھر اس سے اچھا نظر آتا تو پہلے کو پھینک دیتے اور دوسرے کو پوجنے لگتے۔ (تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے) کہ خواہش پرستی سے روک دو۔ (خزائن العرفان)

209 اَفَرَعَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْهٰهٖ هُوَهُۥٓ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمِهٖ وَاَخْتَمَ عَلٰی

سَمِعِهِ وَ قَلْبِهِ وَ جَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ اَفْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ (سورة الجاثية)

بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرایا، اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا، اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا، تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔ (کنز الایمان)

اور اپنی خواہش کا تابع ہو گیا، جسے نفس نے چاہا پوجنے لگا، مشرکین کا یہی حال تھا کہ وہ پتھر اور سونے اور چاندی وغیرہ کو پوجتے تھے، جب کوئی چیز انہیں پہلی چیز سے اچھی معلوم ہوتی تھی تو پہلی کو توڑ دیتے پھینک دیتے، دوسری کو پوجنے لگتے۔

کہ اس گمراہ نے حق کو جان پہچان کر بے راہی اختیار کی۔ مفسرین نے اس کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے انجام کار اور اس کے شقی ہونے کو جانتے ہوئے اسے گمراہ کیا یعنی اللہ تعالیٰ پہلے سے جانتا تھا کہ یہ اپنے اختیار سے راہ حق سے منحرف ہوگا اور گمراہی اختیار کرے گا۔ تو اس نے ہدایت و مواعظت کو نہ سنا اور نہ سمجھا اور راہ حق کو نہ دیکھا۔ (خزائن العرفان)

اپسے لوگوں کا انجام

210 سَاَصْرَفُ عَنْ اٰیَتِی الدِّیْنِ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اِنْ یُرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَا یُؤْمِنُوْا بِهَا وَ اِنْ یُرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا وَ اِنْ یُرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیَتِنَا وَ کَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ (سورة اعراف)

اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں، اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں یہ

اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر بنے۔ (کنز الایمان)
ذوالنون قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حکمت قرآن سے اہل باطل کے قلوب
کا اکرام نہیں فرماتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جو لوگ
میرے بندوں پر تنبیہ کرتے ہیں اور میرے اولیاء سے لڑتے ہیں میں انہیں اپنی آیتوں
کے قبول اور تصدیق سے پھیر دوں گا تا کہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں یہ ان کے عناد کی سزا ہے
کہ انہیں ہدایت سے محروم کیا گیا۔ یہی تکبر کا ثمرہ، تکبر کا انجام ہے۔ (خزائن العرفان)
خواجہ فرید الدین عطار فرماتے ہیں۔

حب درویشاں کلید جنت است دشمن ایشاں سزائے لعنت است

اللہ والوں کی محبت جنت کی کنجی ہے؛ ان کا دشمن لعنت کا مستحق ہے۔

خواہش نفس سے بندہ رب کی بندگی سے نکل جاتا ہے، اور ہر کوئی اس آیت کی
تفسیر پڑھے اور اپنے آپ کو دیکھے کہ اس کے باطن میں کیا ہے، منکروں کا یہ عقیدہ بھی ہے
کہ اپنے عمل سے ہی نجات ہوگی کسی کی سفارش کام نہ آئے گی وغیرہ، لہذا اپنی فکر کی جائے،
شیطان نے بھی قیامت کے دن، لوگوں کو گمراہ کرنے کے باوجود، بڑے طریقے سے اپنے
کو بری قرار دینا ہے، قرآن پاک میں ہے:

211 وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعَدَ الْحَقُّ وَ
وَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ
فَأَسْتَجِبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تُلْهُمُونِي ۖ لَوْلَمْؤَا أَنْفُسَكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا
أَنْتُمْ بِمُصْرِخِي ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢١٢﴾ (سورہ ابراہیم)

اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہو چکے گا بے شک اللہ نے تم کو سچا وعدہ دیا تھا اور
میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور میرا تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں

نے تم کو بلا یا تم نے میری مان لی تو اب مجھ پر الزام نہ رکھو خود اپنے اوپر الزام رکھو! نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں، نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو، وہ جو پہلے تم نے مجھے شریک ٹھہرایا تھا میں اس سے سخت بیزار ہوں بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے (کنز الایمان) اور حساب سے فراغت ہو جائے گی، جنتی جنت کا اور دوزخی دوزخ کا حکم پا کر جنت و دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخی شیطان پر ملامت کریں گے اور اس کو برا کہیں گے کہ بد نصیب تو نے ہمیں گمراہ کر کے اس مصیبت میں گرفتار کیا تو وہ جو اب دے گا (جو اوپر مذکور ہوا) اور اللہ کا وعدہ کہ مرنے کے بعد پھر اٹھنا ہے اور آخرت میں نیکیوں اور بدیوں کا بدلہ ملے گا، یہ اللہ کا وعدہ سچا تھا، سچا ہوا۔ اور شیطان کا وعدہ کہ نہ مرنے کے بعد اٹھنا، نہ جزا، نہ جنت، نہ دوزخ۔ (پھر اس کی بیزاری کہ) نہ میں نے تمہیں اپنے اتباع پر مجبور کیا تھا یا یہ کہ میں نے اپنے وعدہ پر تمہارے سامنے کوئی جھٹ و برہان پیش نہیں کی تھی۔ (صرف) و سو سے ڈال کر گمراہی کی طرف (دعوت دی)۔ اور بغیر جھٹ و برہان کے تم میرے بہکائے میں آگئے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے تم سے فرما دیا تھا کہ شیطان کے بہکائے میں نہ آنا اور اس کے رسول اس کی طرف سے دلائل لے کر تمہارے پاس آئے اور انہوں نے جنتیں پیش کیں اور برہانیں قائم کیں تو تم پر خود لازم تھا کہ تم ان کا اتباع کرتے اور ان کے روشن دلائل اور ظاہر معجزات سے منہ نہ پھیرتے اور میری بات نہ مانتے اور میری طرف التفات نہ کرتے مگر تم نے ایسا نہ کیا۔ کیونکہ میں دشمن ہوں اور میری دشمنی ظاہر ہے اور دشمن سے خیر خواہی کی امید رکھنا ہی حماقت ہے۔ (اور وہ جو تم نے مجھے شریک ٹھہرایا تھا) اللہ کا اس کی عبادت میں (اس سے میں بیزار ہوں) (خازن) (خزائن العرفان)

(۲۱) اس میں خود ہی غور و خوض کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ حق اپنانے کی توفیق دے!

(۲۲) تکمیل بخاری شریف اور ختم بخاری شریف جیسے بے شمار نام اور عنوانات ان

ناموں کی اصل کیا اور کیوں؟ ان پر وگراموں کی اصل کیا اور کیوں؟ یہ نام بدعت یا حرام؟

(۲۳) رسائل نکالنا، سپیکر کا استعمال، بجلی کا استعمال، ٹینٹوں کی چھت، بانسوں کے ستون کس دلیل سے اور کیوں؟ ظاہر ہے اس پر بھی دلیل کوئی نہیں تو پھر اہل حق پر اعتراض کیوں؟
(۲۴) معترض اپنے استاذ، شیخ، امام، مفتی یا کسی راہنما کی تقلید کرے تو اس کے جائز ہونے کی دلیل کیا؟ اور امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کے حرام اور شرک و بدعت ہونے کی دلیل کیا؟

(۲۵) معترض کے اپنے استاذ، شیخ، امام، مفتی یا کسی راہنما کی تقلید بلا غور و فکر اور جائز جبکہ دیگر ائمہ کی تقلید کو ناجائز سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی ان کا ادب و احترام کیا جاتا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

(۲۶) اگر کوئی کہے کہ ہم تقلید کو حرام اور شرک سمجھتے ہیں اس لیے تقلید نہیں کرتے، تو میں یہ کہتا ہوں: ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی شخص کسی کی راہنمائی کے بغیر دین میں چل سکے، کم از کم استاذ سے دینی تعلیم لے گا تو اس کے خیالات کا حامل و پیروکار ہو جائے گا یوں اس کی تقلید آٹومیٹک ہو جائے گی، چلے تھے غیر مقلد بننے، بن گئے مقلد، مگر حق سے دور ہو کر، اور ناخواستہ، گویا ایک آدمی حرام کو حرام کہہ کر چھوڑتا ہے اور دوسرا اُسے حلال کہتا ہے اور دلیل کوئی نہیں رکھتا اور کھانے کی دعوت دیتا ہے اور خوب سیر ہو کر کھاتا ہے
ع ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

(۲۷) استعانت ہو تو حرام اور شرک، مگر معاونت اور تعاون ہو تو حلال جائز کوئی فتویٰ نہیں، کیوں؟ کیا باب بدلنے سے اتنا بڑا جرم عائد ہو جاتا ہے؟ جبکہ صحابہ کرام سے استعانت و تعاون سب ثابت، بلکہ قرآن نے حکم صادر فرمایا:

212 وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾ (مائدہ)

اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد

نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے (کنز الایمان)

بعض مفسرین نے فرمایا جس کا حکم دیا گیا اس کا بجالاتا پڑ اور جس سے منع فرمایا گیا اس کو ترک کرنا تقویٰ اور جس کا حکم دیا گیا اس کو نہ کرنا اثم (گناہ) اور جس سے منع کیا گیا اس کا کرنا عدوان (زیادتی) کہلاتا ہے۔

(۲۸) پھر یہ حکم بھی لگتا ہے کہ زندہ سے مدد مانگنا جائز اور حلال، مردہ سے مدد مانگنا شرک و حرام ہے (معاذ اللہ تعالیٰ، یہ کس آیت و حدیث سے ثابت ہے؟ کیا یہ اپنی طرف سے دین میں زیادتی نہیں ہے؟ اللہ کے کلام میں پچر لگانا کس کو جائز ہے؟ یا پھر یہ حکم لگانے والوں کا چھٹکارا اس میں ہے کہ وہ کہہ دیں کہ ہمارا رب (معاذ اللہ تعالیٰ!) مردہ ہے، کیونکہ قرآن نازل کرنے والے رب کی صفت توحی لایموت ہے، پھر مردہ سے مدد مانگنے سے شرک کیسے ہوا؟ یہ بات بالکل ہی عقل سے دور ہے،

ع عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے)

کیونکہ جب اللہ تعالیٰ زندہ ہے تو پھر مرنے والا اس کا شریک کیسے ہو سکتا ہے، شرک تو تب ہو جب کوئی یہ کہے کہ یہ مرنے والا بھی مرا نہیں اس پر موت وارد ہی نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ کی طرح یہ بھی زندہ ہے، اور بذات خود زندہ ہے، زندہ ہونے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔

شُرک کیا ہے؟

قاموس القرآن، للفقہ المفسر الجامع الحسین بن محمد الدامغانی، مطبوع قم ایران

میں ہے:

شُرک علی ثلاثة اوجه:

(۱) الشُرک بالله تعالیٰ (۲) الشُرک فی الطاعة (۳) الشُرک: الریاء
213 تا 215 فوجه منها: الشُرک بالله وهو ان يعدل به غیره، قوله تعالیٰ فی
سورة النساء ((واعبدوا الله ولا تشركوا به شیئا)) ای لا تعدلوا به سواہ۔
كقوله سبحانه (فيها) ((ان الله لا يغفر ان يشرك به))۔ مثلها (فيها) وفي
سورة براءة ((ان الله بريء من المشركين ورسوله)) یعنی الذين يعدلون به
غیرہ۔ (ص ۲۶۲)

شُرک تین طرح کا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شُرک (۲) طاعت میں شُرک (۳) ریاء کاری، دکھاوا
ان تین وجوہ میں سے پہلی وجہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شُرک یہ ہے کہ کسی غیر کو اللہ
تعالیٰ کے برابر سمجھے، جیسا کہ سورۃ نساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ((اور اللہ تعالیٰ کو پوجو
اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو)) یعنی اس کے سوا کو اس کے برابر نہ ٹھہراؤ، جیسا کہ اللہ
سبحانہ کا فرمان عالی شان اسی سورت میں ہے: ((بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا کہ اس کے
ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے)) اسی کی مثل اس سورت میں اور سورۃ براءۃ میں ہے:
((بے شک اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بری و بیزار ہے اور اس کا رسول بھی)) یعنی وہ لوگ جو
اللہ تعالیٰ کے غیر کو اس کے برابر جانتے مانتے ہیں۔

○ باقی دو صورتیں شُرک کی بیان نہیں کی گئیں کیوں کہ یہ تعریف شُرک اکبر کی

تعریف ہے اور یہ ہی کافی ہے۔

المفردات فی غریب القرآن، ابی القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب
الاصہبانی، میں ہے:

وشرک الانسان فی الدین ضربان:

216 تا 220 احدهما: الشرک العظیم وهو اثبات شریک لله تعالیٰ، یقال
اشرک فلان بالله وذلك اعظم کفر، قال (ان الله لا یغفر ان یشرک به) وقال:
(ومن یشرک بالله فقد ضل ضللاً لایعیداً) وقال: (ومن یشرک بالله فقد
حرم الله علیه الجنة) (یبایعنک علی ان لا یشرکن بالله
شیعاً) وقال: (سیقول الذین اشركوا لو شاء الله ما اشركنا) (صفحہ
نمبر ۲۵۹، ۲۶۰)

انسان کا شرک دین میں دو قسم کا ہے:

(۱) شرک عظیم: اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک ثابت کرنا ہے، کہا جاتا کہ
فلان نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، اور یہ سب سے بڑا کفر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ((
بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے)) اور فرمایا: ((
جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا، اور فرمایا: ((جس نے
اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا بے شک اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی)) ((وہ
عورتیں اس بات پر آپ کی بیعت کرتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں
گی)) اور فرمایا: ((عن قریب مشرک کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے))

تبیان القرآن میں ہے:

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

الاشراک هو اثبات الشریک فی الالوهیة بمعنی وجوب الوجود کما

للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام۔

شُرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں شریک مانا جائے، یعنی کسی کو اللہ کے سوا واجب الوجود مانا جائے جیسا کہ مجوس مانتے ہیں یا کسی کو عبادت کا مستحق مانا جائے جیسا کہ بت پرست مانتے ہیں۔ (بحوالہ شرح العقائد ص ۵۶، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ شرک کا مدار صرف دو چیزوں پر ہے، وجوب وجود اور استحقاق عبادت، اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود یا مستحق عبادت مانے تو یہ شرک ہے ورنہ نہیں۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

221 والذین ہم بہ مشرکون ○ (انحل/ ۱۰۰) کی تفسیر میں ابو العباس نے کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ شیطان کی عبادت بھی کرتے ہیں، اسی وجہ سے یہ مشرک ہو گئے۔

(تاج العروس، ج ۷ ص ۱۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شُرک کیا ہے؟ اور کیا شرک نہیں ہے؟

اگر کوئی شخص کسی کی کوئی صفت مستقل بالذات مانے تو یہ بھی اس کو واجب الوجود مانتا ہے، لہذا جو شخص کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی ولی کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ ان کے سننے یا دیکھنے کی صفت مستقل ہے یعنی وہ اپنی ذاتی طاقت سے سنتے یا دیکھتے ہیں یا ان کا علم ذاتی ہے یا ان کی قدرت ذاتی ہے تو یہ شرک ہے اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے وہ سنتے ہیں دیکھتے ہیں اور ان کا علم اور قدرت اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے تو شرک نہیں ہے۔ (تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث، جلد اول، صفحہ ۳۱۱)

ایک وضاحت

اس گفتگو میں لفظ (واجب الوجود) کا مفہوم علماء کے نزدیک ہے:

(الواجب لذاته) هو الموجود الذي يمتنع عدمه امتناعا ليس الوجود له من غيره بل من نفس ذاته فان كان وجوب الوجود لذاته سمى واجبا لذاته وان كان لغيره سمى واجبا لغيره ★

(واجب لذاته) وہ موجود ہے جس کا نہ ہونا بالکل ممتنع ہے، اس کا وجود اس کے غیر سے نہیں بلکہ اس کی اپنی ذات ہی سے ہے، تو اگر وجوب الوجود لذاتہ ہو تو اس کو واجب لذاتہ کہا جاتا ہے۔ اور اگر واجب کسی غیر کی وجہ سے ہو تو اسے واجب لغيرہ کہا جاتا ہے۔ (واجب الوجود) هو الذي يكون وجوده من ذاته ولا يحتاج الى شيء اصلا ★

(واجب الوجود) وہ ہے جس کا وجود ذاتی ہو اور وہ کسی شے کا بالکل محتاج نہ ہو۔
(کتاب التعريفات، سيد شريف علي بن محمد جرجاني، صفحہ ۱۰۹)

الواجب: وقال بعضهم الواجب يقال على وجهين: احدهما: ان يراد به اللازم الوجود، فانه لا يصح ان لا يكون موجودا كقولنا في الله جل جلاله واجب وجوده، والثاني: الواجب بمعنى ان حقه ان يوجد ★
واجب: اور بعض علماء نے کہا ہے: کہا جاتا ہے کہ واجب کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ اس سے مراد وہ ذات ہو جس کا وجود لازم ہے، تو بے شک اس کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ موجود نہ ہو، جیسے ہم اللہ جل جلالہ کے بارے میں کہیں: اس کا وجود واجب ہے اور دوسرا: واجب کا معنی یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ وہ موجود ہو۔

علماء کی ان تعریفات سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں اہلسنت کے نزدیک کوئی شریک ہو ہی نہیں سکتا، پھر شرک کا فتویٰ اہلسنت پر بہت بڑا ظلم ہے، اور پھر یہ ہی نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:

إِنِّي وَاللَّهُ مَا أَخَافُ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ

تَنَافَسُوا ○ بخاری شریف، کتاب الجنائز، باب الصلوة علی الشہید، صفحہ

بے شک اللہ کی قسم مجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم دنیا کے پیچھے پڑو گے۔
نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتَّى إِذَا رَأَيْتَ بِهِ جُتَّةً عَلَيْهِ وَكَانَ رِذَائُهُ الْإِسْلَامَ اعْتَرَاهُ إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ وَسَعَى عَلَى جَارِهِ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ قَالَ: قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَيُّهُمَا أَوْلَى بِالشِّرْكِ الْمَرْحِيُّ أَوِ الرَّاحِي؟ قَالَ: بَلِ الرَّاحِي، اسنادہ جید
○ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۵ مطبوعہ امجد اکیڈمی، لاہور)

بے شک جس کا مجھے تم پر ڈر ہے اس میں سے ایک چیز یہ ہے کہ ایک آدمی قرآن اس قدر پڑھے گا کہ اس پر اس کی رونق دیکھی جائے گی اور اس کا اوڑھنا بچھونا اسلام ہی ہوگا، جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اسی حال میں رہے گا، پھر وہ اس سے نکل جائے گا اور وہ اس (اسلام اور قرآن) کو پس پشت ڈال دے گا، اور اپنے پڑوسی پر تلوار لے کر نکلے گا اور اس پر شرک کی تہمت لگائے گا۔ روایت کرنے والے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ان میں سے شرک کے زیادہ لائق کون ہوگا تہمت شرک لگانے والا یا جس پر لگائی گئی ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس نے تہمت شرک لگائی (وہ ہی شرک کا زیادہ مستحق ہوگا) (غیر مقلدین کو دعوت انصاف، ص ۵۱، کامونگی)
ایک حدیث کا مفہوم یہ بھی ہے:

اب جزیرہ عرب میں شیطان کی پوجا کبھی نہیں ہوگی۔

پھر میلاد انبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرک کا کیا تعلق؟ جبکہ میلاد کا مفہوم پیدائش ہے، رب تعالیٰ کی پیدائش ہے ہی نہیں، تو شرک کیسے ثابت ہوا؟ اس لیے یہ دعویٰ یا فتویٰ محض بھیڑ چال ہی ہے۔ اور غلط ہے۔

(۲۹) کیا صحابہ کرام نے ایسی مسجدیں اور مدرسے بنائے جو تم بناتے ہو؟

(۳۰) کیا دو صحابہ میں معترض تھے، نہیں تو پھر واپسی ضروری ہے۔

(۳۱) کیا صحابہ کرام نے (پاکستان کے کسی علاقہ میں) معترض کی طرح اجتماع کیا اور اس میں شرکت کی دعوت دی؟

(۳۲) کیا وہ مراکز جن میں اہل سنت کے مخالف رہتے ہیں ان میں صحابہ کرام رہے، یا انہوں نے مراکز بنائے، یا انہوں نے ان مراکز میں اجتماع کیا۔ جواب ہاں میں ہو تو دلیل ورنہ توبہ لازم اور ترک، واجب ہے۔

اس طرح کے بے شمار اعتراض و سوال کئے جاسکتے ہیں مگر مقصود توجہ ہے، حق کو حق ثابت کرنا مطلوب ہے، ورنہ دین میں کوئی بھی بات پر کھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ بات یا وہ کام یا وہ امر دین کی کسی بات کے خلاف نہ ہو تو اس کا کرنا منع یا خلاف شرع نہیں اس کا کرنا جائز ہے! اور اگر پھر بھی کسی کو اعتراض ہو تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے آگے اس کی مرضی ہے کہ وہ اپنی زبان بند رکھے اور فضول سوال و اعتراض سے باز آئے یا نہ، ورنہ بندگان خدا اپنے علمی اسلحہ سے کبھی خالی نہیں ہوتے، جیسا اعتراض ویسا جواب ملتا رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ! دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دعویٰ مسلمانی کرنے والے کو ہدایت عطا کرے اور صحیح طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بننے کی توفیق دے! آمین!

حرفِ آخر

223 وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٤٨﴾ (مومن)

اور بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا اور کسی رسول کو نہیں پہنچتا کہ کوئی نشانی لے آئے بے حکم خدا کے پھر جب اللہ کا حکم آئے گا سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور باطل والوں کا وہاں خسارہ (کنز الایمان)

اس قرآن میں صراحت کے ساتھ بعض انبیاء کرام کا بیان ہوا، اور بعض کا تفصیلاً و صراحۃً ذکر ہوا۔ (مرقاۃ) اور ان تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے نشانی اور معجزات عطا فرمائے اور ان کی قوموں نے ان سے مجادلہ کیا اور انہیں جھٹلایا، اس پر ان حضرات نے صبر کیا۔ اس تذکرہ سے مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی ہے کہ جس طرح کے واقعات قوم کی طرف سے آپ کو پیش آرہے ہیں اور جیسی ایذائیں پہنچ رہی ہیں پہلے انبیاء کے ساتھ بھی یہی حالات گزر چکے ہیں انہوں نے صبر کیا آپ بھی صبر فرمائیں۔ سچے فیصلے سے مراد کفار پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ ہے رسولوں کے اور ان کی تکذیب کرنے والوں کے درمیان۔ (خزائن العرفان)

یاد کرو اور یاد دلاؤ

اللہ رب العزت نے جہاں بھی کلام پاک میں لفظ (اِذْ، اِذَا) کا استعمال فرمایا، اس سے پہلے تمام مفسرین کے نزدیک (اِذْ كُرًّا) یا (اِذْ كُرْوًا) مقدر (پوشیدہ) ہوتا

ہے جس کا معنی (یاد کر) یا (یاد کرو) ہے۔

(أَذْكُرُ) یا (أَذْكُرُوا)

قرآن پاک میں ان دونوں لفظوں کا استعمال تقریباً 47 بار ہوا ہے، اور لفظ اذ 784 مرتبہ مذکور ہے اور لفظ اذا 447 مرتبہ مذکور ہے۔ 47 بار (أَذْكُرُ) یا (أَذْكُرُوا) دونوں کا استعمال جہاں براہ راست یاد کرنا کا حکم ہے، اور یاد کرنا کچھ بھی ہو، اذا مستقبل کے لیے آتا ہے، ہو سکتا ہے کوئی کہے کہ یہاں (أَذْكُرُ) یا (أَذْكُرُوا) مقدر نہیں ہوتا تو ٹھیک ہے، اذ کے بعد تو انکار کی کوئی گنجائش نہیں، 784 بار اس لفظ کا تکرار بھی شک سے جسے نہیں نکال سکا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ایک معمرہ اور اس کا حل

ہم یا کوئی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و بارک وسلم کا ذکر کرتے ہیں، جب سب کرتے ہیں تو اعتراض نہیں ہونا چاہیے، ہم میلاد النبی، ذکر مصطفیٰ وغیرہ پیارے نام رکھ لیتے ہیں تو اعتراض ہوتا ہے، وہ سیرت النبی یا جو چاہیں نام رکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ ہم پر اعتراض نہیں ہو سکتا، حالانکہ اعتراض ایک نہیں بے شمار ہیں، مگر جب جھگڑا ختم کرنا ہے تو کسی طرح ہو کہ مسئلہ حل ہو جائے، ہم کہتے ہیں کہ بھائی ہمارے نزدیک اس نام میں اس کی ہیئت میں اس کے مشمولات میں اس میں پڑھی جانے والی تمام آیات و احادیث، روایات، نعتوں اور نصیحت آمیز قصص میں کھانے کھلانے دعوت دینے اس کا اہتمام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر آپ کے نزدیک میلاد النبی نام میں کوئی فتویٰ لگتا ہے تو سوچ سمجھ کر بتاؤ کہ اس کا نام کیا رکھیں سیرت النبی پر اعتراض ہو چکا ہے اس کی طرف مت آنا اور ایسا نام بتانا جس پر کوئی اعتراض نہ ہو سکے۔

224 فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا

لفظ بعث اور آمدِ مصطفیٰ (معنوی تحقیق)

(1) بعث کا ایک معنی ہے اٹھانا یعنی مرنے کے بعد اٹھانا جیسا کہ قیامت کے دن ساری مخلوق کو اٹھایا جائے گا۔ قرآن پاک میں اس معنی پر دلالت اس آیت میں ہے:

225 (۱) ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۲۵۹﴾ (بقرہ)

پھر مرے پیچھے ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان مانو۔

226 (۲) اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ اُنِّي يُحْيِي هَذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ اِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَاَنْظُرْ اِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِلنّٰسِ وَاَنْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ (بقرہ)

یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ ڈھٹی پڑھی تھی اپنی چھتوں پر، بولا اسے کیوں کر جلانے گا اللہ اس کی موت کے بعد تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم فرمایا نہیں بلکہ تجھے سو برس گزر گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بونہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ (کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ اس لیے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیوں کر ہم انہیں اٹھان دیتے ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

سیدنا عزیر علیہ السلام کا قصہ

بقول اکثر یہ واقعہ عزیر علیہ السلام کا ہے اور بستی سے بیت المقدس مراد ہے جب

مُحْتِ نَصْرِ بَادِشَاهِ نَعِي بِيْتِ الْمَقْدِسِ كُو وِ رَانِ كِيَا اور بِنِي اسْرَائِيلِ كُو قَتْلِ كِيَا كَر فِتَارِ كِيَا تَبَاهِ كَر ڈَالَا
پھر حضرت عَزِيْر عَلِيْهِ السَّلَامِ وِ هَاں كَزْرَے آپ كے سَا تَهْدِ اِيْكَ بَرْتَنِ كَهْجُورِ اور اِيْكَ پِيَالَهْ اَنگُورِ
كَارِسْ تَهَا اور آپ اِيْكَ دَرَا زِ كُوشِ پَر سُوَار تَهْتَهْ تَمَامِ بَسْتِيْ مِيں پھرے كِسِيْ شَخْصِ كُو وِ هَاں نَهْ پَايَا
بَسْتِيْ كِيْ عِمَارَتُوں كُو مَنَهْدِمِ دِيْكَهَّا تُو آپ نَعِي بَرَاهِ تَعْجِبِ كَهَّا " اَنْتِيْ يُحْيِيْ هٰذِيْكَ اللهُ بَعْدَ
مَوْتِيْهَا " اور آپ نَعِي اِهْنِيْ سُوَارِيْ كے حَمَارِ كُو وِ هَاں بَانْدَهْ دِيَا اور آپ نَعِي اَرَامِ فَرْمَايَا اِسِي
حَالَتِ مِيں آپ كِي رُوْحِ قَبْضِ كَر لِيْ گِيْ اور گَدَهَا بَهِيْ مَر گِيَا۔ يِهْ صَبْحِ كے وَقْتِ كَا وَاقِعَهْ هِيْ اِس
سے سْتَرِ بَرَسِ بَعْدِ اللهُ تَعَالَى نَعِي شَاهَانِ فَارِسِ مِيں سَعِي اِيْكَ بَادِشَاهِ كُو مَسْلُطِ كِيَا اور وِ اِهْنِي
فُوجِيں لے كَر بِيْتِ الْمَقْدِسِ پَهِنْچَا اور اِس كُو پَهْلے سَعِي بَهِيْ بَهْتَرِ طَرِيْقَهْ پَر آبَادِ كِيَا اور بِنِي اسْرَائِيلِ
مِيں سَعِي جُو لُوكِ بَاتِي رَهے تَهْتَهْ اللهُ تَعَالَى اَنْهِيں پھر يِهَاں لَايَا اور وِ بِيْتِ الْمَقْدِسِ اور اِس
كے نُوَا حِ مِيں آبَادِ هُوئے اور اِن كِي تَعْدَادِ بڑھْتِي رَهِي۔

اِس زَمَانَهْ مِيں اللهُ تَعَالَى نَعِي حَضْرَتِ عَزِيْر عَلِيْهِ السَّلَامِ كُو دُنْيَا كِي آنكھوں سے پوشيدہ
رَكهَّا اور كُوئی آپ كُو نَهْ دِيْكَهْ سَكَا جَبْ آپ كِي وَفَاتِ كُو سُو بَرَسِ كَزْرَ گئے تُو اللهُ تَعَالَى نَعِي آپ كُو
زِنْدَهْ كِيَا پَهْلے آنكھوں مِيں جَانِ آئی اَبَهِيْ تِيْكَ تَمَامِ جِسْمِ مَرْدَهْ تَهَا وِ آپ كے دِيْكَهْتَهْ دِيْكَهْتَهْ زِنْدَهْ
كِيَا گِيَا يِهْ وَاقِعَهْ شَامِ كے وَقْتِ غُرُوبِ آفْتَابِ كے قَرِيْبِ هُو اللهُ تَعَالَى نَعِي فَرْمَايَا تَمِ يِهَاں كَتْنَهْ
دِنِ ٹَهْرَے آپ نَعِي اَنْدَازَهْ سَعِي عَرْضِ كِيَا كَهْ اِيْكَ دِنِ يَا كَچھِ كَمِ آپ كَا خِيَالِ يِهْ هُوَا كَهْ يِهْ اِسِي
دِنِ كِي شَامِ هِيْ جِس كِي صَبْحِ كُو سُوئے تَهْتَهْ، فَرْمَايَا بَلْكَهْ تَمِ سُو بَرَسِ ٹَهْرَے اِپْنَهْ كَهَانَهْ اور پَانِي
يَعْنِي كَهْجُورِ اور اَنگُورِ كے رَسِ كُو دِيْكَهْتَهْ كَهْ وِيْسَا هِيْ هِيْ اِس مِيں بُو تِيْكَ نَهْ آئی اور اِپْنَهْ گَدَهْ كُو
دِيْكَهْتَهْ دِيْكَهَّا تُو وِ مَر گِيَا تَهَّا گَلِ گِيَا، اَعْضَاءِ بَكْهَر گئے تَهْتَهْ بْذِيَاں سَفِيْدِ چَمَكِ رَهِي تَهِيں آپ كِي
نِگَا هْ كے سَا مَنَهْ اِس كے اَعْضَاءِ جَمْعِ هُوئے اَعْضَاءِ اِپْنَهْ اِپْنَهْ مَوَاقِعِ پَر آئے بْذِيُوں پَر گوشتِ
چُڑَهَا گوشتِ پَر كَهَالِ آئی بَالِ نَكْلَهْ پھر اِس مِيں رُوْحِ پَهُونْگِي وَهْ اِٹْهْ كَهْرَا هُوَا اور آواز كَرْنَهْ
لُكَا۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کیا اور فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے پھر آپ اپنی اس سواری پر سوار ہو کر اپنے محلہ میں تشریف لائے سر اقدس اور ریش مبارک کے بال سفید تھے عمر وہی چالیس سال کی تھی کوئی آپ کو نہ پہچانتا تھا۔ اندازے سے اپنے مکان پر پہنچے ایک ضعیف بڑھیا ملی جس کے پاؤں زہ گئے تھے۔ وہ نابینا ہو گئی تھی وہ آپ کے گھر کی باندی تھی اور اس نے آپ کو دیکھا تھا آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ عزیز کا مکان ہے اس نے کہا ہاں، اور عزیز کہاں، انہیں مفقود ہوئے سو برس گزر گئے یہ کہہ کر خوب روئی آپ نے فرمایا میں عزیز ہوں اس نے کہا سبحان اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے سو برس مردہ رکھا پھر زندہ کیا اس نے کہا حضرت عزیز مستجاب الدعوات تھے جو دعا کرتے قبول ہوتی آپ دعا کیجئے میں بینا ہو جاؤں تاکہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھوں آپ نے دعا فرمائی وہ بینا ہوئی آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اٹھ خدا کے حکم سے یہ فرماتے ہی اس کے مارے ہوئے پاؤں درست ہو گئے۔

اس نے آپ کو دیکھ کر پہچانا اور کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ بے شک حضرت عزیز ہیں وہ آپ کو بنی اسرائیل کے محلہ میں لے گئی وہاں ایک مجلس میں آپ کے فرزند تھے جن کی عمر ایک سو اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی اور آپ کے پوتے بھی تھے جو بوڑھے ہو چکے تھے بوڑھیا نے مجلس میں پکارا کہ یہ حضرت عزیز تشریف لے آئے اہل مجلس نے اس کو جھٹلایا اس نے کہا مجھے دیکھو آپ کی دعا سے میری یہ حالت ہو گئی لوگ اٹھے اور آپ کے پاس آئے آپ کے فرزند نے کہا کہ میرے والد صاحب کے شانوں کے درمیان سیاہ بالوں کا ایک ہلال تھا جسم مبارک کھول کر دکھایا گیا تو وہ موجود تھا۔

اس زمانہ میں توریت کا کوئی نسخہ نہ رہا تھا کوئی اس کا جاننے والا موجود نہ تھا۔ آپ نے تمام توریت حفظ پڑھ دی۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھے اپنے والد سے معلوم ہوا کہ بخت

نصر کی ستم انگیزیوں کے بعد گرفتاری کے زمانہ میں میرے دادا نے توریت ایک جگہ دفن کر دی تھی اس کا پتہ مجھے معلوم ہے اس پتہ پر جستجو کر کے توریت کا وہ مدفون نسخہ نکالا گیا اور حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنی یاد سے جو توریت لکھائی تھی اس سے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا۔ (جمل)

(2) بعث کا دوسرا معنی بھیجنا ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے، اور اس سے مراد پیدا کر کے بھیجنا ہے، جیسا کہ آیت کے معنی سے واضح ہے:

227 (۱) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾ (بقرہ)

اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستر فرما دے بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔ (کنز الایمان)

یعنی حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل کی ذریت میں یہ دُعا سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھی یعنی کعبہ معظمہ کی تعمیر کی عظیم خدمت بجالانے اور توبہ و استغفار کرنے کے بعد حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا کی کہ یارب اپنے محبوب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری نسل میں ظاہر فرما اور یہ شرف ہمیں عنایت کر یہ دعا قبول ہوئی اور ان دونوں صاحبوں کی نسل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی نبی نہیں ہوا اولاد حضرت ابراہیم میں باقی انبیاء حضرت اسحق کی نسل سے ہیں۔

مسئلہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا میلاد شریف خود بیان فرمایا امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا بحالیکہ حضرت آدم کے پتلہ کا خمیر ہو رہا تھا میں تمہیں اپنے ابتدائے حال کی خبر دوں میں

دعائے ابراہیم ہوں، بشارتِ عیسیٰ ہوں، اپنی والدہ کے اس خواب کی تعبیر ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا اور ان کے لیے ایک نورِ ساطع ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے ایوان و قصور ان کے لیے روشن ہو گئے اس حدیث میں دعائے ابراہیم سے یہی دعا مراد ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور آخر زمانہ میں حضور سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ الحمد للہ علی احسانہ (جمل و خازن) (خزائن العرفان)

228 (۲) كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ الظَّالِمِينَ أَوْ تُؤْذُونَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۲۱۳﴾ (بقرہ)

لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سنا تے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کر دے اور کتاب میں اختلاف انہیں نے ڈالاجن کو دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے آپس کی سرکشی سے تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سو جہادی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے (کنز الایمان)

حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے عہد نوح تک سب لوگ ایک دین اور ایک شریعت پر تھے پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا یہ بعثت میں پہلے رسول ہیں۔ (خزائن العرفان)

229 (۳) لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ

كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٣﴾ (آل عمران)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

منت، نعمتِ عظیمہ کو کہتے ہیں اور بے شک سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نعمتِ عظیمہ ہے کیونکہ خلق کی پیدائش، جہل و عدم و دلالت و قلتِ فہم و نقصانِ عقل پر ہے تو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان میں مبعوث فرما کر انہیں گمراہی سے رہائی دی اور حضور کی بدولت انہیں بینائی عطا فرما کر جہل سے نکالا اور آپ کے صدقہ میں راہِ راست کی ہدایت فرمائی اور آپ کے طفیل میں بے شمار نعمتیں عطا کیں۔

یعنی اُن کے حال پر شفقت و کرم فرمانے والا اور اُن کے لیے باعثِ فخر و شرف جس کے احوال زہد و ورعِ راست بازی دیانت داری خصائلِ جمیلہ اخلاقِ حمیدہ سے وہ واقف ہیں۔ ایک رسول سے مراد سید عالم خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔
(خزائن العرفان)

یہ بغیر کسی شک و شبہ کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر ہے اگرچہ لفظِ ولادت استعمال نہیں ہوا۔

230 هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ . وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٣﴾ (جمعه)

وہی ہے جس نے اُن پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں۔ اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور گھلی گمراہی میں تھے۔

جس کے نسب و شرافت کو وہ اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں ان کا نام پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت نبی اُمّی ہے اس کے بہت وجوہ ہیں ایک ان میں سے یہ ہے کہ آپ امتِ اُمّیہ کی طرف معبود ہوئے کتابِ شعیاء میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اُمّیوں میں ایک اُمّی بھیجوں گا اور اس پر نبوت ختم کر دوں گا اور ایک وجہ یہ ہے کہ آپ کی بعثت اُمّ القریٰ یعنی مکہ مکرمہ میں ہوئی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے اور کتاب سے کچھ پڑھتے نہ تھے اور یہ آپ کی فضیلت تھی کہ غایت حضورِ علم سے اس کی حاجت نہ تھی خط ایک صنعتِ ذہنیہ ہے جو آلہ جسمانیہ سے صادر ہوتی ہے تو جو ذات ایسی ہو کہ قلمِ اعلیٰ اس کے زیرِ فرمان ہو اس کو اس کتابت کی کیا حاجت پھر حضور کا کتابت نہ فرمانا اور کتابت کا ماہر ہونا ایک معجزہ عظیمہ ہے کاتبوں کو علمِ خط اور رسمِ کتابت کی تعلیم فرماتے اور اہلِ حرفت کو حرفتوں کی تعلیم دیتے اور ہر کمالِ دنیوی و اخروی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام خلق سے اعلم کیا۔

یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل لوگ شرک و عقائدِ باطلہ و خباثتِ اعمال میں گرفتار تھے اور انہیں مرشدِ کامل کی شدید حاجت تھی۔

یہ آیت کریمہ بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد کی بین ترین دلیل ہے، رب کریم جل جلالہ تو خود اپنے محبوب کے تذکرے فرماتا ہے اور امتی کہلانے والا منع کرتا ہے، کس کی مانیں؟ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب مخلوق کی ماننے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو تو خالق کی بات مانی جائے گی، اس لیے بھی جو قرآن کی تعلیم سے روکے وہ مردود ہے۔

(3) تیسرا معنی: مقرر کرنا، قائم کرنا، تقرری، بھی ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

231 أَلَمْ تَرَ إِلَى الْبَلَاءِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالَُوا لِنَبِيِّ
لَهُمْ ائْبَعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ
عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ

أَخْرَجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَاءِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا
مِّنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٣٦﴾ (بقرہ)

اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا ہے اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ علیہ السلام کے
بعد ہوا جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے ہمارے لیے کھڑا کر دو ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ
میں لڑیں نبی نے فرمایا کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ
کرو بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور
اپنی اولاد سے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا منہ پھیر گئے مگر ان میں کے تھوڑے اور
اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو (کنز الایمان)

232 وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى
يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ
قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي
مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٣٤﴾ (بقرہ)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر
بھیجا ہے، بولے اسے ہم پر بادشاہی کیوں کر ہوگی، اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق
ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی، فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا، اور اسے علم
اور جسم میں کشادگی زیادہ دی، اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا
ہے۔

بادشاہ کی تقرری کا اصل قصہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور
انہوں نے عہد الہی کو فراموش کیا بت پرستی میں مبتلا ہوئے سرکشی اور بد افعالی انتہا کو پہنچی ان
پر قوم جالوت مسلط ہوئی جس کو عمالقہ کہتے ہیں کیونکہ جالوت عملیق بن عاد کی اولاد سے ایک

نہایت جابر بادشاہ تھا اس کی قوم کے لوگ مصر و فلسطین کے درمیان بحر روم کے ساحل پر رہتے تھے انہوں نے بنی اسرائیل کے شہر چھین لیے آدمی گرفتار کئے طرح طرح کی سختیاں کیں اس زمانہ میں کوئی نبی قوم بنی اسرائیل میں موجود نہ تھے خاندان نبوت سے صرف ایک بی بی باقی رہی تھیں جو حاملہ تھیں ان کے فرزند تولد ہوئے ان کا نام اشمویل رکھا جب وہ بڑے ہوئے تو انہیں علم توریت حاصل کرنے کے لیے بیت المقدس میں ایک کبیر السن عالم کے سپرد کیا وہ آپ کے ساتھ کمال شفقت کرتے اور آپ کو فرزند کہتے جب آپ سن بلوغ کو پہنچے تو ایک شب آپ اس عالم کے قریب آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسی عالم کی آواز میں یا اشمویل کہہ کر پکارا آپ عالم کے پاس گئے اور فرمایا کہ آپ نے مجھے پکارا ہے عالم نے بایں خیال کہ انکار کرنے سے کہیں آپ ڈرنہ جائیں یہ کہہ دیا کہ فرزند تم سو جاؤ پھر دوبارہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسی طرح پکارا اور حضرت اشمویل علیہ السلام عالم کے پاس گئے عالم نے کہا کہ اے فرزند اب اگر میں تمہیں پھر پکاروں تو تم جو اب نہ دینا تیسری مرتبہ میں حضرت جبریل علیہ السلام ظاہر ہو گئے اور انہوں نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کا منصب عطا فرمایا آپ اپنی قوم کی طرف جائیے اور اپنے رب کے احکام پہنچائیے جب آپ قوم کی طرف تشریف لائے انہوں نے تکذیب کی اور کہا کہ آپ اتنی جلدی نبی بن گئے اچھا اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے لیے ایک بادشاہ قائم کیجئے۔ (خازن وغیرہ)

ہم کیوں جہاد نہ کریں جب کہ قوم جالوت نے ہماری قوم کے لوگوں کو ان کے وطن سے نکالا ان کی اولاد کو قتل و غارت کیا چار سو چالیس شاہی خاندان کے فرزندوں کو گرفتار کیا جب حالت یہاں تک پہنچ چکی تو اب ہمیں جہاد سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے تب نبی اللہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کیا اور جہاد فرض فرمایا (خازن) ان افراد کی تعداد اہل بدر کے برابر تین سو تیرہ تھی۔ جنہوں

نے جہاد سے انکار نہ کیا (خزائن العرفان)

(4) بعث کا چوتھا معنی سوتے سے جگانا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

233 وَ هُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠﴾ (انعام)

اور وہی ہے جو رات کو تمہاری رو میں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کہاؤ پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے کہ ٹھہرائی ہوئی میعاد پوری ہو پھر اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے پھر وہ بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ (کنز الایمان)

تو تم پر نیند مسلط ہوتی ہے اور تمہارے تھراؤ فات اپنے حال پر باقی نہیں رہتے۔ تاکہ عمر اپنی انتہا کو پہنچے۔ اس آیت میں بعث بعد الموت یعنی مرنے کے بعد زندہ ہونے پر دلیل ذکر فرمائی گئی جس طرح روز مرہ سونے کے وقت ایک طرح کی موت تم پر وارد کی جاتی ہے جس سے تمہارے حواس معطل ہو جاتے ہیں اور چلنا پھرنا پکڑنا اور بیداری کے افعال سب معطل ہوتے ہیں، اس کے بعد پھر بیداری کے وقت اللہ تعالیٰ تمام قوی کو ان کے تھراؤ فات عطا فرماتا ہے یہ دلیل بین ہے اس بات کی کہ وہ زندگانی کے تھراؤ فات بعد موت عطا کرنے پر اسی طرح قادر ہے۔

قرآن پاک میں لفظ بعث 56 مرتبہ مذکور ہوا ہے، مذکورہ بالا معانی کے علاوہ کوئی

اور معنی نہیں ہے۔ الحمد للہ رب العالمین

"جَاءَ" اور "جَاءُوا" کے الفاظ اور میلاد

234 وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۖ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ (بقرہ)

اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت مکروں پر (کنز الایمان)

کتاب سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور حضور کے اوصاف کے بیان میں تصدیق کرتی ہے (کبیر و خازن)

شانِ نُوول: سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن کریم کے نُوول سے قبل یہود اپنی حاجات کے لیے حضور کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کیا کرتے تھے:

"اللَّهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا وَانصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْأُمِّيِّ"

یا رب ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما!

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقبولان حق کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سے قبل جہان میں حضور کی تشریف آوری کا شہرہ تھا اس وقت بھی حضور کے وسیلہ سے خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔

اور جب آپ آگئے تو انہوں نے ماننے اور پہچاننے سے یہ انکار عناد و حسد اور حق ریاست کی وجہ سے کیا تھا۔ اور رب کریم نے مکروں پر لعنت فرمائی (خزائن العرفان)

235 وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۱﴾ (بقرہ)

اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے یہاں سے ایک رسول ان کی کتابوں

کی تصدیق فرماتا تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گو یا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے (کنز الایمان)

رسول سے مراد سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توریت زبور وغیرہ کی تصدیق فرماتے تھے اور خود ان کی کتابوں میں بھی حضور کی تشریف آوری کی بشارت اور آپ کے اوصاف و احوال کا بیان تھا اس لیے حضور کی تشریف آوری اور آپ کا وجود مبارک ہی ان کتابوں کی تصدیق ہے تو حال اس کا تقاضا کرتا تھا کہ حضور کی آمد پر اہل کتاب کا ایمان اپنی کتابوں کے ساتھ اور زیادہ پختہ ہوتا مگر اس کے برعکس انہوں نے اپنی کتابوں کے ساتھ بھی کفر کیا۔

سدی کا قول ہے کہ جب حضور کی تشریف آوری ہوئی تو یہود نے توریت سے مقابلہ کر کے توریت و قرآن کو مطابق پایا تو توریت کو بھی چھوڑ دیا۔ یعنی اس کتاب کی طرف بے التفاتی کی۔

سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ یہود نے توریت کو حریر و دیبا کے ریشمی غلافوں میں زروسیم کے ساتھ مطلقاً و مزین کر کے رکھ لیا اور اس کے احکام کو نہ مانا۔
ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے چار فرقے تھے:

○ ایک توریت پر ایمان لایا اور اس نے اس کے حقوق کو بھی ادا کیا یہ مومنین اہل کتاب ہیں ان کی تعداد تھوڑی ہے اور "أَكْثَرُهُمْ" سے ان کا پتا چلتا ہے۔

○ دوسرا فرقہ جس نے بالاعلان توریت کے عہد توڑے اس کی حدود سے باہر ہوئے سرکشی اختیار کی "ذَبَدْنَا فَرِيقًا مِّنْهُمْ" میں ان کا بیان ہے۔

○ تیسرا فرقہ وہ جس نے عہد شکنی کا اعلان تو نہ کیا لیکن اپنی جہالت سے عہد شکنی کرتے رہے ان کا ذکر "بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ" میں ہے۔

○ چوتھے فرقے نے ظاہری طور پر تو عہد مانے اور باطن میں بغاوت و عناد سے

مخالفت کرتے رہے یہ تصنع سے جاہل بنتے تھے۔ "كَانَتْهُمْ لَا يَعْلَمُونَ" میں ان پر دلالت ہے۔

236 تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنْ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿٢٥٣﴾ (بقرہ)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکیں لیکن وہ تو مختلف ہو گئے ان میں کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر ہو گیا اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہے کرے (کنز الایمان) اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب جدا گانہ ہیں بعض حضرات سے بعض افضل ہیں اگرچہ نبوت میں کوئی تفرقہ نہیں وصف نبوت میں سب شریک و یک دگر ہیں مگر خصائص و کمالات میں درجے متفاوت ہیں یہی آیت کا مضمون ہے اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے۔ (خازن و مدارک) یہ آیت نعت انبیاء کرام علیہم السلام ہے۔

یعنی کلام بے واسطہ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کلام سے مشرف فرمایا اور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج میں (جمل)

وہ حضور پر نور سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ آپ کو بدرجات کثیرہ تمام انبیاء علیہم السلام پر افضل کیا اس پر تمام امت کا اجماع ہے اور بکثرت احادیث سے ثابت ہے آیت میں حضور کی اس رفعت مرتبت کا بیان فرمایا گیا اور نام مبارک کی تصریح نہ

کی گئی اس سے بھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علو شان کا اظہار مقصود ہے کہ ذات والا کی یہ شان ہے کہ جب تمام انبیاء پر فضیلت کا بیان کیا جائے تو سوائے ذات اقدس کے یہ وصف کسی پر صادق ہی نہ آئے اور کوئی اشتباہ راہ نہ پاسکے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ خصائص و کمالات جن میں آپ تمام انبیاء پر فائق و افضل ہیں اور آپ کا کوئی شریک نہیں بے شمار ہیں کہ قرآن کریم میں یہ ارشاد ہوا، درجوں بلند کیا ان درجوں کی کوئی شمار قرآن کریم میں ذکر نہیں فرمائی تو اب کون حد لگا سکتا ہے ان بے شمار خصائص میں سے بعض کا اجمالی و مختصر بیان یہ ہے کہ آپ کی رسالت عامہ ہے تمام کائنات آپ کی امت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: 237 "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا" دوسری آیت میں فرمایا 238 "لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا" مسلم شریف کی حدیث میں ارشاد ہوا "أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلَائِقِ كَافَّةً" اور آپ پر نبوت ختم کی گئی قرآن پاک میں آپ کو خاتم النبیین فرمایا حدیث شریف میں ارشاد ہوا "خُتِمَ بِي النَّبِيُّونَ" آیات بینات و معجزات باہرات میں آپ کو تمام انبیاء پر افضل فرمایا گیا، آپ کی امت کو تمام امتوں پر افضل کیا گیا، شفاعت گبری آپ کو مرحمت ہوئی، قرب خاص معراج آپ کو ملا، علمی و عملی کمالات میں آپ کو سب سے اعلیٰ کیا اور اس کے علاوہ بے انتہا خصائص آپ کو عطا ہوئے۔ (مدارک، جمل، خازن، بیضاوی وغیرہ)

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند کو تہاداری

توجہ طلب بات

یہ تمام اوصاف اور دیگر اوصاف انبیاء کرام بیان ہوتے چلے آ رہے ہیں اس لیے ہم تک پہنچے اسی طرح ہم بیان کرتے رہیں گے تو بعد والوں تک پہنچتے جائیں گے، گویا رب کریم نے ایک سے دوسرے تک احکام دین پہنچانے کا طریق ہی یہ مقرر فرما دیا ہے کہ بیان ہوتے رہیں۔

239 وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾ (بقرہ)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ (کنز الایمان)

حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت عہد لیا اور ان انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں اس سے ثابت ہوا کہ حضور تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں۔

اور خصوصاً تمام انبیاء کرام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا رہا ہے، رب خود کرتا رہا ہے، اور ہمیں کرنے سے منع نہیں کیا گیا اس لیے جائز اور ثواب کا کام ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دلیل ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا۔

240 يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٤٠﴾ (نساء)

اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے

تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ
آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

241 يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا
مُّبِينًا ﴿١٤٢﴾ (نساء)

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے
تمہاری طرف روشن نور اتارا۔ (کنز الایمان)

دلیل واضح سے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے جن کے
صدق پر ان کے معجزے شاہد ہیں اور منکرین کی عقلوں کو حیران کر دیتے ہیں (خزائن العرفان)
242 يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ
تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ
مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ (مائدہ)

اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر
ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف
فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

رسول سے مراد سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔
چھپانے کی چیزیں جیسے آیت رجم اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور
حضور کا اس کو بیان فرمانا معجزہ ہے۔ اور ان کا ذکر بھی نہیں کرتے نہ ان پر مواخذہ فرماتے
ہیں کیونکہ آپ اسی چیز کا ذکر فرماتے ہیں جس میں مصلحت ہو۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ سے تاریکی گُفردور ہوئی اور راہ
حق واضح ہوئی۔

243 يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فِتْرَةٍ مِّن

الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ
وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾ (مائدہ)

اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر
ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ تم کہو
ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس
تشریف لائے ہیں اور اللہ کو سب قدرت ہے۔ (کنز الایمان)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک پانچ سو
انہتر برس کی مدت نبی سے خالی رہی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے
کی منت کا اظہار فرمایا جاتا ہے کہ نہایت حاجت کے وقت تم پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت بھیجی
گئی اور اس میں الزامِ محنت و قطعِ عذر بھی ہے کہ اب یہ کہنے کا موقع نہ رہا کہ ہمارے پاس
تنبیہ کرنے والے تشریف نہ لائے۔

244 فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ
يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٥﴾ (انعام)

تو بے شک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیاتِ تواب انہیں خبر ہوا
چاہتی ہے اس چیز کی جس پر ہنس رہے تھے۔

یہاں حق سے یا قرآن مجید کی آیات مراد ہیں یا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ
کے معجزات۔

245 لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ
عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ (توبہ)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا
گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان (کنز الایمان)

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی قرشی، جن کے حسب و نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم ان کے صدق و امانت، زہد و تقویٰ، طہارت و تقدس اور اخلاقِ حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو اور ایک قراءۃ میں "أَنْفُسِكُمْ" بفتح فاء آیا ہے، اس کے معنی ہیں کہ تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف و افضل۔ اس آیت کریمہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری یعنی آپ کے میلادِ مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کر کے فرمایا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ محفلِ میلادِ مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔
فائدہ: اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دوناموں سے مشرف فرمایا، یہ کمالِ تکریم ہے اس سرورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی (خزائن)
246 قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّٰ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَا آتَا عَلَيْكُمْ يَوْكِيْلٌ ﴿١٠٨﴾ (يونس)

تم فرماؤ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا تو جو راہ پر آیا وہ اپنے بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے برے کو بہکا اور کچھ میں (تم پر) کڑوڑا (نگران) نہیں۔ (کنز الایمان) حق سے یہاں قرآن مراد ہے یا اسلام یا سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام (خزائن)

247 وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَحْنُ بِهٖ فُؤَادِكُمْ ۚ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ ۚ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٢٠﴾ (ہود)
اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں اور اس سورت میں تمہارے پاس حق آیا اور مسلمانوں کو پند و نصیحت (کنز)

اور انبیاء کے حال اور ان کی اُتھوں کے سلوک دیکھ کر آپ کو اپنی قوم کی ایذا کا برداشت کرنا اور اس پر صبر فرمانا آسان ہو۔ اور انبیاء اور ان کی اُتھوں کے تذکرے واقع کے مطابق بیان ہوئے جو دوسری کتابوں اور دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں یعنی جو واقعات بیان فرمائے گئے وہ حق بھی ہیں۔ (خزائن العرفان)

248 وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۱۳﴾ (نحل)

اور بے شک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول تشریف لایا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑا، اور وہ بے انصاف تھے (کنز الایمان)

رسول سے مراد سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں (خزائن)

249 وَ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿۸۱﴾ (اسراء)

اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا (کنز)

یعنی اسلام آیا اور کفر مٹ گیا یا قرآن آیا اور شیطان ہلاک ہوا۔ کیونکہ اگرچہ باطل کو کسی وقت میں دولت و صولت حاصل ہو مگر اس کو پائیداری نہیں اس کا انجام بربادی و خواری ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز فتح مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کعبہ مقدسہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے جن کو لوہے اور رانگ سے جوڑ کر مضبوط کیا گیا تھا، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی حضور یہ آیت پڑھ کر اس لکڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے وہ گرتا جاتا تھا۔ (خزائن العرفان)

اس شانِ نزول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق سے مراد نبی کریم کی ذات ہے، اور اس لیے بھی کہ حق سے مراد قرآن و اسلام ہو تو وہ بھی آپ کے واسطے سے ہے لہذا حق آپ سے الگ نہیں اور حق سے آپ جدا نہیں۔

250 تا 251 وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ
قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ﴿٩٣﴾ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ
مَلَائِكَةٌ يَمشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ﴿٩٥﴾ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ
شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿٩٦﴾ (اسراء)

اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر
اسی نے کہ بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا تم فرماؤ اگر زمین میں فرشتے ہوتے
چین سے چلتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے، تم فرماؤ اللہ بس ہے گواہ میرے
تمہارے درمیان بے شک وہ اپنے بندوں کو جاننا دیکھتا ہے (کنز)

رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور ان کے منصب نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا
فرمائے ہوئے کمالات کے مقرر اور معترف نہ ہوئے، یہی ان کے کفر کی اصل تھی اور اسی
لیے وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا، اس پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے حبیب ان سے کہہ دو اگر زمین پر فرشتے رہتے ہوتے
تو فرشتہ رسول بن کر آتا وہی اس میں بستے۔ کیونکہ وہ ان کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین
میں آدمی بستے ہیں تو ان کا ملائکہ میں سے رسول طلب کرنا نہایت ہی بے جا ہے۔ (خزائن)

252 وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ
الْيُسُ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ (عنکبوت)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ
اس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں (کنز الایمان)
حق نہ ماننے سے مراد یہ ہے کہ سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت
اور قرآن کو نہ مانے۔

253 وَهُمْ يَصْطَرِحُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي

كُنَّا نَعْمَلُ أَوْلَمَ نَعْبُرُكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمْ النَّذِيرُ
فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ﴿٣٤﴾ (فاطر)

اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام
کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ
لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا تو اب چکھو کہ ظالموں کا
کوئی مددگار نہیں (کنز الایمان)

رسول اکرم سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک نذیر سے مراد
ہے۔ (خزائن العرفان)

254 وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَيَكُونُنَّ أَهْدَى
مِنَ الْإِحْدَى الْأُممِ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٣٢﴾ (فاطر)

اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنی قسموں میں حد کی کوشش سے کہ اگر ان کے
پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ضرور کسی نہ کسی گروہ سے زیادہ راہ پر ہوں گے پھر جب ان
کے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تو اس نے انہیں نہ بڑھایا مگر نفرت کرنا (کنز الایمان)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے قریش نے یہود و نصاریٰ کے
اپنے رسولوں کو نہ ماننے اور ان کو جھٹلانے کی نسبت کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے کہ
ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آئے اور انہوں نے انہیں جھٹلایا اور نہ مانا، خدا
کی قسم اگر ہمارے پاس کوئی رسول آئے تو ہم ان سے زیادہ راہ پر ہوں گے اور اس رسول
کو ماننے میں ان کے بہتر گروہ پر سبقت لے جائیں گے۔

نذیر آنے سے مراد یہ ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رونق افروزی و جلوہ آرائی ہوئی۔ (خزائن العرفان)

255 وَ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ ۖ وَقَالَ الْكٰفِرُونَ هَذَا سِحْرٌ

كَذَّابٌ ﴿٣٢﴾ (ص)

اور انہیں اس کا اچنبا (تعجب) ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا اور کافر بولے یہ جادو گر ہے بڑا جھوٹا۔ (کنز الایمان)

یعنی سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (خزائن العرفان)

256 فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ

فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾ (زمر)

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں (کنز الایمان)

یعنی قرآن شریف کو یا رسول علیہ السلام کی رسالت کو۔

257 وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿٣٣﴾ (زمر)

اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔ (کنز الایمان)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو توحید الہی لائے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تمام مومنین جنہوں نے تصدیق کی۔

258 بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ

﴿٣٩﴾ (زخرف)

بلکہ میں نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا (کنز الایمان)

یعنی سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روشن ترین آیات و معجزات کے ساتھ رونق افروز ہوئے اور آپ نے شرعی احکام واضح طور پر بیان فرمائے اور ہمارے اس انعام کا حق

یہ تھا کہ اس رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا

(خزائن العرفان)

259 اَنِّي لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿١٣﴾ (دخان)

کہاں سے ہوا نہیں نصیحت ماننا حالانکہ ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا رسول تشریف لا چکا۔ (کنز الایمان)

260 بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُونَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ﴿١٢﴾ (ق)

بلکہ انہیں اس کا اچھا ہوا کہ ان کے پاس انہی میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا تو کافر بولے یہ تو عجیب بات ہے۔ (کنز الایمان)

ایسا مندر جس کی عدالت و امانت اور صدق و راست بازی کو وہ خوب جانتے ہیں اور یہ بھی ان کے دل نشین ہے کہ ایسے صفات کا شخص سچا، ناصح ہوتا ہے باوجود اس کے ان کا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور حضور کے انداز سے تعجب و انکار کرنا قابل حیرت ہے۔ (خزائن العرفان)

261 وَاذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِيْ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيِّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اِسْمُهُ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٦﴾ (صف)

اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا، اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے، پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے۔ (کنز الایمان)

اور توریت و دیگر کتب الہیہ کا اقرار و اعتراف کرتا ہوا اور تمام پہلے انبیاء کو مانتا ہوا حدیث: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اصحاب کرام نجاشی بادشاہ

کے پاس گئے تو نجاشی بادشاہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی اگر امور سلطنت کی پابندیاں نہ ہوتیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کفش برداری کی خدمت بجالاتا۔ (ابو اؤد)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تو ریت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت مذکور ہے اور یہ بھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے پاس مدفون ہوں گے۔

ابوداؤد مدنی نے کہا کہ روضۃ اقدس میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (ترمذی)
حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا: یا روح اللہ کیا ہمارے بعد اور کوئی امت بھی ہے فرمایا: ہاں احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت، وہ لوگ حکماء، علماء، ابرار و اتقیاء ہیں اور فقہ میں نائب انبیاء ہیں اللہ تعالیٰ سے تھوڑے رزق پر راضی اور اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑے عمل پر راضی۔ (خزائن)
لفظ ارسال

262 كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾ (بقرہ)

جیسے کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ (کنز الایمان)

رسول یعنی سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (خزائن الغرکان)

263 وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا

أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفِرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوْ جَدُوا اللَّهَ
تَوَابًا رَحِيمًا ﴿٦٣﴾ (نساء)

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی
جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور
پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول
کرنے والا مہربان پائیں۔ (کنز الایمان)

جب کہ رسول کا بھیجنا ہی اس لیے ہے کہ وہ مُطَاع بنائے جائیں اور اُن کی
اطاعت فرض ہو تو جو اُن کے حکم سے راضی نہ ہو اُس نے رسالت کو تسلیم نہ کیا وہ کافر واجب
القتل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ اور
آپ کی شفاعت کا برآری کا ذریعہ ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کے
بعد ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ شریفہ کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور
عرض کرنے لگا یا رسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ
آیت بھی ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمَّا كَانُوا فِي رُحْمِ رَبِّكَ يَبْغُضُونَ كُنْتُمْ إِذْ
يَقُولُونَ لَوْ أَنَّا نَسَبْنَا لِرَبِّنَا آلِهَةً كَمَا نَسَبَ لِرَبِّنَا آلِهَةً لَنَكْفُرَنَّ لَهُمْ تِلْكَ
الَّذِينَ كَفَرُوا بِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فَاسْتَغْفِرُوا لَهُمْ سَبْعِينَ مِائَةً أَلْفًا مَرَّةً وَسَبَّحُوا
حَمْدَ رَبِّكَ فِي سَبْعِينَ مِائَةً أَلْفًا مَرَّةً فَلَمْ يَغْفِرْ لَهُمْ رَبُّكَ لِيُعَذِّبَهُمُ الْعَذَابَ
الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لیے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا
ذریعہ کامیابی ہے۔

مسئلہ: قبر پر حاجت کے لیے جانا بھی "جَاءُوكَ" میں داخل اور خیر القرون کا
معمول ہے۔ مسئلہ: بعد وفات مقبولان حق کو (یا) کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے

مسئلہ: مقبولانِ حق مد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔
264 اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَٰهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلَى
فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿١٥٥﴾ (مزل)

بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں، جیسے ہم
نے فرعون کی طرف رسول بھیجے۔ (کنز الایمان)

سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (خزائن العرفان)

265 اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّاَنْذِيْرًا ﴿١١٩﴾ وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِيْمِ
﴿١١٩﴾ (بقرہ)

بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا اور تم سے
دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا (کنز الایمان)

266 مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنَ
نَفْسِكَ وَاَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَّكَفٰی بِاللّٰهِ شَٰهِيْدًا ﴿٤٩﴾ (نساء)
اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ
تیری اپنی طرف سے ہے اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لیے رسول بھیجا اور
اللہ کافی ہے گواہ (کنز الایمان)

(جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے) کہ تو نے ایسے گناہوں کا ارتکاب
کیا کہ تو اس برائی کا مستحق ہوا۔

مسئلہ: یہاں بُرائی کی نسبت بندے کی طرف مجاز ہے اور اُوپر جو مذکور ہوا وہ
حقیقت تھی بعض مفسرین نے فرمایا کہ بدی کی نسبت بندے کی طرف برسبیل ادب ہے
خلاصہ یہ کہ بندہ جب فاعلِ حقیقی کی طرف نظر کرے تو ہر چیز کو اسی کی طرف سے جانے اور
جب اسباب پر نظر کرے تو بُرائیوں کو اپنی شامتِ نفس کے سبب سے سمجھے۔

عرب ہوں یا عجم آپ تمام خلق کے لیے رسول بنائے گئے اور کل جہان آپ کا امتی کیا گیا یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالتِ منصب اور رفعتِ منزلت کا بیان ہے۔ اللہ کی گواہی آپ کی رسالتِ عامہ پر تو سب پر آپ کی اطاعت اور اتباع فرض ہے۔ خزان

267 مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴿٨٠﴾ (نساء)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا (کنز الایمان)

شانِ نزول: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ سے محبت کی اس پر آج کل کے گستاخ بددینوں کی طرح اُس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو رب مانا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بے شک رسول اللہ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے (خزان العرفان)

268 هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۗ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ (توبہ)

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برامیں مشرک۔ (کنز الایمان)

رہے گا یونہی اُن کا چر چار ہے گا پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

269 وَ بِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَّلَ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا ﴿١٠٥﴾ (اسراء)

اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق ہی کے ساتھ اترا، اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سنا تا (کنز الایمان)

شیاطین کے خلط سے محفوظ رہا اور کسی تغیر نے اس میں راہ نہ پائی۔ تبیان میں ہے کہ حق سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔

فائدہ: آیت شریفہ کا یہ جملہ (وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَّلَ) ہر ایک بیماری کے لیے عمل مجرب ہے، موضع مرض پر ہاتھ رکھ کر پڑھ کر دم کر دیا جائے تو باذن اللہ بیماری دور ہو جاتی ہے۔

محمد بن سماک بیمار ہوئے تو ان کے متوسلین قارورہ لے کر ایک نصرانی طبیب کے پاس بغرض علاج گئے، راہ میں ایک صاحب ملے نہایت خوش رو و خوش لباس ان کے جسم مبارک سے نہایت پاکیزہ خوشبو آرہی تھی انہوں نے فرمایا کہاں جاتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا: ابن سماک کا قارورہ دکھانے کے لیے فلاں طبیب کے پاس جاتے ہیں انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ! اللہ کے ولی کے لیے خدا کے دشمن سے مدد چاہتے ہو قارورہ پھینکو واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ مقام درد پر ہاتھ رکھ کر پڑھو بِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَّلَ یہ فرما کر وہ بزرگ غائب ہو گئے ان صاحبوں نے واپس ہو کر ابن سماک سے واقعہ بیان کیا انہوں نے مقام درد پر ہاتھ رکھ کر یہ کلمے پڑھے فوراً آرام ہو گیا اور ابن سماک نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر تھے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (خزائن العرفان)

270 وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٤﴾ (الانبیاء)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے (کنز الایمان)

کوئی ہو جن ہو یا انس مؤمن ہو یا کافر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا

کہ حضور کا رحمت ہونا عام ہے ایمان والے کے لیے بھی اور اس کے لیے بھی جو ایمان نہ لایا

مؤمن کے لیے تو آپ دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لیے

آپ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خَسْف و مَسْخ اور استیصال کے عذاب اٹھا دیئے گئے۔

تفسیر روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں اکابر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمتِ مطلقہ تامہ کاملہ عامہ شاملہ جامعہ محیطہ بہ جمیع مقیدات رحمتِ غیبیہ و شہادتِ علمیہ و عینیہ و وجودیہ و شہودیہ و سابقہ و لاحقہ و غیر ذلک تمام جہانوں کے لیے، عالم ارواح ہوں یا عالم اجسام، ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جو تمام عالموں کے لیے رحمت ہو لازم ہے کہ وہ تمام جہان سے افضل ہو۔ (خزائن)

271 وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾ (فرقان)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سنانا (کنز الایمان)

272 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٥﴾

(احزاب)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر

اور خوشخبری دینا اور ڈر سنانا (کنز الایمان)

273 وَذَاعِبًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَبِرَاجٍ مُنِيرًا ﴿٥٦﴾ (احزاب)

اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکادینے والا آفتاب (کنز الایمان)

شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر بہت بہترین ترجمہ ہے، مفرداتِ راغب میں ہے:

"الشُّهُودُ وَالشَّهَادَةُ الْجُضُورُ مَعَ الْمَشَاهِدَةِ أَمَّا بِالْبَصْرِ أَوْ بِالْبَصِيرَةِ"

یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو

یا بصیرت کے ساتھ۔ اور گواہ کو بھی اسی لیے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا

ہے اس کو بیان کرتا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں، آپ کی رسالت

عامہ ہے جیسا کہ سورہ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک ہونے والی ساری خلق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال و افعال و احوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت، ضلال سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ (ابو السعد و جمل)

یعنی ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو عذابِ جہنم کا ڈر سنانا۔ اور خلق کو طاقتِ الہی کی دعوت دینا۔

سراج کا ترجمہ آفتاب قرآن کریم کے بالکل مطابق ہے کہ اس میں آفتاب کو سراج فرمایا گیا ہے جیسا کہ سورہ نوح میں "وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا" اور آخر پارہ کی پہلی سورہ میں ہے "وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا" اور درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نورِ نبوت نے پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلماتِ شدیدہ کو اپنے نورِ حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خلق کے لیے معرفت و توحیدِ الہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی وادی تارک میں راہِ گم کرنے والوں کو اپنے انوارِ ہدایت سے راہِ یاب فرمایا اور اپنے نورِ نبوت سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو منور کیا، حقیقت میں آپ کا وجود مبارک ایسا آفتابِ عالمِ تاب ہے جس نے ہزار ہا آفتاب بنا دیئے اسی لیے اس کی صفت میں منیر ارشاد فرمایا گیا۔ (خزائن العرفان)

274 وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلٰكِن أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾ (سبا)

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سنانا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے (کنز الایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عامہ ہے تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا عجمی، پہلے ہوں یا پچھلے سب کے لیے آپ رسول ہیں اور وہ سب آپ کے امتی۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ دی گئیں:

(۱) ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی۔

(۲) تمام زمین میرے لیے مسجد اور پاک کی گئی کہ جہاں میرے امتی کو نماز کا

وقت ہو نماز پڑھے۔

(۳) اور میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔

(۴) اور مجھے مرتبہ شفاعت عطا کیا گیا۔

(۵) اور انبیاء خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں تمام انسانوں

کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔

حدیث میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل مخصوصہ کا بیان ہے جن میں سے ایک آپ کی رسالت عامہ ہے جو تمام جن و انس کو شامل ہے خلاصہ یہ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلق کے رسول ہیں اور یہ مرتبہ خاص آپ کا ہے جو قرآن کریم کی آیات اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے سورہ فرقان کی ابتداء میں بھی اس کا بیان گزر چکا ہے۔ (خازن) (خزائن العرفان)

275 اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّ نَذِيرًا وَاِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿۲۳﴾ (فاطر)

اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا اور جو کوئی گروہ تمہا سب میں ایک ڈر سنانے والا گزر چکا (کنز الایمان)

276 تا 277 اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيرًا ﴿۸﴾ لِيُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَّ رَسُوْلِهِ وَّ تَعَزَّرُوْهُ وَّ تُوْقِرُوْهُ وَّ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۹﴾ (فتح)

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سنا تا۔ تاکہ اے لوگو تم اللہ

اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو (کنز)

278 هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ

كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٢٨﴾ (فتح)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب

دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ (کنز الایمان)

اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر جیسا کہ فرماتا ہے:

279 هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ

كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٩﴾ (صف)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب

دینوں پر غالب کرے پڑے بُرا مانیں مشرک (کنز الایمان)

چنانچہ ہر ایک دین بعنایت الہی اسلام سے مغلوب ہو گیا۔ مجاہد سے منقول ہے

کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو روئے زمین پر سوائے اسلام کے اور

کوئی دین نہ ہوگا۔ (خزائن العرفان)

رسل یا رسول کا لفظ

280 وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ

مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَانُوا لَا يَعْلَمُونَ

﴿١٠١﴾ (بقرہ)

اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے یہاں سے ایک رسول ان کی کتابوں

کی تصدیق فرماتا، تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھے پیچھے

دی گویا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے (کنز الایمان)

رسول یعنی سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توریت زبور وغیرہ کی تصدیق فرماتے تھے اور خود ان کی کتابوں میں بھی حضور کی تشریف آوری کی بشارت اور آپ کے اوصاف و احوال کا بیان تھا اس لیے حضور کی تشریف آوری اور آپ کا وجود مبارک ہی ان کتابوں کی تصدیق ہے تو حال اس کا مقتضی تھا کہ حضور کی آمد پر اہل کتاب کا ایمان اپنی کتابوں کے ساتھ اور زیادہ پختہ ہوتا مگر اس کے برعکس انہوں نے اپنی کتابوں کے ساتھ بھی کفر کیا۔

سدی کا قول ہے کہ جب حضور کی تشریف آوری ہوئی تو یہود نے توریت سے مقابلہ کر کے توریت و قرآن کو مطابق پایا تو توریت کو بھی چھوڑ دیا۔

پیٹھ پیچھے پھینکا یعنی اس کتاب کی طرف بے التفاتی کی، سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ یہود نے توریت کو حریر و دیا کے ریشمی غلافوں میں زروسیم کے ساتھ مطلقاً و مزین کر کے رکھ لیا اور اس کے احکام کو نہ مانا۔ (خزائن العرفان)

281 وَ كَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ
وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾ (آل عمران)

اور تم کیوں کر کفر کرو گے تم پر تو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔ (کنز)

282 وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ (نساء) (کنز الایمان)

یہ آیت دلیل ہے اس کی کہ اجماع مجتہد ہے اس کی مخالفت جائز نہیں جیسے کہ کتاب و سنت کی مخالفت جائز نہیں (مدارک) اور اس سے ثابت ہوا کہ طریق مسلمین ہی صراطِ مستقیم ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ سواد اعظم یعنی بڑی جماعت کا اتباع کرو جو جماعتِ مسلمین سے جدا ہوا وہ دوزخی ہے اس سے واضح ہے کہ حق مذہب اہل سنت و جماعت ہے
(خزائن العرفان)

283 يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٤٠﴾ (نساء)

اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)
رسول سے مراد سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اور سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کرو تو اس میں ان کا کچھ ضرر نہیں اور اللہ تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے۔ (خزائن العرفان)

284 وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١١٣﴾ (نحل)

اور بے شک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول تشریف لایا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑا، اور وہ بے انصاف تھے۔

285 مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (29) (فتح)

محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) (کنز الایمان)

286 وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾ (حدید)

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے اگر تمہیں یقین ہو (کنز الایمان)

287 وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۳۴﴾ (آل عمران)

اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو اُلٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا (کنز الایمان)

اور رسولوں کی بعثت کا مقصد ورسالت کی تبلیغ اور حجت کا لازم کر دینا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا۔

اور اُنکے قبعین اُن کے بعد اُن کے دین پر باقی رہے۔

شانِ نزول: جنگِ احد میں جب کافروں نے پکارا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے اور شیطان نے یہ جھوٹی افواہ مشہور کی تو صحابہ کو بہت اضطراب ہوا اور اُن میں سے کچھ لوگ بھاگ نکلے پھر جب ندا کی گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے ہیں تو صحابہ کی ایک جماعت واپس آئی حضور نے انہیں ہزیمت پر ملامت کی انہوں نے عرض کیا ہمارے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ انبیاء کے بعد بھی امتوں پر اُن کے دین کا اتباع لازم رہتا ہے تو اگر ایسا ہوتا بھی تو حضور کے دین کا اتباع اور اس کی حمایت لازم رہتی۔

جونہ پھرے اور اپنے دین پر ثابت رہے ان کو شا کرین فرمایا کیونکہ انہوں نے اپنے ثبات سے نعمتِ اسلام کا شکر ادا کیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امین الشاکرین ہیں۔ (خزائن العرفان)

288 قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ
(۱۵۸) ﴿اعراف﴾

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور
زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں چلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ
اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے
ہیں اور انکی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔ (کنز الایمان)

یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غموم رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام خلق
کے رسول ہیں اور کل جہاں آپ کی امت۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضور فرماتے ہیں پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئیں جو
مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں:

(۱) ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سُرخ و سیاہ کی طرف مبعوث
فرمایا گیا۔

(۲) میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوئی
تھیں۔

(۳) میرے لیے زمین پاک اور پاک کرنے والی (قابلِ تیئم) اور مسجد کی گئی
جس کسی کو کہیں نماز کا وقت آئے وہیں پڑھ لے۔

(۴) دشمن پر ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔

(۵) اور مجھے شفاعت عنایت کی گئی۔

مسلم شریف کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ میں تمام خلق کی طرف رسول بنایا گیا اور میرے ساتھ انبیاء ختم کئے گئے۔

289 وَ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي الْاَوَّلِينَ ﴿٦٦﴾ (زخرف)

اور ہم نے کتنے ہی غیب بتانے والے (نبی) انگوں میں بھیجے۔ (کنز)

290 وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤٤﴾ (زخرف)

اور ان کے پاس جو غیب بتانے والا (نبی) آیا اس کی ہنسی ہی بنایا کئے۔ (کنز)

خبردار! ہوشیار!

جن الفاظ سے آنے اور پیدا ہونے کا اشارہ ملتا ہے، یا کسی بھی طرح سے واضح مفہوم ہوان آیات کو یکجا کر دیا ہے۔ جیسا کہ ماقبل مضمون سے واضح ہو چکا ہے۔

بھیجنا ہو تو وہ بھی پیدا کر کے ہی ہے کیونکہ ہم تم یہ بات نہیں کر رہے، اور کسی ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کا ذکر نہیں اور اگر کوئی کہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال ہی تو ہے کہ پہلے عالم ارواح میں روئیں ہوتی ہیں پیدائش کے ساتھ انہیں عالم دنیا کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے۔

تو جواب یہ ہے کہ اسے ہی تو ولادت، میلاد، پیدائش یا برتھ (birth) کہا جاتا ہے۔ کہ روح کا تعلق عالم شکم میں جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر جب تخلیق کا عمل مکمل ہو لیتا ہے تو پیدائش ہوتی ہے، ثابت یہ کرنا مقصود ہے کہ اگر یہ عمل حرام یا شرک و بدعت ہے تو رب کریم نے اس عمل کو کیوں دہرایا ہے۔ کہیں بھیجا کہا، کہیں آیا، کہیں صریح لفظ ولادت کے مشتقات کو استعمال کیا گیا، کہیں بعثت کا ذکر ہوا، کہیں ارسال کا لفظ استعمال فرمایا اور کہیں ایک ایک نبی کا ذکر ہوا تو کہیں تمام انبیائے کرام کا ذکر ہے، اپنوں کا ذکر ہے اور بے گانوں کا ذکر ہے، کہیں فرمانبرداروں کا ذکر ہے تو کہیں نافرمانوں کا ذکر ہے، کہیں اہل جنت کا ذکر ہے تو کہیں اہل جہنم کا ذکر ہے، کہیں شرفاء کا ذکر ہے تو کہیں شیطانوں کا ذکر ہے،

کہیں آدم کا ذکر ہے تو کہیں ابلیس کا ذکر ہے، کہیں موسیٰ کا ذکر ہے تو کہیں فرعون کا ذکر ہے، کہیں ابراہیم کا ذکر ہے تو ساتھ نمرود کا بھی ذکر ہے، اہل سعادت کا ذکر ہے تو اہل شقاوت کا بھی ذکر ہے، علیٰ ہذا القیاس، رب کریم نے ذکر کئے اور ہمیں ذکر کرنے سے روکا نہیں بلکہ حکم دیا: اپنوں کا ذکر محبت پیدا کرتا ہے اور غیروں دشمنوں کا ذکر نفرت پیدا کرتا ہے۔ دونوں کی ضرورت ہے، کیوں کہ حدیث میں ہے:

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ او كما قال
محبت اللہ تعالیٰ کے حوالے سے اور دشمنی اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہے۔
قرآن کی تلاوت کرنا حکم الہی

291 اَتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ
الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ
(۴۵) (عنکبوت)

اے محبوب پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی اور نماز قائم فرماؤ بے شک نماز
منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا، اور اللہ جانتا
ہے جو تم کرتے ہو {کنز الایمان}

کتاب یعنی قرآن شریف کہ اس کی تلاوت عبادت بھی ہے اور اس میں لوگوں
کے لیے پسند و نصیحت بھی اور احکام و آداب و مکارم اخلاق کی تعلیم بھی۔
اگر ذکر کے حرام و ناجائز ہو تو رب منع فرمائے نہ یہ کہ وہ حکم دے کہ وحی کی
تلاوت کیا کرو۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

ذکر رو کے فضل کاٹے نقص کا جو یاں رہے

پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس آیت میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت کرنے کا حکم ہے

ہمیں تو نہیں کہ ہم یہ سب کچھ کرتے پھریں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ بھائی کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہو کہ قرآن کی تلاوت نہ کی جائے، یا اگر کرنا چاہیے تو دلیل کیا ہے؟ نہیں، تو پھر آپ ہی بتا دو کہ ان آیات سے کیا مراد ہے؟

تلاوت قرآن سننا پسندیدہ عمل ہے

292 الَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ
وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿١٢١﴾ (بقرہ)

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے منکر ہوں تو وہی زیاں کار ہیں (کنز الایمان)

شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت اہل سفینہ کے باب میں نازل ہوئی جو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر بارگاہ رسالت ہوئے تھے ان کی تعداد چالیس تھی بتیس اہل حبشہ اور آٹھ شامی راہب ان میں بحیر راہب بھی تھے۔ معنی یہ ہیں کہ درحقیقت توریت شریف پر ایمان لانے والے وہی ہیں جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں اور بغیر تحریف و تبدیل پڑھتے ہیں اور اس کے معنی سمجھتے اور مانتے ہیں اور اس میں حضور سید کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و صفت دیکھ کر حضور پر ایمان لاتے ہیں اور جو حضور کے منکر ہوتے ہیں وہ توریت پر ایمان نہیں رکھتے۔

293 لَيْسُوا سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ
الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿١١٣﴾ (آل عمران)

سب ایک سے نہیں کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں (کنز الایمان)

لو یہاں سے تو عام اجازت ہو گئی کہ جب جی چاہے ذکر کرو یا تلاوت قرآن کرو، مصیبت ان کے لیے جو تعین وقت پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔

قرآن کی تلاوت نہ سننا غیر پسندیدہ

294 وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا قُلْ أَفَأَنْتُمْ بِشِرِّ مِّنْ ذَلِكُمْ النَّارِ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَابْتَئِسَ الْمَصِيئُ ﴿٢٢﴾ (حج)

اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو تم ان کے چہروں پر بگڑنے کے آثار دیکھو گے جنہوں نے کفر کیا قریب ہے کہ لپٹ پڑیں ان کو جو ہماری آیتیں ان پر پڑھتے ہیں تم فرما دو کیا میں تمہیں بتا دوں جو تمہارے اس حال سے بھی بدتر ہے وہ آگ ہے اللہ نے اس کا وعدہ دیا ہے کافروں کو اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ۔ (کنز الایمان)

295, 296 إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُؤْفِيَهُمْ أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾ (فاطر)

بے شک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز ٹوٹا (نقصان) نہیں، تاکہ ان کے ثواب انہیں بھر پور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بے شک وہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔ (کنز الایمان)

297 وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فَتَحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿١١﴾ (زمر)

اور کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ گروہ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کیا تمہارے

پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن سے کے ملنے سے ڈراتے تھے کہیں گے کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اترا (کنز الایمان)

واضح ہوئی یہ بات کہ تلاوت کرنا پسندیدہ ہے اس پر اجر و ثواب ملتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی نعت بھی پسندیدہ عمل ہے، کہ قرآن پاک میں ہے:

نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پسندیدہ عمل

298 تا 300 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٣﴾ (احزاب، فتح) ﴿٨﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴿٢٦﴾ (احزاب)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب، شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر بہت بہترین ترجمہ ہے، مفرداتِ راغب میں ہے " الشُّهُودُ وَالشَّهَادَةُ الْحُضُورُ مَعَ الْمَشَاهِدَةِ إِمَّا بِالْبَصْرِ أَوْ بِالْبَصِيرَةِ " یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لیے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں، آپ کی رسالت عامہ ہے جیسا کہ سورہ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک ہونے والی ساری خلق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال و افعال و احوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت، ضلال سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں (ابو السعود و جمل) مبشر اور نذیر سے مراد ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو عذابِ جہنم کا ڈر سنانا (خزائن العرفان)

301 اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلَى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿١٥﴾ (مزل)

بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے (کنز الایمان)

رسولا شاہدا سے سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔
سراج کا ترجمہ آفتاب قرآن کریم کے بالکل مطابق ہے کہ اس میں آفتاب کو سراج فرمایا گیا ہے جیسا کہ سورہ نوح میں "وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا" اور آخر پارہ کی پہلی سورہ میں ہے "وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا" اور درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور نبوت نے پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلماتِ شدیدہ کو اپنے نورِ حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خلق کے لیے معرفت و توحید الہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی وادی تارک میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوارِ ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نورِ نبوت سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو منور کیا، حقیقت میں آپ کا وجود مبارک ایسا آفتابِ عالم تاب ہے جس نے ہزار ہا آفتاب بنا دیئے اسی لیے اس کی صفت میں منیر ارشاد فرمایا گیا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

اس کے علاوہ کئی آیات و احادیث ہیں جن سے نعتِ رسولِ مقبول پڑھنا ثابت ہوتا ہے: جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سیدنا ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب، حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اور کئی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے، کچھ جھلک مطالعہ عربیہ برائے

کلاس نہم و دہم صفحہ ۳۹ تا ۴۱ ملاحظہ ہو، مطبوعہ ۲۰۰۹ء۔

نیز اذ، اذا، اذکر، اذکروا، جاء، بعث، ارسال، رسل، رسول، نبی، انبیاء وغیرہ
الفاظ کی تحقیق میں بھی نعت کا ہی بیان تھا
ایک اردو شاعر کی فکر اور مقامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پیش نظر رکھتے
ہوئے پڑھے اور سنئے۔

میری زندگی کا تجھ سے یہ نظام چل رہا ہے
رہے آستاں سلامت میرا کام چل رہا ہے
نہیں عرش و فرش پر ہی تیری عظمتوں کا چرچا
تیرا خاک بھی لحد میں تیرا نام چل رہا ہے

(نصیر الدین نصیر)

حدیث شریف سے نعتِ رسول

بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَاعِدٌ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ مَرَّ
رَجُلٌ فِي مُؤَخَّرِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَتَعْرِفُ هَذَا
الْمَارَّ قَالَ: لَا، فَمَنْ هُوَ؟ قَالَ: سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ
الْيَمَنِ مِّنْ بَيْتٍ فِيهِمْ شَرَفٌ وَمَوْضِعٌ وَهُوَ الَّذِي أَتَاكَ رَأْيِيهِ بِظُهُورِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عُمَرُ عَلَىٰ بِهِ فِدَعِي بِهِ، فَقَالَ: أَنْتَ سَوَادُ بْنُ
قَارِبٍ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْتَ الَّذِي أَتَاكَ رَأْيِيكَ بِظُهُورِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْتَ عَلَىٰ مَا كُنْتَ عَلَيْهِ مِّنْ
كُهَانَتِكَ فَغَضِبَ غَضَبًا شَدِيدًا، وَ قَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
مَا اسْتَقْبَلَنِي بِهَذَا أَحَدٌ مِّنْذُ اسْلَمْتُ، فَقَالَ عُمَرُ: يَا سُبْحَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ مَا
كُنَّا عَلَيْهِ مِنَ الشِّرْكِ أَعْظَمُ مِمَّا كُنْتَ عَلَيْهِ مِّنْ كُهَانَتِكَ، أَخْبَرَنِي

يَاثِيَانِكَ رَأَيْتُكَ بِظُهُورِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَعَمْ، يَا
أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بَيْنَنَا أَنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ، إِذْ أَتَانِي رَأْيٌ
فَضَرَّ بَنِي بَرَجَلِهِ، وَقَالَ: قُمْ يَا سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ فَافْهَمْ وَاعْقِلْ إِنَّ كُنْتَ
تَعْقِلُ إِنَّهُ قَدْ بُعِثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ
غَالِبٍ يَدْعُو إِلَى اللَّهِ وَإِلَى عِبَادَتِهِ، ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَجَسَّاسِهَا | وَ شَدَّهَا الْعَيْسَ بِأَحْلَاسِهَا
تَهَوَّى إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى | مَا خَيْرُ الْجِنِّ كَانَجَاسِهَا
فَارْحَلْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ | وَ اسْمِ بَعِينِكَ إِلَى رَاسِهَا
قَالَ: فَلَمْ أَرْفَعْ بِقَوْلِهِ رَأْسًا وَقُلْتُ دَعْنِي أُنْمَ، فَإِنِّي أُمْسَيْتُ
نَاعِسًا فَلَمَّا أَنْ كَانَتِ اللَّيْلَةُ الثَّانِيَةَ أَتَانِي، فَضَرَّ بَنِي بَرَجَلِهِ وَقَالَ أَلَمْ أَقُلْ
يَا سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ قُمْ فَافْهَمْ وَاعْقِلْ إِنَّ كُنْتَ تَعْقِلُ قَدْ بُعِثَ رَسُولُ اللَّهِ
مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ يَدْعُو إِلَى اللَّهِ وَإِلَى عِبَادَتِهِ ثُمَّ أَنْشَأَ الْجِنِّيُّ، يَقُولُ:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَطْلَابِهَا | وَ شَدَّهَا الْعَيْسَ بِأَقْتَابِهَا
تَهَوَّى إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى | مَا صَادِقُ الْجِنِّ كَكِذَابِهَا
فَارْحَلْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ | بَيْنَ رَوَايَا هَا وَ حِجَابِهَا
قَالَ: فَلَمْ أَرْفَعْ رَأْسًا فَلَمَّا أَنْ كَانَتِ اللَّيْلَةُ الثَّالِثَةَ أَتَانِي
فَضَرَّ بَنِي بَرَجَلِهِ وَقَالَ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ يَا سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ! افْهَمْ وَاعْقِلْ إِنَّ
كُنْتَ تَعْقِلُ إِنَّهُ قَدْ بُعِثَ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ يَدْعُو إِلَى اللَّهِ وَإِلَى
عِبَادَتِهِ ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ أَخْبَارِهَا | وَ شَدَّهَا الْعَيْسَ بِأَكْوَارِهَا
تَهَوَّى إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى | مَا مُؤْمِنُو الْجِنِّ كَكُفَّارِهَا

فَارْحَلْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَيْسَ قُدَّامُهَا كَاذُنَاهَا
قَالَ : فَوَقَعَ فِي نَفْسِي حُبُّ الْإِسْلَامِ وَرَغِبْتُ فِيهِ ، فَلَمَّا
أَصْبَحْتُ شَدَدْتُ عَلَى رَاجِلَتِي فَأَنْطَلَقْتُ مُتَوَجِّهًا إِلَى مَكَّةَ ، فَلَمَّا كُنْتُ
بِبَعْضِ الطَّرِيقِ أُخْبِرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ هَاجَرَ إِلَى
الْمَدِينَةِ فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ ، فَسَأَلْتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقِيلَ لِي : فِي الْمَسْجِدِ فَأَنْتَهَيْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَعَقَلْتُ نَاقَتِي وَدَخَلْتُ ، وَ
إِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ حَوْلَهُ فَقُلْتُ : إِسْمَعْ
مَقَالَتِي يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أُذْنُهُ فَلَمْ يَزَلْ حَتَّى
صُرْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ ، قَالَ : هَاتِ فَأُخْبِرْنِي بِأَيِّ نِكَاحٍ رَأَيْتَ ، فَقَالَ :

أَتَانِي نَجِيٌّ بَعْدَ هَذِهِ وَ رَقْدَةٍ
وَ لَمْ يَكْ فِيهَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبٍ
ثَلَاثَ لَيَالٍ قَوْلُهُ كُلِّ لَيْلَةٍ
أَتَاكَ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ ثَوِي بْنِ غَالِبٍ
فَشَمَزْتُ مِنْ ذَيْلِي الْإِزَارَ وَ وَسَطْتُ
بِحَبِّ الدَّعْلَبِ الْوَجْبَاءِ بَيْنَ السَّبَاسِبِ
فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ لَا رَبَّ غَيْرَهُ
وَ أَنَّكَ مَأْمُونٌ عَلَى كُلِّ غَالِبٍ
وَ أَنَّكَ أَذْنَى الْمُرْسَلِينَ وَسَيْلَةٌ
إِلَى اللَّهِ يَا ابْنَ الْأَكْرَمِينَ الْأَطَائِبِ
فَمَرْنَا بِمَا يَأْتِيكَ يَا خَيْرَ مَنْ مَشَى
وَإِنْ كَانَتْ فِيمَا جَاءَ شَيْبَ الدَّوَائِبِ
وَ كُنْتُ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَا ذُو شَفَاعَةٍ
سِوَاكَ بِمَغْنٍ عَنْ سِوَا ابْنِ قَارِبٍ

فَفَرِحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ بِإِسْلَامِي فَرِحًا
شَدِيدًا حَتَّى رُئِيَ فِي وُجُوهِهِمْ قَالَ فَوَثَبَ عُمَرُ: فَالْتَزَمَهُ وَقَالَ: قَدْ كُنْتُ
أَحِبُّ أَنْ أَسْمَعَ هَذَا مِنْكَ (متدرک حاکم حدیث ۶۵۹۸)

وفي رواية: فَهَلْ يَأْتِيكَ رَأْيُكَ الْيَوْمَ؟ قَالَ: أَمَا مُنْذُ قَرَأْتُ
الْقُرْآنَ فَلَا، وَنِعْمَ الْعِوَضُ كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْجِنِّ. ثُمَّ أَنْشَأَ عُمَرُ
يَقُولُ: كُنَّا يَوْمًا فِي حَيٍّ مِنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُمْ آلُ ذَرِيحٍ، وَقَدْ ذَبَحُوا عَجَلًا
لَهُمْ فَالْجَزَارُ يُعَالِجُهُ، إِذْ سَمِعْنَا صَوْتًا مِنْ جَوْفِ الْعَجَلِ وَلَا نَرَى شَيْئًا: يَا
آلَ ذَرِيحٍ، أَمْرٌ نَجِيحٌ، صَاحٌّ يَصِيحُ، بِلِسَانٍ فَصِيحٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
"معجم ابى يعلى موصلى حديث نمبر ۳۲۳ [المعجم الكبير للطبراني - من اسمه

سواد، سواد بن قارب السدوسي - حديث: 6345

أَخْبَرَنِي سَوَادُ بْنُ قَارِبِ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: " كُنْتُ نَائِمًا عَلَى جَبَلٍ
مِنْ جِبَالِ السَّرَاةِ، فَأَتَانِي، فَضْرَبَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ: قُمْ يَا سَوَادُ بْنُ قَارِبِ،
أَتَاكَ رَسُولٌ مِنْ لَوْيِّ بْنِ غَالِبٍ، فَاسْتَوَيْتُ قَاعِدًا، وَأَدْبِرُ وَهُوَ يَقُولُ:
عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَتَجَسَّسَهَا [] وَشَدَّهَا الْعَيْسَ بِأَحْلَاسِهَا
تَهَوَّى إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى [] مَا صَالِحُهَا مِثْلَ أَرْجَاسِهَا!
قال: " ثم عدت، فنمت، فأتاني فضر بني برجله، وقال: قم يا
سواد بن قارب، أتاك رسول من لوى بن غالب، وأدبر وهو يقول:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ أَخْبَارَهَا [] وَرَخَّلَهَا الْعَيْسَ بِأُكُورِهَا
تَهَوَّى إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى [] مَامُومِنُوهَا مِثْلَ كُفَّارِهَا
قال: ثم عدت فنمت، فأتاني فضر بني برجله، وقال: قم يا
سواد بن قارب، أتاك رسول من لوى بن غالب، فاستويت قاعدا،

وأدبر وهو يقول:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَظْلَلِيهَا | وَشَدَّهَا الْعَيْسَ بِأَقْتَابِهَا
تَهْوِي إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى | مَا صَادِقُوهَا مِثْلَ كِذَابِهَا
فَارْحَلْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ | وَ اسْمِ بَعِينِيكَ إِلَى رَأْسِهَا

"قال: " فأصبحت، فاقتعدت بعير الى حتى أتيت مكة، فإذا

رسول الله صلى الله عليه وسلم قد ظهر، فأخبرته الخبر، واتبعته "

قال: فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذها، وقال

لي: " أفلحت يا سواد ". فقال له عمر: هل يأتيك رثيك الآن؟ فقال:

منذ قرأت القرآن لم يأتني، ونعم العوض كتاب الله عز وجل من

الجن (دلائل النبوة للبيهقي، حديث سواد بن قارب، حديث: 546)

عن محمد بن كعب القرظي قال: بينما عمر ذات يوم جالسا إذ

مر به رجل، فقيل: أتعرف هذا البار؟ قال: ومن هذا؟ قالوا: هذا

سواد بن قارب، فأرسل إليه عمر، فقال: أنت سواد بن قارب؟ قال:

نعم، فقال: أنت الذي أتاه رثيه بظهور رسول الله صلى الله عليه

وسلم؟ قال: نعم، قال: فأنت على ما كنت عليه من كهانتك؟

فغضب، وقال: ما استقبلني بهذا أحد منذ أسلمت يا أمير المؤمنين.

فقال عمر: يا سبحان الله، ما كنا عليه من الشرك أعظم.

قال: فأخبرني بإتيانك رثيك بظهور رسول الله صلى الله عليه

وسلم قال: بينا أنا ذات ليلة بين النائم واليقظان إذا أتاني رثي

فضر بني برجله، فقال: قم يا سواد بن قارب اسمع مقالتي، واعقل إن

كنت تعقل، إنه قد بعث رسول من لؤي بن غالب يدعو إلى الله، وإلى

عبادته، ثم أنشأ يقول: فذكر الأبيات بمعنى ما روينا في حديث
البراء يزيد لفظاً ويبدل لفظاً بآخر، وزاد في آخره، ثم أنشأ عمر يقول:
كنا يوماً في حى من قریش يقال له: آل ذريح، وقد ذبحوا عجلاً، والجزار
يعالجه، إذ سمعنا صوتاً من جوف العجل، وما نرى شيئاً، وهو يقول: يا
آل ذريح، أمر نجیح، صائح يصيح، بلسان فصیح، يشهد أن لا إله إلا الله
معرفة الصحابة لأبي نعيم الأصبهاني باب السنين من اسمه سفيان -
سواد بن قارب السدوسي، حديث: 3142

دخل سواد بن قارب على عمر بن الخطاب فقال له عمر: هل أنت اليوم
على شيء من كهانتك في الجاهلية؟ فذكر مثله سواء، وزاد في الأبيات:
فكن لي شفيعاً يوم لا ذو شفاعه
سواك بمغن عن سواد بن قارب

قال: ففرح رسول الله صلى الله عليه وسلم والمهاجرون
والأنصار فرحاً شديداً بما قلت، وأسلمت وعلمونى الإسلام "
ترجمہ: اس اثنا میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جب ایک آدمی
مسجد کے پچھلی طرف میں سے گزرا تو ایک آدمی نے کہا: اے امیر المؤمنین کیا آپ اس
گزرنے والے کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، وہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ
سواد بن قارب ہے، اور یہ یمن کے رہنے والے ایسے گھمراہ فرد ہے جس میں شرفاء رہتے
ہیں، اور یہ ایسا شخص ہے جس کے پاس اس کا جن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر
لے کر آیا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسے میرے پاس بلا یا جائے! پھر اسے
لایا گیا تو آپ نے فرمایا: تو سواد بن قارب ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: تو وہ
ہے جس کے پاس اس کا جن یعنی ہمزاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر لے کر آیا تھا؟ اس

نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: کیا تو اپنی اسی کہانت پر ہے؟ سواد کو بہت زیادہ غصہ آیا، اور اس نے کہا: اے امیر المؤمنین اس کے ساتھ میرے پاس آج تک اسلام قبول کرنے سے کوئی نہیں آیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! اللہ کی قسم، جس شرک پر ہم تھے وہ اس کہانت سے بڑھ کر تھا جس پر تم تھے۔ آپ مجھے اپنے ہمزاد کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر لے کر آنے کا بتائیے۔

سواد نے فرمایا: ہاں! اے امیر المؤمنین! اسی اثناء میں کہ میں ایک رات نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا کہ میرے پاس میرا ہمزاد آیا، اور اس نے مجھے اپنے پاؤں کی ٹھوک مار کر کہا: اٹھ اے سواد بن قارب! سوچ سمجھ اگر تجھے سمجھنے کی توفیق ہے، کہ بلاشک و شبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو چکے آپ کا تعلق لؤقی بن غالب سے ہے، آپ اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں پھر اس نے شعر پڑھنے شروع کئے اور وہ کہہ رہا تھا:

میں جنوں اور ان کی جاسوسی سے حیران ہوا اور ان کے اونٹوں پر زینوں کو باندھنے سے حیران و ششدر رہ گیا وہ مکہ میں اترتے تھے ہدایت کے طلب گار تھے جنوں کے بھلے برے برابر نہ تھے۔

سواد نے کہا: میں نے اس کی بات پر سر نہ اٹھایا، اور میں نے کہا: چھوڑ مجھے میں سوتا ہوں، کہ بلاشک میں نے رات اونگتے ہوئے گزاری ہے، جب دوسری رات ہوئی وہ میرے پاس پھر آیا، اس نے مجھے پاؤں سے مارا، اور کہا: کیا میں نے تجھے نہ کہا تھا اے سواد کہ اٹھ سمجھ بوجھ کر اگر تجھے عقل و سمجھ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم تشریف لائے ہیں، ان کا نسب تعلق لؤقی بن غالب سے ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔ پھر ہمزاد نے گا گا کر یہ کہنا شروع کر دیا:

میں جنوں اور ان کی طلب و تلاش سے حیران ہوا، اور ان کے اونٹوں پر پالانوں

کے باندھنے کی وجہ سے حیران و ششدر رہ گیا وہ مکہ میں اترتے تھے ہدایت کے طلب گار تھے جنوں کے سچے جھوٹے برابر نہیں۔ تو آپ بنو ہاشم سے چیدہ ہیں تم ان کی طرف کوچ کروان اونٹوں میں سیرابی والے اور پانی سے رکے ہوئے اونٹوں کے درمیان سفر کر۔

سواد بن قارب کہتے ہیں: میں نے سرنہ اٹھایا، تو جب تیسری رات ہوئی تو وہ ہمزاد جن میرے پاس پھر آ گیا، اس نے مجھے پھر پاؤں کے ساتھ مارا، اور کہا: اے سواد بن قارب کیا میں نے تجھے نہیں کہا: سمجھ اور عقل سے کام لے اگر تو عقل سے کام لے سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لؤی بن غالب سے مبعوث ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف بلا تے ہیں اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں، پھر وہ یہ شعر گنگنا شروع ہو گیا:

میں جنوں اور ان کی خبروں سے متعجب ہوں، اور ان کے اونٹوں پر کجاوے باندھنے کی وجہ سے حیران ہوں وہ مکہ میں اترتے تھے ہدایت کے طلب گار تھے جنوں کے ایماندار اور کافر برابر نہیں۔ تو آپ بنو ہاشم سے چنے ہوئے ہیں تم ان کی طرف کوچ کروان کے پہلے ان کے پچھلوں کی طرح نہیں ہیں۔

سواد بن قارب کہتے ہیں: میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی، اور میری رغبت اس طرف ہوئی، تو جب صبح ہوئی میں نے اپنی سواری کو تیار کیا تو مکہ کی طرف رخ کر کے چل پڑا، میں ابھی راستے میں ہی تھا کہ مجھے خبر ملی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر لی ہے، تو میں مدینہ آ گیا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں، میں مسجد میں پہنچ گیا۔ میں نے اپنی اونٹنی کو باندھا اور میں مسجد میں داخل ہو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور لوگ آپ کے ارد گرد ہیں۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میری بات سنئے! تو ابو بکر نے کہا: آپ سے قریب ہو جاؤ وہ مجھے کہتے رہے میں آگے ہوتا رہا حتیٰ کہ میں آپ کے سامنے پہنچ گیا، آپ

نے فرمایا: آؤ اور اپنے ہمزاد کے اپنے پاس آنے کی خبر دو، تو سواد بن قارب نے کہا: میرے پاس میرا ہمزاد جن سونے اور آرام کرنے کے بعد آیا اور میں آزما چکا تھا کہ وہ جھوٹا نہیں ہے، تین رات تک وہ آتا رہا اور ہر رات اس کی بات ہوتی تھی کہ رسول لوی بن غالب سے آچکے ہیں، تو میں نے اپنے دامن سے تہہ بند کو سمیٹا اور اپنے درمیان میں باندھ لیا، میرے ساتھ اونٹنی تھی جو جنگلوں اور صحراؤں کے درمیان تیز دوڑتی تھی، تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب نہیں ہے اور آپ کو ہر غلبہ والے پر امن و سکون عطا کیا گیا ہے، اور آپ اللہ کی طرف رسولوں اور مرسلین میں سے سب سے زیادہ قریب کا وسیلہ و واسطہ ہیں اے سب سے زیادہ عزت والے پاکیزہ حضرات کے بیٹے! تو آپ ہمیں اس وحی کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہے، اے ان حضرات میں سے بہترین ذات جو زمین پر چلتے ہیں اگرچہ وہ ان میں سے ہوں جن کے بال میں سفیدی آچکی ہو، آپ میرے سفارش کرنے والے ہو جائیں اس دن جس دن کوئی سفارش کرنے والا آپ کے سوا سواد بن قارب کو فائدہ دینے والا نہیں ہوگا۔

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے
تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب میرے اسلام قبول کرنے سے بہت زیادہ خوش ہوئے، حتیٰ کہ یہ خوشی ان کے چہروں میں دیکھی گئی، راوی سیدنا سواد بن قارب خود کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا: میں بلا شک یہ پسند کرتا تھا کہ اس بات کو تجھ سے خود سنوں۔

ایک روایت میں یوں ہے: کیا تیرا وہ جن ہمزاد تیرے پاس آج کل بھی آتا ہے، حضرت سواد بن قارب نے فرمایا: جب سے میں نے قرآن پڑھا ہے اس وقت سے وہ جن میرے پاس نہیں آتا، ہاں جنوں کا بہترین بدلہ یا عوض اللہ عزوجل کی

کتاب (قرآن پاک) ہے، پھر سیدنا عمر نے کہا: ہم ایک دن قریش کے ایک قبیلہ میں تھے جنہیں ”آل ذریح“، کہا جاتا تھا۔ انہوں نے ایک بچھڑا ذبح کیا، اور قصائی اس کو ذبح کرتا تھا تو ہم نے اچانک اس بچھڑے کے پیٹ سے آواز سنی اور کوئی شے ہم نے نہ دیکھی، اے ذریح والو! معاملہ کامیابی والا ہے چیخنے والا فصیح زبان میں چیخ رہا تھا، گواہی دیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

میں جنوں اور ان کی جاسوسی سے حیران ہوا اور ان کے اونٹوں پر زینوں کو باندھنے سے حیران و ششدر رہ گیا وہ مکہ میں اترتے تھے ہدایت کے طلب گار تھے صالح جن گندوں کے برابر نہ تھے۔

سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: پھر میں دوبارہ سو گیا تو وہ پھر میرے پاس آیا تو اس نے اپنے پاؤں سے مجھے مارا، اور کہا: اے سواد بن قارب اٹھ! تیرے پاس لوی بن غالب سے رسول آگئے ہیں اور پیٹھ پھیر کر جاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا:

میں حیران ہوں جنوں اور ان کی خبروں سے اور ان کے اونٹوں کو ان کے پالانوں سمیت چلانے سے مکہ میں وہ اترے ہدایت کے طلب گار ہوئے ان کے مومن ان کے کافروں کی مثل نہیں ہیں۔

سواد نے کہا: میں پھر سو گیا تو وہ میرے پاس پھر آیا اس نے مجھے پاؤں سے مارا اور کہا: اے سواد اٹھ تیرے پاس لوی بن غالب سے رسول آئے ہیں، میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور وہ کہہ رہا تھا:

میں حیران ہوں جنوں اور ان کی طلب سے اور اونٹوں کو ان کے پالانوں سمیت چلانے سے مکہ میں وہ اترے ہدایت کے طلب گار ہوئے ان کے سچے ان کے جھوٹوں کی مثل نہیں ہیں۔ تو کوچ کر ہاشم سے چیدہ شخصیت کی طرف اور اپنی آنکھوں سے ان اونٹوں کے سر کو دیکھ!

فرمایا: صبح ہوئی تو میں نے اپنے اونٹ کو تیار کیا حتیٰ کہ میں مکہ آیا تو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا تھا تو آپ کی مجھے خبر دی گئی اور میں آپ کے پیچھے چل پڑا، اور سواد نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی آخری داڑھیں ظاہر ہوئیں اور آپ نے مجھے فرمایا: اے سواد تو کامیاب ہو گیا۔

عمر نے سواد سے کہا: اب بھی تیرا ہمزاد تیرے پاس آتا ہے، سواد نے کہا جب سے میں نے قرآن پڑھا وہ میرے پاس نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب جنوں کے مقابل کیا ہی اچھا عوض ہے! (یعنی اس کتاب نے مجھے جنوں سے بے نیاز کر دیا ہے، افسوس ہے کہ آج کل لوگ جادو اور جن گیری کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور قرآن پاک کو چھوڑ چکے ہیں، قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی)

محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے آپ کے پاس سے ایک آدمی گزرا، تو کہا گیا: کیا آپ اس گزرنے والے کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ سواد بن قارب ہیں۔ تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی طرف کسی کو بھیجا جو آپ کو بلا لایا۔ آپ نے فرمایا: کیا آپ سواد بن قارب ہو؟ آپ نے جواباً فرمایا: ہاں، تو سیدنا عمر نے فرمایا: کیا تو اپنی اسی کہانت پر ہے جس پر تھا؟ تو سواد کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا: میرے پاس اس چیز کے ساتھ کوئی اب تک نہیں آیا جب سے میں ایمان لایا ہوں، تو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! جس شرک پر ہم تھے وہ اس سے (برائی اور کفر میں) عظیم تر تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا آپ وہی ہو جس کے پاس اس کا ہمزاد جن آیا تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے ظہور کی خبر دی تھی؟ سواد نے کہا: ہاں، میں وہی ہوں۔ اے امیر المومنین! پھر فرمایا: تیرے پاس جو تیرا ہمزاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے ظہور کی خبر لے کر آتا تھا اس کے آنے کی خبر مجھے سنا! اس نے کہا: ایک رات اسی اثناء میں کہ میں سونے اور بیداری کی حالت کے درمیان تھا میرے پاس میرا وہ ہمزاد جن آیا تو اس نے مجھے اپنے پاؤں سے مارا، پھر کہا اے سواد بن قارب! اٹھ میری بات

سن! اور سمجھ اگر تجھے عقل و سمجھ ہے بے شک و شبہ لؤی بن غالب سے اللہ تعالیٰ کے رسول مبعوث ہو چکے، اللہ کی طرف بلا تے اور آپ اس کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں، پھر اس نے یہ شعر کہتے ہوئے کہنا شروع کیا:

پھر راوی نے شعر ذکر کئے جو اسی معنی میں تھے جو ہم براء بن یزید کی حدیث میں لفظ بہ لفظ روایت کر آئے، وہ لفظ کو دوسرے سے بدلتے ہیں اور اس کے آخر میں کہتے ہیں، پھر عمر گنگنا کر کہنے لگے:

ہم ایک دن قریش کے ایک قبیلہ میں تھے جنہیں ”آل ذریح“، کہا جاتا تھا۔ انہوں نے ایک بچھڑا ذبح کیا، اور قصائی اس کو ذبح کرتا تھا تو ہم نے اچانک اس بچھڑے کے پیٹ سے آواز سنی اور کوئی شے ہم نے نہ دیکھی، اے ذریح والو! معاملہ کامیابی والا ہے زور زور سے پکارنے والا فصیح زبان میں پکار رہا تھا، گواہی دیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

آپ میرے سفارش کرنے والے ہو جائیے اس دن جس دن کوئی سفارش کرنے والا آپ کے سوا سواد بن قارب کو فائدہ دینے والا نہیں ہوگا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، مہاجر اور انصار میرے نعت پڑھنے اور اسلام قبول کرنے سے بہت زیادہ خوش ہوئے، اور انہوں نے مجھے اسلام کی تعلیم دی۔

قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

کلام خدا ہے کلام محمد | اسی سے سمجھ لو مقام محمد

دستاں کیہ میں مصطفیٰ دی کڈی اُچی شان اے

آپ دی تعریف وِج سارا ای قرآن اے

پڑھ کے توں ویکھ جیہڑا مرضی سپارا

قسم خدا دی مینوں سب نالوں پیارا

کالیاں زلفاں والادھی دلاں داسہارا

اللہ تعالیٰ کا کلام ذکر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا پڑا ہے، اور جگہ جگہ اللہ تعالیٰ

نے اپنے ساتھ اپنے حبیب کا ذکر کیا ہے، جب بھی ہم قرآن پڑھیں خود بہ خود رسول اللہ کا

ذکر ہوتا جاتا ہے، اگر الگ سے کوئی محفل قائم کر کے رسول خدا کا ذکر کر لیا جائے تو اس کے

برا، بدعت، حرام یا شرک ہونے پر کوئی نص قطعی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی ہر بیماری سے بچانے

والا ہے، جسمانی بیماری ہو یا روحانی ایمانی بیماری ہو۔

اللہ کے ذکر کے ساتھ رسول کا ذکر

302 اِنَّمَا وَلِيكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۝ (۵۵) (سورۃ مائدہ)

تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم

کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ (کنز الایمان)

جن کے ساتھ موالات حرام ہے ان کا ذکر فرمانے کے بعد ان کا بیان فرمایا جن

کے ساتھ موالات واجب ہے۔ شانِ نوبل: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت

حضرت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہماری قوم قریطہ اور نضیر نے ہمیں چھوڑ دیا اور قسمیں کھالیں کہ وہ ہمارے ساتھ مجالست (ہم نشینی) نہ کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو عبداللہ بن سلام نے کہا ہم راضی ہیں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اس کے رسول کے نبی ہونے پر، مؤمنین کے دوست ہونے پر اور حکم آیت کا تمام مؤمنین کے لیے عام ہے سب ایک دوسرے کے دوست اور محب ہیں۔

جملہ "وَهُمْ زَكَاةٌ" دو وجہ رکھتا ہے ایک یہ کہ پہلے جملوں پر معطوف ہو دوسری یہ کہ حال واقع ہو، پہلی وجہ اظہر واقوی ہے اور حضرت مقرر جم قدس سرہ کا ترجمہ بھی اسی کے مساعد ہے۔ (جمل عن السمین) دوسری وجہ پر دو احتمال ہیں ایک یہ کہ "يُقِيمُونَ وَيُؤْتُونَ" دونوں فعلوں کے فاعل سے حال واقع ہو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ وہ بخشوع و تواضع نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (تفسیر ابوالسعود) دوسرا احتمال یہ ہے کہ صرف "يُؤْتُونَ" کے فاعل سے حال واقع ہو، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور تواضع ہو کر زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (جمل) بعض کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے کہ آپ نے نماز میں سائل کو انگشتری صدقہ دی تھی وہ انگشتری انگشبت مبارک میں ڈھیلی تھی بے عمل کثیر کے نکل گئی لیکن امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس کا بہت شد و مد سے رد کیا ہے اور اس کے بطلان پر بہت وجوہ قائم کئے ہیں۔ (خزان العرفان)

303 وَ مَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَ رَسُوْلَهُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ جِزْبَ اللّٰهِ هُمْ
الْغٰلِبُوْنَ ۝ (۵۶) (سورۃ مائدہ)

اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ (کنز الایمان)

304 يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ

أَصْلِحُوا إِذًا تَبَيَّنْكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱)

اے محبوب! تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں، تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔ تو اللہ سے ڈرو، اور آپس میں میل رکھو، اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔ (انفال) (کنز الایمان)

شان نزول: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے فرمایا: یہ آیت ہم اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی جب غنیمت کے معاملہ میں ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہوا، اور بد مزگی کی نوبت آگئی تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا، آپ نے وہ مال برابر تقسیم کر دیا۔ (خزائن العرفان)

نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو با اختیار بنایا ہے، اور محبوب جو چاہیں حکم صادر فرماتے ہیں۔

305 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَ أَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ○ (الانفال/۲۰)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو۔

306 وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ○ (نور/۴۸)

اور جب بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ ان میں فیصلہ فرمائے تو جہمی ان کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے۔

307 إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ (نور/۵۱)

مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

308 وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَ يَتَّقْهُ فَأُولَئِكَ هُمُ
الْفَائِزُونَ ○ (نور/۵۲)

اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں

309 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا
يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ
(انفال/۲۳)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلائے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھانا ہے (کنز الایمان)

کیونکہ رسول کا بلانا اللہ ہی کا بلانا ہے۔

بخاری شریف میں سعید بن معلیٰ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھتا تھا مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکارا میں نے جواب نہ دیا پھر میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول کے بلائے پر حاضر ہو۔

ایسا ہی دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نماز پڑھتے تھے حضور نے انہیں پکارا، انہوں نے جلدی نماز تمام کر کے سلام عرض کیا، حضور نے فرمایا تمہیں جواب دینے سے کیا بات مایع ہوئی، عرض کیا حضور میں نماز میں تھا۔ حضور نے فرمایا: کیا تم نے قرآن پاک میں یہ نہیں پایا کہ اللہ اور رسول کے بلائے پر حاضر ہو؟ عرض کیا: بے شک

آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ اس چیز (جو زندگی دے) سے یا ایمان مراد ہے کیونکہ کافر مردہ ہوتا ہے، ایمان سے اس کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ قتادہ نے کہا کہ وہ چیز قرآن ہے کیونکہ اس سے دلوں کی زندگی ہے اور اس میں نجات ہے اور عصمت دارین ہے۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ وہ چیز جہاد ہے کیونکہ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ ذلت کے بعد عزت عطا فرماتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ وہ شہادت ہے اس لیے شہداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں۔

(خزائن العرفان)

310 إِمَّا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (نور/۶۲)

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لیے جمع کئے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک اجازت نہ لے لیں، وہ جو تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لیے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

جس کام کے لیے جمع کئے گئے وہ جیسے کہ جہاد اور تدبیر جنگ اور جمعہ و عیدین اور مشورہ اور ہر اجتماع جو اللہ کے لیے ہو۔

ان کا اجازت چاہنا نشانِ فرمانبرداری اور دلیلِ صحتِ ایمان ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ حاضر رہیں اور اجازت طلب نہ کریں

مسئلہ: اماموں اور دینی پیشواؤں کی مجلس سے بھی بے اجازت نہ جانا چاہئے۔

311 وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ (احزاب)

اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے بولے یہ ہے وہ جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے اور اس سے انہیں نہ بڑھا مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا۔ (کنز الایمان)

کہ تمہیں شدت و بلا پہنچے گی اور تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور پہلوں کی طرح تم پر سختیاں آئیں گی اور لشکر جمع ہو ہو کر تم پر ٹوٹیں گے اور انجام کار تم غالب ہو گے اور تمہاری مدد فرمائی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ" "الآیة اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ پچھلی نو یا دس راتوں میں لشکر تمہاری طرف آنے والے ہیں، جب انہوں نے دیکھا کہ اس میعاد پر لشکر آگئے تو کہا یہ ہے وہ جو ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ دیا تھا۔ یعنی جو اس کے وعدے ہیں سب سچے ہیں سب یقیناً واقع ہوں گے، ہماری مدد بھی ہوگی، ہمیں غلبہ بھی دیا جائے گا اور مکہ مکرمہ اور روم و فارس بھی فتح ہوں گے (خزائن العرفان)

312 وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ فَيَأْتِيَنَّكُمْ اللَّهُ بِمُحْسِنَاتٍ مِنْكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾ (احزاب)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ (کنز الایمان)

یعنی اگر تمہیں مال کثیر اور اسباب عیش و رکار ہے۔

شانِ نذول: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات نے آپ

سے دنیوی سامان طلب کئے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی۔ یہاں تو کمالی زہد تھا سامان دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لیے یہ خاطرِ اقدس پر گراں ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا، اس وقت حضور کی نو پیدیاں تھیں، پانچ قریشیہ (۱) حضرت عائشہ بنتِ ابی بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) (۲) حفصہ بنتِ فاروق (۳) اُمّ حبیبہ بنتِ ابی سفیان (۴) اُمّ سلمیٰ بنتِ امیہ (۵) سودہ بنتِ زمعہ اور چار غیر قریشیہ (۶) زینب بنتِ جحش اسدیہ (۷) میمونہ بنتِ حارث ہلالیہ (۸) صفیہ بنتِ حنی بنی بنیہ (۹) جویریہ بنتِ حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ جلدی نہ کرو اپنے والدین سے مشورہ کر کے جو رائے ہو اس پر عمل کرو، انھوں نے عرض کیا حضور کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دایرِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔

مسئلہ: جس عورت کو اختیار دیا جائے وہ اگر اپنے زوج کو اختیار کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ہمارے نزدیک طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے۔ جس عورت کے ساتھ بعدِ نکاح دخول یا خلوت صحیحہ ہوئی اس کو طلاق دی جائے تو کچھ سامان دینا مستحب ہے اور وہ سامان تین کپڑوں کا جوڑا ہوتا ہے، یہاں مال سے وہی مراد ہے۔

مسئلہ: جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اس کو قبل دخول طلاق دی تو یہ جوڑا دینا واجب ہے یعنی تمہیں چھوڑنے کا عمل بغیر کسی ضرر کے ہوگا۔ اس سے پہلی آیت اور یہ آیت دونوں اکٹھی ہیں۔ چھوڑنے کے عمل کے بعد یہ اختیار بھی تھا کہ اگر اللہ ورسول کو اختیار کریں تو اس آیت کا حکم ہے۔

313 وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ

الصَّلَاةَ وَآتَيْنَ الزَّكَاةَ وَأَطَعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ○ (احزاب / ۳۳)

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی
اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی
کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اگلی جاہلیت سے مراد قبل اسلام کا زمانہ ہے اس زمانہ میں عورتیں اترا تکی نکلتی
تھیں، اپنی زینت و محاسن کا اظہار کرتی تھیں کہ غیر مرد دیکھیں، لباس ایسے پہنتی تھیں جن
سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھکیں اور پچھلی جاہلیت سے اخیر زمانہ مراد ہے جس میں
لوگوں کے افعال پہلوں کی مثل ہو جائیں گے۔

یعنی گناہوں کی نجاست سے تم آلودہ نہ ہو۔ اس آیت سے اہل بیت کی فضیلت
ثابت ہوتی ہے اور اہل بیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواج مطہرات اور
حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہراء اور علی مرتضیٰ اور حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب
داخل ہیں، آیات و احادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابو منصور
ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، ان آیات میں اہل بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے تاکہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کے پابند
رہیں، گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیزگاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا کیونکہ گناہوں کا
مرکب ان سے ایسا ہی ملوث ہوتا ہے جیسا جسم نجاستوں سے۔ اس طرزِ کلام سے مقصود یہ
ہے کہ ارباب عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ترغیب دی
جائے۔ (خزائن العرفان)

314 وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ
لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُبِينًا
(۳۶) (احزاب)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے، اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔ (کنز الایمان)

شان نزول: یہ آیت زینب بنت جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے حق میں نازل ہوئی، امیمہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ واقعہ یہ تھا کہ زید بن حارثہ جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور ہی کی خدمت میں رہتے تھے حضور نے زینب کے لیے ان کا پیام دیا، اس کو زینب نے اور ان کے بھائی نے منظور نہیں کیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضرت زینب اور ان کے بھائی اس حکم کو سن کر راضی ہو گئے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا اور حضور نے ان کا مہر دس دینار ساٹھ درہم، ایک جوڑا کپڑا، پچاس مد (ایک پیانہ ہے) کھانا، تیس صاع کھجوریں دیں مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت ہر امر میں واجب ہے اور نبی علیہ السلام کے مقابلہ میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔ مسئلہ: اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امر و جوب کے لیے ہوتا ہے۔

فائدہ: بعض تفاسیر میں حضرت زید کو غلام کہا گیا ہے مگر یہ خالی از تسامح نہیں کیونکہ وہ خرتے گرفتاری سے بالخصوص قبل بعثت شرعاً کوئی شخص مملوک نہیں ہو جاتا اور وہ زمانہ فترت کا تھا اور اہل فترت کو حربی نہیں کہا جاتا۔ (کذا فی الجمل) (خزائن العرفان)

315 إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ﴿٥٠﴾ (احزاب)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (کنز الایمان)

یعنی ان بیبیوں پر کچھ گناہ نہیں اس میں کہ وہ ان لوگوں سے پردہ نہ کریں جن کا آیت میں آگے ذکر فرمایا جاتا ہے۔

شانِ نزول: جب پردہ کا حکم نازل ہوا تو عورتوں کے باپ بیٹوں اور قریب کے رشتہ داروں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا ہم اپنی ماؤں بیٹیوں کے ساتھ پردہ کے باہر سے گفتگو کریں، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یعنی ان اقارب کے سامنے آنے اور ان سے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں معنی یہ ہوا کہ مسلمان بیبیوں کے سامنے آنا جائز ہے اور کافرہ عورتوں سے پردہ کرنا اور اپنے جسم چھپانا لازم ہے سوائے جسم کے ان حصوں کے جو گھر کے کام کاج کے لیے کھولنے ضروری ہوتے ہیں۔ (یہ حکم عورتوں کے لیے ہیں) (جمل)

یہاں چچا اور ماموں کا صراحتہ ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ وہ والدین کے حکم میں ہیں۔

316 يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿١٤﴾ (احزاب)

تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے تو اس نے بڑی کامیابی پائی۔ (کنز الایمان) تمہیں نیکیوں کی توفیق دے گا اور تمہاری طاعتیں قبول فرمائے گا۔

317 لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٥﴾ (فتح)

اندھے پر تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضا لقعہ اور نہ بیمار پر مواخذہ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور جو پھر

جائے گا اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔ (کنز الایمان)

جہاد کے رہ جانے میں۔

شانِ نزول: جب اوپر کی آیت نازل ہوئی تو جو لوگ اپاہج و صاحبِ عذر تھے انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا کیا حال ہوگا؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ کہ یہ عذر ظاہر ہے اور جہاد میں حاضر نہ ہونا ان کے لیے جائز ہے، کیونکہ نہ یہ لوگ دشمن پر حملہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، نہ اس کے حملہ سے بچنے اور بھاگنے کی۔ انہیں کے حکم میں داخل ہیں وہ بڑھے، ضعیف جنہیں نشست و برخاست کی طاقت نہیں یا جنہیں دمہ کھانسی ہے یا جن کی تلی بہت بڑھ گئی ہے اور انہیں چلنا، پھرنا دشوار ہے، ظاہر ہے کہ یہ عذر جہاد سے روکنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی اعذار ہیں مثلاً غایت درجہ کی محتاجی اور سفر کے ضروری حوائج پر قدرت نہ رکھنا یا ایسے اشغالِ ضروریہ جو سفر سے مانع ہوں جیسے کسی ایسے مریض کی خدمت جس کی خدمت اس پر لازم ہے اور اس کے سواء کوئی اس کا انجام دینے والا نہیں۔ یعنی جو طاعت سے اعراض کرے گا اور کفر و نفاق پر رہے گا۔ (اس کے لیے دردناک عذاب ہے) (خزائن العرفان)

318 قَالَتِ الْأَعْرَابُ أَمَّا قُلٌّ لَّهُمُ تُوْمَنُوا وَلَكِنْ قَوْلُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْءًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٣﴾ (حجرات)

گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے، ہاں یوں کہوں کہ ہم مطیع ہوئے، اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے، تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول: یہ آیت بنی اسد بن خزیمہ کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی

جو خشک سالی کے زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام کا اظہار کیا اور حقیقت میں وہ ایمان نہ رکھتے تھے، ان لوگوں نے مدینہ کے رستہ میں گندگیاں کیں اور وہاں کے بھاؤ گراں کر دیئے، صبح و شام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے اور کہتے ہمیں کچھ دیجئے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ صدقِ دل سے (اسلام میں داخل ہوتے) ظاہر میں (کوئی عمل نقصان نہ دے گا)

مسئلہ: محض زبانی اقرار جس کے ساتھ قلبی تصدیق نہ ہو معتبر نہیں، اس سے آدمی مومن نہیں ہوتا، اطاعت و فرمانبرداری اسلام کے لغوی معنی ہیں اور شرعی معنی میں اسلام اور ایمان ایک ہیں کوئی فرق نہیں۔

(فرمانبرداری کرو گے) ظاہراً و باطناً صدق و اخلاص کے ساتھ نفاق کو چھوڑ کر، تو تمہاری نیکیوں کا ثواب کم نہ کرے گا۔

319 اِمَّا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْلِيَّكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿١٥﴾ (حجرات)

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا، اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں (کنز الایمان) اپنے دین و ایمان میں اور ایمان کے دعویٰ میں۔

شانِ نزول: جب یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں تو اعراب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم مومن مخلص ہیں۔ اس پر اگلی آیت نازل ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا۔

320 اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ كُفِرُوْا كَمَا كُفِرَتِ الَّذِيْنَ مِنْ

قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿٥٥﴾ (مجادلہ)
بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کئے گئے جیسے
ان سے انگوں کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتاریں اور کافروں کے
لیے خواری کا عذاب ہے۔ (کنز الایمان)

رسولوں کی مخالفت کرنے کے سبب۔

رسولوں کے صدق پر دلالت کرنے والی۔ (خزائن العرقان)

321 إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿٢٠﴾ (مجادلہ)
بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ
ذلیلوں میں ہیں۔

322 كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَكَاوَرُ سُلَيْمٍ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢١﴾ (مجادلہ/ ٢١)
اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوت والا
عزت والا ہے۔

323 لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان
سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی
یا کنبے والے ہوں، نہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی
روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں

ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (کنز الایمان)

یعنی مومنین سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اس کو گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کرے۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بددینوں اور بد مذہبوں اور خدا اور رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے موذت و اختلاط جائز نہیں۔

چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے جنگِ اُحد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روزِ بدر اپنے بیٹے عبدالرحمن کو مبارزت کے لیے طلب کیا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس جنگ کی اجازت نہ دی اور مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبداللہ بن عمیر کو قتل کیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ماموں عامر بن ہشام بن مغیرہ کو روزِ بدر قتل کیا اور حضرت علی بن ابی طالب و حمزہ و ابو عبیدہ نے ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کو اور ولید بن عتبہ کو بدر میں قتل کیا جو ان کے رشتہ دار تھے، خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں کو قرابت اور رشتہ داری کا کیا پاس۔ اس روح سے یا اللہ کی مدد مراد ہے یا ایمان یا قرآن یا جبریل یا رحمتِ الہی یا نور۔

324 ذَلِك بِأَنَّهُمْ شَاقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۗ وَمَنْ يُشَاقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٦٤﴾ (حشر)

یہ اس لیے کہ وہ اللہ سے اور اس کے رسول سے پھٹے رہیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول سے پھٹا رہے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (کنز الایمان)

325 وَمَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٦٥﴾
اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے

دوڑائے تھے نہ اونٹ ہاں اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ
سب کچھ کر سکتا ہے۔ (حشر) (کنز الایمان)

(اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے) یعنی یہود بنی نضیر سے
(تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ) یعنی اس کے لیے تمہیں
کوئی مشقت اور کوفت اٹھانا نہیں پڑی، صرف دو میل کا فاصلہ تھا، سب لوگ پیادہ پا چلے
گئے، صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے۔

(اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے) اپنے دشمنوں
میں سے۔ مراد یہ ہے کہ بنی نضیر سے جو مال غنیمتیں حاصل ہوئیں ان کے لیے مسلمانوں کو
جنگ کرنا نہیں پڑی، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر مسلط کر دیا تو
یہ مال حضور کی مرضی پر ہے، جہاں چاہیں خرچ کریں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
یہ مال مہاجرین پر تقسیم کر دیا اور انصار میں سے صرف تین صاحب حاجت لوگوں کو دیا اور وہ
ابودجانہ سماک بن خرشہ اور سہل بن حنیف اور حارث بن صمہ ہیں۔ (خزائن العرفان)

326 مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلرَّسُولِ وَلِذِي
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ
الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَ
اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤١﴾ (حشر)

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور
رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ
ہو جائے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ
سے ڈرو، بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (کنز الایمان)

پہلی آیت میں غنیمت کا جو حکم مذکور ہو اس آیت میں اسی کی تفصیل ہے اور بعض

مفسرین نے اس قول کی مخالفت کی اور فرمایا کہ پہلی آیت اموال بنی نضیر کے باب میں نازل ہوئی، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے خاص کیا اور یہ آیت ہر اس شہر کی غنیمتوں کے باب میں ہے جس کو مسلمان اپنی قوت سے حاصل کریں۔ (مدارک)

رشتہ داروں سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل قرابت ہیں یعنی بنی ہاشم و بنی مطلب۔

(تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے) اور غرباء اور فقراء نقصان میں رہیں، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ غنیمت میں سے ایک چہارم تو سردار لے لیتا تھا، باقی قوم کے لیے چھوڑ دیتا تھا، اس میں سے مال دار لوگ بہت زیادہ لے لیتے تھے اور غریبوں کے لیے بہت ہی تھوڑا بچتا تھا، اسی معمول کے مطابق لوگوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور غنیمت میں سے چہارم لیں، باقی ہم باہم تقسیم کر لیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرما دیا اور تقسیم کا اختیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا اور اس کا طریقہ ارشاد فرمایا۔

(جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو) غنیمت میں سے، کیونکہ وہ تمہارے لیے حلال ہے یا یہ معنی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں جو حکم دیں اس کا اتباع کرو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے۔

(اللہ سے ڈرو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت نہ کرو اور ان کے تعمیل ارشاد میں سستی نہ کرو۔ (بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے) ان پر جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کریں۔

اور مال غنیمت میں جیسا کہ اوپر ذکر کئے ہوئے لوگوں کا حق ہے ایسا ہی:

327 لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ
الصَّادِقُونَ ﴿٨٧﴾ (حشر)

ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ ورسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں (کنز الایمان) (... نکالے گئے) اور ان کے گھروں اور مالوں پر کفار مکہ نے قبضہ کر لیا۔
مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ کفار استیلاء (غلبہ) سے اموال مسلمین کے مالک ہو جاتے ہیں۔

(اللہ ورسول کی مدد کرتے) اپنے جان و مال سے دین کی حمایت میں۔

(وہی سچے ہیں) ایمان و اخلاص میں۔ قتادہ نے فرمایا کہ ان مہاجرین نے گھر اور مال اور کنبے اللہ تعالیٰ اور رسول کی محبت میں چھوڑے اور اسلام کو قبول کیا اور ان تمام شدتوں اور سختیوں کو گوارا کیا جو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے انہیں پیش آئیں، ان کی حالتیں یہاں تک پہنچیں کہ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے اور جاڑوں میں کپڑا نہ ہونے کے باعث گڑھوں اور غاروں میں گزارا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فقراء مہاجرین اغنیاء سے چالیس سال قبل جنت میں جائیں گے۔

328 إِلَّا بَلَّغْنَا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَتِهِ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ﴿٢٣﴾ (جن)

مگر اللہ کے پیام پہنچانا اور اس کی رسالتیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔ (کنز الایمان)
جو حکم رسول نہ مانے اور ان پر ایمان نہ لائے اس کے لیے جہنم ہے۔ (خزائن)

329 وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنْتُمْ أَمِنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقَىٰ الْجُمُعَانَ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢١﴾ (انفال)

اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول و قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے، اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن اتارا جس دن دونوں فوجیں ملیں تھیں، اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ (کنز الایمان)

(جو کچھ غنیمت لو) خواہ قلیل یا کثیر۔ غنیمت وہ مال ہے جو مسلمانوں کو کفار سے جنگ میں بطریقِ قہر و غلبہ حاصل ہو۔ مسئلہ: مالِ غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے اس میں سے چار حصے غنمین کے۔

مسئلہ: غنیمت کا پانچواں حصہ پھر پانچ حصوں پر تقسیم ہو گا ان میں سے ایک حصہ جوکل مال کا پچیسواں حصہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور ایک حصہ آپ کے اہل قرابت کے لیے اور تین حصے یتیموں اور مسکینوں، مسافروں کے لیے۔

مسئلہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضور اور آپ کے اہل قرابت کے حصے بھی یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو ملیں گے اور پانچواں حصہ انہیں تین پر تقسیم ہو جائے گا۔ یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا۔

اس دن سے روزِ بدر مراد ہے اور دونوں فوجوں سے مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں اور یہ واقعہ سترہ یا انیس رمضان کو پیش آیا۔ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد تین سو دس سے کچھ زیادہ تھی اور مشرکین ہزار کے قریب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہزیمت دی ان میں سے ستر سے زیادہ مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ (خزائن)

330 بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔
بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں کو جن سے تمہارا معاہدہ تھا، اور وہ قائم نہ رہے۔ (توبہ: 1) (کنز الایمان)

مشرکین عرب اور مسلمانوں کے درمیان عہد تھا، ان میں سے چند کے سوا سب

نے عہد شکنی کی تو ان عہد شکنوں کا عہد ساقط کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ چار مہینے وہ امن کے ساتھ جہاں چاہیں گزریں ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ اس عرصہ میں انہیں موقع ہے کہ خوب سوچ سمجھ لیں کہ ان کے لیے کیا بہتر ہے اور اپنی احتیاطیں کر لیں اور جان لیں کہ اس مدت کے بعد اسلام منظور کرنا ہوگا یا قتل۔ یہ سورت و ہجری میں فتح مکہ سے ایک سال بعد نازل ہوئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سنہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا تھا اور ان کے بعد علی مرتضیٰ کو مجمع حُجّاج میں یہ سورت سنانے کے لیے بھیجا چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ نے دس ذی الحجّہ کو خمرہ عقبہ کے پاس کھڑے ہو کر ندا کی "يَا أَيُّهَا النَّاسُ" میں تمہاری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرستادہ آیا ہوں، لوگوں نے کہا آپ کیا پیام لائے ہیں؟ تو آپ نے تیس یا چالیس آیتیں اس سورت مبارکہ کی تلاوت فرمائیں پھر فرمایا میں چار حکم لایا ہوں۔

(۱) اس سال کے بعد کوئی مشرک کعبہ معظمہ کے پاس نہ آئے۔ (۲) کوئی شخص بزہنہ ہو کر کعبہ معظمہ کا طواف نہ کرے۔ (۳) جنت میں مؤمن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا۔ (۴) جس کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد ہے وہ عہد اپنی مدت تک رہے گا اور جس کی مدت معین نہیں ہے اس کی معیاد چار ماہ پر تمام ہو جائے گی۔ مشرکین نے یہ سن کر کہا کہ اے علی اپنے چچا کے فرزند (یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خبر دے دیجئے کہ ہم نے عہد پس پشت پھینک دیا، ہمارے ان کے درمیان کوئی عہد نہیں ہے بجز نیزہ بازی اور تیغ زنی کے۔

اس واقعہ میں خلافت حضرت صدیق اکبر کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو تو امیر حج بنایا اور حضرت علی مرتضیٰ کو ان کے پیچھے سورۃ براءت پڑھنے کے لیے بھیجا تو حضرت ابو بکر امام ہوئے اور حضرت علی مرتضیٰ مقتدی۔ اس سے حضرت ابو بکر کی تقدیم حضرت علی مرتضیٰ پر ثابت ہوئی۔ (خزائن العرفان

331 وَ أذنٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَبُوا أَنْكُمْ عَذَابٌ مُّعْجِزٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَعَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣﴾ (توبہ)

اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول تو اگر تم توبہ کرو تو تمہارا بھلا ہے اور اگر منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے اور کافروں کو خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔ (کنز الایمان)

حج کو حج اکبر فرمایا اس لیے کہ اس زمانہ میں عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اس حج کو حج اکبر اس لیے کہا گیا کہ اس سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج فرمایا تھا اور چونکہ یہ جمعہ کو واقع ہوا تھا اس لیے مسلمان اس حج کو جو روز جمعہ ہو حج وداع کا مُذَكِّر (یاد دہانی کرانے والا) جان کر حج اکبر کہتے ہیں۔

(اگر تم توبہ کرو) کُفْر و غَدْر سے تو تمہارا بھلا ہے۔ اور اگر منہ پھیرو ایمان لانے اور توبہ کرنے سے، (تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے) یہ وعید عظیم ہے، اور اس میں یہ اِعلام (اطلاع) ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرنے پر قادر ہے۔ (خزائن العرفان)

332 وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ ابْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ (توبہ)

اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے کہ وہ نادان لوگ ہیں۔ (کنز الایمان)

(پناہ دو) مہلت کے مہینے گزرنے کے بعد تا کہ آپ سے توحید کے مسائل اور قرآن پاک سنیں جس کی آپ دعوت دیتے ہیں۔ اگر ایمان نہ لائے (اس کی جگہ پہنچا دو)

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ مستامن کو ایذا نہ دی جائے اور مدت گزرنے کے بعد اس کو دارالاسلام میں اقامت کا حق نہیں۔

(بوجہ نادانی) اسلام اور اس کی حقیقت کو نہیں جانتے تو انہیں امن دینا عین حکمت ہے تاکہ کلام اللہ سنیں اور سمجھیں۔ (خزائن العرفان)

333 كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ
عٰهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقْبُوا الْكُمْ فَاسْتَقْبُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿١٣﴾ (توبہ)

مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے پاس کوئی عہد کیوں کر ہوگا مگر وہ جن سے تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس ہوا تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں تم ان کے لیے قائم رہو بے شک پرہیزگار اللہ کو خوش آتے ہیں (کنز الایمان)

(مشرکوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے پاس کوئی عہد کیوں کر ہوگا) کہ وہ عذر و عہد شکنی کیا کرتے ہیں (مگر وہ جن سے تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس ہوا) اور ان سے کوئی عہد شکنی ظہور میں نہ آئی مثل بنی کنانہ و بنی ضمرہ کے۔

334 اَلَا تَقْتُلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اٰیْمٰنَهُمْ وَهُمْ وَاٰخِرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ
بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخَشَوْنَهُمْ ؕ فَاِنَّهُ اَحَقُّ اَنْ تَخَشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾ (توبہ)

کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ انہیں کی طرف سے پہل ہوئی ہے کیا ان سے ڈرتے ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ (کنز الایمان)

(قسمیں توڑیں) اور صلح حدیبیہ کا عہد توڑا اور مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابل بنی بکر کی مدد کی (اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا) رسول کے خلاف مکہ مکرمہ سے

دارالندوہ میں مشورہ کر کے۔ (خزائن العرفان)

335 أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ
وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً وَاللَّهُ
خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ (توبہ)

کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی
ان کی جو تم میں سے جہاد کریں گے اور اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا
محرم راز نہ بنائیں گے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (کنز)

(جو تم میں سے جہاد کریں گے) اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں۔ (اور اللہ اور
اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے) اس سے معلوم ہوا کہ
مخلص اور غیر مخلص میں امتیاز کر دیا جائے گا، اور مقصود اس سے مسلمانوں کو مشرکین کی
موالات اور ان کے پاس مسلمانوں کے راز پہنچانے سے ممانعت کرنا ہے (خزائن
العرفان)

336, 337 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ
إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ
الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَ
عَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ
تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا
حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾ (توبہ)

اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر
پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں؛ تم فرماؤ اگر تمہارے
باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی

کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (کنز)

پہلی آیت نمبر ۲۳: جب مسلمانوں کو مشرکین سے ترکِ موالات کا حکم دیا گیا تو بعض لوگوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ آدمی اپنے باپ بھائی وغیرہ قرابت داروں سے ترکِ تعلق کرے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ کفار سے موالات جائز نہیں چاہے ان سے کوئی بھی رشتہ ہو۔

(اللہ اپنا حکم لائے) اور جلدی آنے والے عذاب میں مبتلا کرے یا دیر میں آنے والے میں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ دین کے محفوظ رکھنے کے لیے دنیا کی مشقت برداشت کرنا مسلمان پر لازم ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے مقابل دنیوی تعلقات کچھ قابلِ التفات نہیں اور خدا اور رسول کی محبت ایمان کی دلیل ہے۔ (خزائن العرفان)

338 ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكٰفِرِينَ ﴿٢٦﴾ (توبہ)

پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے (خزائن العرفان)

(تسکین اتاری) کہ اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ قائم رہے۔

(اور تسکین مومنوں پر) کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پکارنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے۔

(لشکر) یعنی فرشتے جنہیں کفار نے ابلق گھوڑوں پر سفید لباس پہنے، عمامہ باندھے دیکھا، یہ فرشتے مسلمانوں کی شوکت بڑھانے کے لیے آئے تھے۔ اس جنگ میں

انہوں نے قتال نہیں کیا، قتال صرف بدر میں کیا تھا۔ (کافروں کو عذاب دیا) کہ پکڑے گئے، مارے گئے، ان کے عیال و اموال مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ (خزائن العرفان)

339 قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٢٩﴾ (توبہ)

لڑوان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دئے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر (کنز الایمان)

اللہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس کی ذات اور جملہ صفات و تزیہات کو ماننے اور جو اس کی شان کے لائق نہ ہو اس کی طرف نسبت نہ کرے اور بعض مفسرین نے رسولوں پر ایمان لانا بھی اللہ پر ایمان لانے میں داخل قرار دیا ہے تو یہود و نصاریٰ اگرچہ اللہ پر ایمان لانے کے مدعی ہیں لیکن ان کا یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ یہود تجسیم و تشبیہ کے اور نصاریٰ حلول کے معتقد ہیں تو وہ کس طرح اللہ پر ایمان لانے والے ہو سکتے ہیں، ایسے ہی یہود میں سے جو حضرت عزیر کو اور نصاریٰ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی اللہ پر ایمان لانے والا نہ ہوا، اسی طرح جو ایک رسول کی تکذیب کرے وہ اللہ پر ایمان لانے والا نہیں۔ یہود و نصاریٰ بہت انبیاء کی تکذیب کرتے ہیں لہذا وہ اللہ پر ایمان لانے والوں میں نہیں۔

شانِ نذول: مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روم سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا اور اسی کے نازل ہونے کے بعد غزوہ تبوک ہوا۔ کلبی کا قول ہے کہ یہ آیت یہود کے قبیلہ قریظہ اور نضیر کے حق میں نازل ہوئی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے صلح منظور فرمائی اور یہی پہلا جزیہ ہے جو اہل

اسلام کو ملا اور پہلی ذلت ہے جو کفار کو مسلمانوں کے ہاتھ سے پہنچی
(حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا) قرآن و حدیث میں اور بعض
مفسرین کا قول ہے کہ معنی یہ ہیں کہ توریت و انجیل کے مطابق عمل نہیں کرتے، ان کی
تحریف کرتے ہیں اور احکام اپنے دل سے گڑھتے ہیں۔

اور سچے دین (اسلام) کے تابع نہیں ہوتے۔

معاد اہل کتاب سے جو خراج لیا جاتا ہے اس کا نام جزیہ ہے۔

مسائل: یہ جزیہ نقد لیا جاتا ہے اس میں ادھار نہیں۔

مسئلہ: جزیہ دینے والے کو خود حاضر ہو کر دینا چاہیے۔

مسئلہ: پیادہ پالے کر حاضر ہو کر کھڑے ہو کر پیش کرے۔

مسئلہ: قبول جزیہ میں شرک و ہندو وغیرہ اہل کتاب کے ساتھ ملحق ہیں سوا مشرکین

عرب کے کہ ان سے جزیہ قبول نہیں۔

مسئلہ: اسلام لانے سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے۔ حکمت جزیہ مقرر کرنے کی یہ ہے

کہ کفار کو مہلت دی جائے کہ تا کہ وہ اسلام کے محاسن اور دلائل کی قوت دیکھیں اور کتب

قدیمہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و صفت

دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہونے کا موقع پائیں۔ (خزائن العرفان)

340 هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى

الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ (توبہ)

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب

دینوں پر غالب کرے پڑے برامائیں مشرک (کنز الایمان)

341 إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِي

الْتَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ

اللَّهُ سَكِينَتُهُ عَلَيْهِ وَأَيْدِيَهُ يُجْنَوِدُ لِمَن تَرَوَهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٠﴾ (توبہ)

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے، فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا، اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی، اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے (کنز الایمان)

یعنی وقت ہجرت مکہ مکرمہ سے جب کہ کفار نے دارالندوہ میں حضور کے لیے قتل و قید وغیرہ کے بڑے بڑے مشورے کئے تھے۔ (دونوں سے مراد) سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے (فرماتے تھے)۔

مسئلہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت اس آیت سے ثابت ہے۔ حسن بن فضل نے فرمایا جو شخص حضرت صدیق اکبر کی صحابیت کا انکار کرے وہ نص قرآنی کا منکر ہو کر کافر ہوا۔

اور قلب کو اطمینان عطا فرمایا (سکینہ اتار کر)۔

ان (فوجوں) سے مراد ملائکہ کی فوجیں ہیں جنہوں نے کفار کے رخ پھیر دیئے اور وہ آپ کو دیکھ نہ سکے اور بدروا حزاب وختین میں بھی انہیں غیبی فوجوں سے مدد فرمائی۔ (کافروں کی بات سے مراد یہ ہے کہ) دعوت کفر و شرک کو پست فرمایا۔

342 وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كِرْهُونَ ﴿٥٢﴾ (توبہ)

اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اسی لیے کہ وہ اللہ ورسول سے منکر ہوئے اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری سے (کنز الایمان)

کیونکہ انہیں رضائے الہی مقصود نہیں۔ (خزائن العرفان)

343 وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿٥٩﴾ (توبہ)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔ (کنز الایمان)

کہ ہم پر اپنا فضل وسیع کرے اور ہمیں خلق کے اموال سے غنی اور بے نیاز کر دے

344 وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾ (توبہ)

اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے (یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) کو ستاتے ہیں، اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لیے کان ہیں اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں (نہ منافقوں کی بات پر) اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے (کنز الایمان)

شانِ نُوول: منافقین اپنے جلسوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ناشائستہ باتیں بکا کرتے تھے۔ ان میں سے بعضوں نے کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوگئی تو ہمارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ جلاس بن سوید منافق نے کہا: ہم -

کہیں حضور کے سامنے مگر جائیں گے اور قسم کھالیں گے، وہ تو کان ہیں ان سے جو کہہ دیا جائے سن کر مان لیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ فرمایا کہ اگر وہ سننے والے بھی ہیں تو خیر اور صلاح کے سننے اور ماننے والے ہیں شر اور فساد کے نہیں (خزائن 345 يَخْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ يُرْضَوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ (توبہ)

تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں (منافقین اس لیے) کہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ ورسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے (کنز الایمان) شان نزول: منافقین اپنی مجلسوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کے پاس آ کر اس سے مگر جاتے تھے اور قسمیں کھا کھا کر اپنا بری ہونا ثابت کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو راضی کرنے کے لیے قسمیں کھانے سے زیادہ اہم اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنا تھا اگر ایمان رکھتے تھے تو ایسی حرکتیں کیوں کیں جو خدا اور رسول کی ناراضی کا سبب ہوں (خزائن العرفان)

346 اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهٗ مِنْ يُحٰدِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنْ لَّهٗ نَارٌ جَهَنَّمَ خٰلِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾ (توبہ)

کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے (کنز الایمان)

348.347 وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اِبٰلَهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَدِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اٰيْمٰنِكُمْ اِنْ نَّعَفُ عَن طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبُ طَآئِفَةًۢ بِاٰثْمِهِمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ (توبہ)

اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو! بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر، اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کریں (اس کے تائب ہونے اور بہ اخلاص ایمان لانے سے) تو اوروں کو عذاب دیں گے اس لیے کہ وہ مجرم تھے (اور اپنے جرم پر قائم رہے اور تائب نہ ہوئے)۔ (توبہ) (کنز الایمان)

شانِ نذول: غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین نفروں (گروہوں) میں سے دو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت تمسخراً کہتے تھے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آجائیں گے، کتنا بعید خیال ہے اور ایک نفر (گروہ) بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ حضور نے ان کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے انہوں نے کہا: ہم راستہ کاٹنے کے لیے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کا یہ عذر و حیلہ قبول نہ کیا گیا اور ان کے لیے یہ فرمایا گیا جو اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے جس طرح بھی ہو اس میں عذر قبول نہیں۔

محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ اس سے وہی شخص مراد ہے جو ہنستا تھا مگر اس نے اپنی زبان سے کوئی کلمہ گستاخی نہ کہا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ تائب ہوا اور اخلاص کے ساتھ ایمان لایا اور اس نے دعا کی کہ یارب مجھے اپنی راہ میں مقتول کر کے ایسی موت دے کہ کوئی یہ کہنے والا نہ ہو کہ میں نے غسل دیا، میں نے کفن دیا، میں نے دفن کیا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے اور ان کا پتہ ہی نہ چلا ان کا نام محیی بن حمیرا شجعی تھا اور چونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدگوئی سے زبان روکی تھی اس لیے انہیں توبہ و ایمان کی توفیق ملی۔

349 وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَ
يُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ
﴿٤١﴾ (توبہ)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں (اور باہم دینی
محبت و موالات رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے معین و مددگار ہیں) بھلائی کا حکم دیں (یعنی
اللہ اور رسول پر ایمان لانے اور شریعت کا اتباع کرنے کا) اور برائی سے منع کریں اور نماز
قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ و رسول کا حکم مانیں یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا
بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے (کنز الایمان مع خزائن)

350 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ
جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾ (توبہ)

اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر
(کافروں پر تو تلوار اور حرب سے اور منافقوں پر اقامتِ محنت سے) اور ان پر سختی کرو اور
ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی (کنز الایمان مع خزائن)

351 يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا وَبَعَدَ
إِسْلَامَهُمْ وَهُمْ أَيْمَانُ يَنْتَالُوا ۗ وَمَا نَقَبُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
مِنْ فَضْلِهِ ۗ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكْ خَيْرًا لَهُمْ ۗ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا
أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ
﴿٤٤﴾ (توبہ)

اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بے شک ضرور انہوں نے کفر کی بات
کہی اور اسلام میں اگر کافر ہو گئے اور وہ چاہا تھا جو انہیں نہ ملا، اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ

اللہ ورسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا (ایسی حالت میں ان پر شکر واجب تھا نہ کہ ناسپاسی (ناشکری)) تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے اور اگر منہ پھیریں (توبہ وایمان سے اور کفر و نفاق پر مُصر رہیں) تو اللہ انہیں سخت عذاب کرے گا دنیا و آخرت میں اور زمین میں کوئی نہ ان کا حمایتی ہو گا نہ مددگار (کہ انہیں عذاب الہی سے بچا سکے) (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

شانِ نذول: امام بغوی نے کلبی سے نقل کیا کہ یہ آیت جلاس بن سوید کے حق میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک روز سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک میں خطبہ فرمایا اس میں منافقین کا ذکر کیا اور ان کی بد حالی و بد حالی کا ذکر فرمایا یہ سن کر جلاس نے کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچے ہیں تو ہم لوگ گد ہوں سے بدتر۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے تو عامر بن قیس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جلاس کا مقولہ بیان کیا، جلاس نے انکار کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ عامر نے مجھ پر جھوٹ بولا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو حکم فرمایا کہ منبر کے پاس قسم کھائیں، جلاس نے بعد عصر منبر کے پاس کھڑے ہو کر اللہ کی قسم کھائی کہ یہ بات اس نے نہیں کہی اور عامر نے اس پر جھوٹ بولا پھر عامر نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ بے شک یہ مقولہ جلاس نے کہا اور میں نے اس پر جھوٹ نہیں بولا پھر عامر نے ہاتھ اٹھا کر اللہ کے حضور میں دعا کی "یا رب اپنے نبی پر سچے کی تصدیق نازل فرما"۔ ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ہی حضرت جبریل یہ آیت لے کر نازل ہوئے آیت میں "فَإِنْ يَتُوبُوا إِلَيْكَ خَيْرًا لَّهُمْ" سن کر جلاس کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ سنئے اللہ نے مجھے توبہ کا موقع دیا، عامر بن قیس نے جو کچھ کہا سچ کہا، میں نے وہ کلمہ کہا تھا اور اب میں توبہ واستغفار کرتا ہوں حضور نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور وہ توبہ پر ثابت رہے۔

مجاہد نے کہا کہ جلاس نے افشائے راز کے اندیشہ سے عامر کے قتل کا ارادہ کیا تھا

اس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ پورا نہ ہوا۔ (خزائن العرفان)

352 اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾ (توبہ)

تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستر بار ان کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا (جو ایمان سے خارج ہوں جب تک کہ وہ کفر پر رہیں، مدارک) یہ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

شانِ نزل: اوپر کی آیتیں جب نازل ہوئیں اور منافقین کا نفاق کھل گیا اور مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا تو منافقین سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے معذرت کر کے کہنے لگے کہ آپ ہمارے لیے استغفار کیجئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان کی مغفرت نہ فرمائے گا چاہے آپ استغفار میں مبالغہ کریں۔ (خزائن العرفان)

353 فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ وَكَرِهُوا اَنْ يُجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ (توبہ)

پیچھے رہ جانے والے اس پر خوش ہوئے کہ وہ رسول کے پیچھے بیٹھ رہے (اور غزوہ تبوک میں نہ گئے) اور انہیں گوارا نہ ہوا کہ اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑیں اور بولے اس گرمی میں نہ نکلو تم فرماؤ جہنم کی آگ سب سے سخت گرم ہے کسی طرح انہیں سمجھ ہوتی (تو تھوڑی دیر کی گرمی برداشت کرتے اور ہمیشہ کی آگ میں جلنے سے اپنے آپ کو بچاتے) (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

354 وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ ﴿٨٣﴾ (توبہ)

اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے (کنز الایمان)
اس آیت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے جنازے کی نماز اور ان کے دفن میں شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا۔

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں اور کافر کی قبر پر دفن و زیارت کے لیے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے اور یہ جو فرمایا (اور فسق ہی میں مر گئے) یہاں فسق سے کفر مراد ہے۔ قرآن کریم میں اور جگہ بھی فسق بمعنی کفر وارد ہوا ہے جیسے کہ آیت "أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا" میں۔

مسئلہ: فاسق کے جنازے کی نماز جائز ہے اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے اور اس پر علماء صالحین کا عمل اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے مسلمانوں کے جنازے کی نماز کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے اور اس کا فرض کفایہ ہونا حدیث مشہور سے ثابت ہے۔

مسئلہ: جس شخص کے مؤمن یا کافر ہونے میں شبہ ہو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جائے۔

مسئلہ: جب کوئی کافر مر جائے اور اس کا ولی مسلمان ہو تو اس کو چاہیے کہ بطریق مسنون غسل نہ دے بلکہ نجاست کی طرح اس پر پانی بہا دے اور نہ کفن مسنون دے بلکہ اتنے کپڑے میں لپیٹ دے جس سے بستر چھپ جائے اور نہ سنت طریقہ پر دفن کرے اور نہ بطریق سنت قبر بنائے صرف گڑھا کھود کر دبا دے۔

شانِ نودول: عبد اللہ بن ابی ابن سلول منافقوں کا سردار تھا جب وہ مرا تو ا

کے بیٹے عبد اللہ نے جو مسلمان، صالح، مخلص صحابی اور کثیر العبادت تھے۔ انہوں نے یہ خواہش کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے باپ عبد اللہ بن ابی بن سلول کو کفن لیے اپنا قمیص مبارک عنایت فرمادیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی لیکن چونکہ اس وقت تک ممانعت نہیں ہوئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضور کا یہ عمل ایک ہزار آدمیوں کے ایمان لانے کا باعث ہوگا اس لیے حضور نے اپنی قمیص بھی عنایت فرمائی اور جنازہ کی شرکت بھی کی۔ قمیص دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے تو عبد اللہ بن ابی نے اپنا کرتہ انہیں پہنایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا بدلہ کر دینا بھی منظور تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد پھر کبھی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ کی شرکت نہ فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرتے سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسکے عقیدے میں بھی آپ اللہ کے حبیب اور اس کے سچے رسول ہیں۔ یہ سوچ کر ہزار کافر مسلمان ہو گئے۔ (خزائن العرفان)

355 وَإِذَا أَنْزَلْتَ سُورَةً أَنْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ
أُولُو الظُّلْمِ مِنْهُمْ وَقَالُوا إِذْ نَأَى كُنْ مَعَ الْقُعَيْدِينَ ﴿٨٦﴾ (توبہ)
اور جب کوئی سورت اترے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ جہاد
کرو تو ان کے مقدور والے تم سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجیے کہ بیٹھ
رہنے والوں کے ساتھ ہو لیں (توبہ)

356 تا 359 لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨٨﴾ أَعَدَّ اللَّهُ

لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٨٩﴾
وَجَاءَ الْمُعَذِّبُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ
وَرَسُولَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٠﴾ لَيْسَ عَلَى
الضُّعْفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا
نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٩١﴾ (توبہ)

لیکن رسول اور جوان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں جانوں سے
جہاد کیا اور انہیں کے لیے بھلائیاں ہیں (دونوں جہان کی) اور یہی مراد کو پہنچنے ○ اللہ
نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں بہشتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے
یہی بڑی مراد ملتی ہے ○ اور بہانے بنانے والے گنوار آئے (سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی خدمت میں جہاد سے رہ جانے کا عذر کرنے) کہ انہیں رخصت دی جائے اور بیٹھ رہے
وہ جنہوں نے اللہ و رسول سے جھوٹ بولا تھا (یہ دوسرے گروہ کا حال ہے جو بغیر کسی عذر
کے بیٹھ رہے، یہ منافقین تھے انہوں نے ایمان کا دعویٰ جھوٹا کیا تھا) جلد ان میں کے
کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا (دنیا میں قتل ہونے کا اور آخرت میں جہنم کا)
○ ضعیفوں پر کچھ حرج نہیں (باطل والوں کا ذکر فرمانے کے بعد سچے عذر والوں کے متعلق
فرمایا کہ ان پر سے جہاد کی فرضیت ساقط ہے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ ان کے چند طبقے بیان
فرمائے، پہلے ضعیف جیسے کہ بوڑھے، بچے، عورتیں اور وہ شخص بھی انہیں میں داخل ہے جو
پیدائشی کمزور، ضعیف، نحیف، ناکارہ ہو) اور نہ بیماروں پر (یہ دوسرا طبقہ ہے جس میں
اندھے، لنگڑے، اپاہج بھی داخل ہیں) اور نہ ان پر جنہیں خرچ کا مقدور نہ ہو (اور سامان
جہاد نہ کر سکیں یہ لوگ رہ جائیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں) جب کہ اللہ و رسول کے خیر خواہ
رہیں (ان کی اطاعت کریں اور مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری رکھیں) نیکی والوں پر کوئی
راہ نہیں (مواخذہ کی) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

ضحاک کا قول ہے کہ یہ (عذر کرنے والے لوگ) عامر بن طفیل کی جماعت تھی انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا نبی اللہ اگر ہم آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں تو قبیلہ طے کے عرب ہماری بی بیوں بچوں اور جانوروں کو لوٹ لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ نے تمہارے حال سے خبردار کیا ہے اور وہ مجھے تم سے بے نیاز کرے گا۔ عمرو بن علاء نے کہا کہ ان لوگوں نے عذرِ باطل بنا کر پیش کیا تھا۔

360 يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُونَ وَالنَّوْمِ لَكُمْ قَدْ نَبَأْنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾ (توبہ)

تم سے بہانے بنائیں گے (اور باطل عذر پیش کریں گے، یہ جہاد سے رہ جانے والے منافق تمہارے اس سفر سے واپس ہونے کے وقت) جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تم فرمانا بہانے نہ بناؤ، ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے اللہ نے ہمیں تمہاری خبریں دے دی ہیں اور اب اللہ ورسول تمہارے کام دیکھیں گے (کہ تم نفاق سے توبہ کرتے ہو یا اس پر قائم رہتے ہو۔ بعض مفسرین نے کہا کہ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ زمانہ مستقبل میں وہ مومنین کی مدد کریں گے، ہو سکتا ہے کہ اسی کی نسبت فرمایا گیا ہو کہ اللہ ورسول تمہارے کام دیکھیں گے کہ تم اپنے اس عہد کو بھی وفا کرتے ہو یا نہیں) پھر اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے جو چھپے اور ظاہر سب کو جانتا ہے وہ تمہیں جتنا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

361 الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٩٤﴾ (توبہ)

گنوار (جنگل کے رہنے والے) کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں (کیونکہ وہ

مجالسِ علم اور صحبتِ علماء سے دور رہتے ہیں) اور اسی قابل ہیں کہ اللہ نے جو حکم اپنے رسول پر اتارے اس سے جاہل رہیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان مع خزائن)

362 وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ إِلَّا إِيَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٠١﴾ (توبہ)

اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں، ہاں ہاں وہ ان کے لیے باعثِ قرب ہے اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

(ایمان والے) مجاہد نے کہا کہ یہ لوگ قبیلہ مزینہ میں سے بنی مقرن ہیں

کلبی نے کہا: وہ اسلم اور غفار اور جہینہ قبیلہ سے ہیں۔

بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

کہ قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور شجاع اور غفار موالی ہیں، اللہ اور رسول کے سوا ان کا کوئی مولا نہیں۔

دعائیں لینے کا ذریعہ) کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں

صدقہ لائیں تو حضور ان کے لیے خیر و برکت و مغفرت کی دعا فرمائیں، یہی رسول کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا۔ مسئلہ: یہی فاتحہ کی اصل ہے کہ صدقہ کے ساتھ دعائے مغفرت کی

جاتی ہے لہذا فاتحہ کو بدعت و ناروا بتانا قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ (خزائن العرفان)

363 خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ

صَلَوَاتِكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾ (توبہ)

اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور

پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنا جانتا ہے (کنز الایمان)

آیت میں جو صدقہ وارد ہوا ہے اس کے معنی میں مفتبرین کے کئی قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ صدقہ غیر واجبہ تھا جو بطور کفارہ کے ان صاحبوں نے دیا تھا جن کا ذکر اوپر کی آیت میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس صدقہ سے مراد وہ زکوٰۃ ہے جو ان کے ذمہ واجب تھی، وہ تائب ہوئے اور انہوں نے زکوٰۃ ادا کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لینے کا حکم دیا۔ امام ابو بکر رازی جصاص نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ صدقہ سے زکوٰۃ مراد ہے۔ (خازن واحکام القرآن) مدارک میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ صدقہ لینے والا صدقہ دینے والے کے لیے دعا کرے اور بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی حدیث ہے کہ جب کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صدقہ لاتا آپ اس کے حق میں دعا کرتے، میرے باپ نے صدقہ حاضر کیا تو حضور نے دعا فرمائی "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلٰی اَبِي اَوْفٰی" مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ فاتحہ میں جو صدقہ لینے والے صدقہ پا کر دعا کرتے ہیں، یہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ (خزائن العرفان)

364 وَقُلِ اعْمَلُوا فَاَسِيْرِيْ اِلٰهِ عَمَلِكُمْ وَرَسُوْلُهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ
سُرُّوْنَ اِلٰى عَلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾ (توبہ)

اور تم فرماؤ کام کرو اب تمہارے کام دیکھے گا اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان اور جلد اس کی طرف پلٹو گے جو چھپا اور گھلا سب جانتا ہے تو وہ تمہارے کام تمہیں بتا دے گا (کنز الایمان)

365 وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ
اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفْنَ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا
الْحُسْبٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٤﴾ (توبہ)

اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی (مسجدِ قبا والوں کے) نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب (کہ وہاں خدا اور رسول کے ساتھ کفر کریں اور نفاق کو قوت دیں) اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو (جو مسجدِ قبا میں نماز کے لیے مجتمع ہوتے ہیں) اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے (یعنی ابو عامر راہب) اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں (کنز الایمان مع خزائن)

شانِ نزول: یہ آیت ایک جماعتِ منافقین کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مسجدِ قبا کو نقصان پہنچانے اور اس کی جماعت متفرق کرنے کے لیے اس کے قریب ایک مسجد بنائی تھی۔ اس میں ایک بڑی چال تھی وہ یہ کہ ابو عامر جو زمانِ جاہلیت میں نصرانی راہب ہو گیا تھا، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے پر حضور سے کہنے لگا یہ کون سا دین ہے جو آپ لائے ہیں، حضور نے فرمایا میں ملتِ حنیفیہ، دینِ ابراہیم لایا ہوں، کہنے لگا میں اسی دین پر ہوں، حضور نے فرمایا نہیں، اس نے کہا کہ آپ نے اس میں کچھ اور ملا دیا ہے، حضور نے فرمایا نہیں، میں خالص، صاف ملت لایا ہوں۔ ابو عامر نے کہا ہم میں سے جو جھوٹا ہو اللہ اس کو مسافرت میں تنہا اور بیکس کر کے ہلاک کرے، حضور نے آمین فرمایا۔ لوگوں نے اس کا نام ابو عامر فاسق رکھ دیا، روزِ اُحد ابو عامر فاسق نے حضور سے کہا کہ جہاں کہیں کوئی قوم آپ سے جنگ کرنے والی ملے گی میں اس کے ساتھ ہو کر آپ سے جنگ کروں گا چنانچہ جنگِ حنین تک اس کا یہی معمول رہا اور وہ حضور کے ساتھ مصروفِ جنگ رہا، جب ہوازن کو شکست ہوئی اور وہ مایوس ہو کر ملکِ شام کی طرف بھاگا تو اس نے منافقین کو خبر بھیجی کہ تم سے جو سامانِ جنگ ہو سکے قوت و سلاح سب جمع کرو اور میرے لیے ایک مسجد بناؤ، میں شاہِ روم کے پاس جاتا ہوں وہاں سے رومی لشکر لے کر آؤں گا اور (سید عالم) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو نکالوں گا۔ یہ خبر

پاکر ان لوگوں نے مسجدِ ضرار بنائی تھی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا یہ مسجد ہم نے آسانی کے لیے بنا دی ہے کہ جو لوگ بوڑھے، ضعیف، کمزور ہیں وہ اس میں بہ فراغت نماز پڑھ لیا کریں، آپ اس میں ایک نماز پڑھ دیجئے اور برکت کی دعا فرما دیجئے۔ حضور نے فرمایا کہ اب تو میں سفرِ تبوک کے لیے پابرجا ہوں، واپسی پر اللہ کی مرضی ہوگی تو وہاں نماز پڑھ لوں گا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہو کر مدینہ شریف کے قریب ایک موضع میں ٹھہرے تو منافقین نے آپ سے درخواست کی کہ ان کی مسجد میں تشریف لے چلیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے فاسد ارادوں کا اظہار فرمایا گیا تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اصحاب کو حکم دیا کہ اس مسجد کو جا کر ڈھادیں اور جلادیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ابو عامر راہب ملکِ شام میں بحالتِ سفر بے کسی و تنہائی میں ہلاک ہوا۔ (خزائن العرفان)

367,366 لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ
اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾ (توبہ)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرما دو کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے (کنز الایمان)

(رسول سے مراد) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی قرشی، جن کے حسب و نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم ان کے صدق و امانت، زہد و تقویٰ، طہارت و تقدس اور اخلاقِ حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو اور ایک قراءت میں "أَنْفُسِكُمْ" بفتح فاء آیا ہے، اس کے معنی ہیں کہ تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف و افضل۔

اس آیت کریمہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری یعنی آپ کے میلاد مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کر کے فرمایا۔ مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

آیت اول میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دوناموں سے مشرف فرمایا۔ یہ کمال تکریم ہے اس سرورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ منہ پھیرنے سے مراد ہے (منافقین و کفار کا آپ پر ایمان لانے سے اعراض کرنا ہے۔

حاکم نے مستدرک میں ابی ابن کعب سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ "لَقَدْ جَاءَكُمْ" سے آخر سورت تک دونوں آیتیں قرآن کریم میں سب کے بعد نازل ہوئیں۔ (خزائن العرفان)

368 ءَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقْتُمْ فَاذْ لَمُ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۳﴾ (مجادلہ)

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو (بسبب اپنی غریبی و ناداری کے) پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی (اور ترک تقدیم صدقہ کا مواخذہ تم پر سے اٹھالیا اور تم کو اختیار دے دیا) تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

369 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ (محمد)

اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو (یعنی ایمان و طاعت پر قائم رہو) اور اپنے عمل باطل نہ کرو (ریا یا نفاق سے) (کنز الایمان مع خزائن العرفان)
شانِ نزول: بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جیسے شرک کی وجہ سے تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں اسی طرح ایمان کی برکت سے کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ مومن کے لیے اطاعتِ خدا اور رسول ضروری ہے گناہوں سے بچنا لازم ہے۔

مسئلہ: اس آیت میں عمل کے باطل کرنے کی ممانعت فرمائی گئی تو آدمی جو عمل شروع کرے خواہ وہ نفل ہی ہو نماز یا روزہ یا اور کوئی، لازم ہے کہ اس کو باطل نہ کرے۔
370 يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا أَطَعْنَا اللَّهَ وَ أَطَعْنَا الرَّسُولَ ﴿٦٦﴾ (احزاب)

جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا (دنیا میں تو ہم آج عذاب میں گرفتار نہ ہوتے) (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

371 تا 373 وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٢﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَمَا عَلَيْهِمَ مَآ حِمْلٌ وَعَلَيْكُمْ مَآ حِمْلْتُمْ وَاِن تَطِيعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلٰى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٥٣﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ (نور)

اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور حکم مانا پھر کچھ ان میں کے اس کے بعد پھر جاتے ہیں (اور اپنے قول کی پابندی نہیں کرتے) اور وہ مسلمان نہیں (منافق ہیں کیونکہ ان کے دل ان کی زبانوں کے موافق نہیں) تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول

کا (سچے دل اور سچی نیت سے) پھر اگر تم منہ پھيرو (رسول عليه الصلوة والسلام کی فرمانبرداری سے تو اس میں ان کا کچھ ضرر نہیں) تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا (یعنی دین کی تبلیغ اور احکام الہی کا پہنچا دینا اس کو رسول عليه الصلوة والسلام نے اچھی طرح ادا کر دیا اور وہ اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو چکے) اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا (یعنی رسول عليه الصلوة والسلام کی اطاعت و فرمانبرداری) اور اگر رسول کی فرماں برداری کرو گے راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت واضح طور پر پہنچا دیا) اور نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

374 قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں چلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور انکی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ (اعراف/ ۱۵۸) (کنز الایمان)

یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومی رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام خلق کے رسول ہیں اور کل جہاں آپ کی امت۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضور فرماتے ہیں پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔ (۱) ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سُرخ و سیاہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ (۲) میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوئی تھیں۔ (۳) میرے لیے زمین پاک اور پاک کرنے والی (قابلِ تیمم) اور مسجد کی گئی جس کسی کو کہیں نماز کا وقت آئے وہیں پڑھ

لے۔ (۴) دشمن پر ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔ (۵) اور مجھے شفاعت عنایت کی گئی۔ مسلم شریف کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ میں تمام خلق کی طرف رسول بنایا گیا اور میرے ساتھ انبیاء ختم کئے گئے۔ (خزائن العرفان)

375 يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٤﴾ (مائدہ)

اے رسول پہنچا دو جو کچھ اُترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے (اور کچھ اندیشہ نہ کرو) اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

نگہبانی کرے گا) کفار سے جو آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سفروں میں شب کو حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی پہرہ ہٹا دیا گیا اور حضور نے پہرہ داروں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی۔ (خزائن العرفان)

376 وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ عَلَى رِسْوَلِنَا الْبَلِّغِ الْمُبِينِ ﴿٩٢﴾ (مائدہ)

اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ (اطاعتِ خدا اور رسول سے) تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے (یہ وعید و تہدید ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الہی صاف صاف پہنچا دیا تو ان کا جو فرض تھا ادا ہو چکا اب جو اعراض کرے وہ مستحق عذاب ہے) (کنز الایمان مع خزائن)

377 وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا

يَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾ (مائدہ)

اور جب ان سے کہا جائے آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف (یعنی حکم خدا اور رسول کا اتباع کرو اور سمجھ لو کہ یہ چیزیں حرام نہیں) کہیں ہمیں وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانیں نہ راہ پر ہوں (یعنی باپ دادا کا اتباع جب درست ہوتا کہ وہ علم رکھتے اور سیدھی راہ پر ہوتے) (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

378 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ (النساء)

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔ (کنز الایمان)

(حکم مانو) کہ رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے بخاری و مسلم کی حدیث ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

اسی حدیث میں حضور فرماتے ہیں جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلم امراء و حکام کی اطاعت واجب ہے جب تک وہ حق کے موافق رہیں اور اگر حق کے خلاف حکم کریں تو ان کی اطاعت نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں ایک وہ جو ظاہر حدیث سے ایک وہ جو قرآن و حدیث کی طرف

بطریق قیاس رجوع کرنے سے۔ اولی الامر میں امام، امیر، بادشاہ، حاکم اور قاضی سب داخل ہیں خلافتِ کاملہ تو زمانہ رسالت کے بعد تیس سال رہی مگر خلافتِ ناقصہ خلفاء عباسیہ میں بھی تھی اور اب تو امامت بھی نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ امام کے لیے قریش میں سے ہونا شرط ہے اور یہ بات اکثر مقامات میں معدوم ہے لیکن سلطنت و امارت باقی ہے اور چونکہ سلطان و امیر بھی اولو الامر میں داخل ہیں اس لیے ہم پر ان کی اطاعت بھی لازم ہے۔
(خزائن العرفان)

379 وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ (النساء)

اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں (کنز الایمان)

380 وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٢﴾ (النساء)

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (معصیت و نافرمانی کر کے) تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (کنز الایمان مع خزائن العرفان)
(اللہ کے حکم سے رسول کی اطاعت کی جائے) جب کہ رسول کا بھیجنا ہی اس لیے ہے کہ وہ مطاع بنائے جائیں اور ان کی اطاعت فرض ہو تو جو ان کے حکم سے راضی نہ ہو اُس نے رسالت کو تسلیم نہ کیا وہ کافر و واجب القتل ہے۔

(مہربان پائیں) اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت کا برآری کا ذریعہ ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ شریفہ کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے: **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا فِي بَنِي جَانِ عَلَىٰ ظُلْمٍ كَمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ لَأَرْسَلْنَا بِرَبِّكَ آيَاتٍ مِّن سَمَوَاتٍ مَّوَدَّعَاتٍ لِّقَوْمٍ يُظَاهِرُونَ** (سورہ ابراہیم: 24)۔ آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی اس سے چند مسائل معلوم ہوئے:

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لیے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔

مسئلہ قبر پر حاجت کے لیے جانا بھی "جَاءُوكَ" میں داخل اور خیر القرون کا معمول ہے مسئلہ: بعد وفات مقبولان حق کو (یا) کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔ (اس موقف کے خلاف کوئی دلیل نہیں اور اپنے پاس سے پھر لگانا قطعاً جائز نہیں اس لیے کوئی بھی بات بلا دلیل نہیں ہو سکتی، اگر کوئی کہے کہ زندہ سے مدد جائز اور مردہ سے ناجائز ہے۔ تو اس کی دلیل کیا ہے؟ یہ بلا دلیل بات ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔)

مسئلہ: مقبولان حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔
(خزانة العرفان)

381 **وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾**
اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء (تو انبیاء کے مخلص فرمانبردار جنت میں اُن کی صحبت و دیدار سے محروم نہ ہوں گے) اور صدیق اور شہید (جنہوں نے راہِ خدا میں جانیں دیں) اور نیک لوگ یہ کیا

ہی اچھے ساتھی ہیں (النساء) (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

صدیق انبیاء کے سچے متبعین کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کی راہ پر قائم رہیں مگر اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افاضل اصحاب مراد ہیں جیسے کہ حضرت ابو بکر صدیق۔

(نیک لوگ) وہ دیندار جو حق العباد اور حق اللہ دونوں ادا کریں اور ان کے احوال و اعمال اور ظاہر و باطن اچھے اور پاک ہوں شان نزول: حضرت ثوبان سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کمال محبت رکھتے تھے جدائی کی تاب نہ تھی ایک روز اس قدر غمگین اور رنجیدہ حاضر ہوئے کہ چہرہ کا رنگ بدل گیا تھا تو حضور نے فرمایا آج رنگ کیوں بدلا ہوا ہے عرض کیا نہ مجھے کوئی بیماری ہے نہ درد بخیر اس کے کہ جب حضور سامنے نہیں ہوتے تو انتہا درجہ کی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دیدار پاسکوں گا آپ اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس مقام عالی تک رسائی کہاں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انہیں تسکین دی گئی کہ باوجود فرق منازل کے فرمانبرداروں کو باریابی اور معیت کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا۔ (خزائن العرفان)

382 مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۗ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ

حَفِيظًا ﴿٨٠﴾ (نساء)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا، اور جس نے منہ پھیرا (اور آپ کی اطاعت سے اعراض کیا) تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا (کنز الایمان شان نزول: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ سے محبت کی اس پر آج کل کے گستاخ بددینوں کی طرح اُس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو رب مانا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بے شک رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے (خزائن 383 وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْتَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۱۰۰﴾ (نساء)

اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا، اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان شان نزول: اس سے پہلی آیت جب نازل ہوئی تو جندع بن صمرۃ اللہمی نے اس کو سنا یہ بہت بوڑھے شخص تھے کہنے لگے کہ میں مستثنیٰ لوگوں میں تو ہوں نہیں کیونکہ میرے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے میں مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم مکہ مکرمہ میں اب ایک رات نہ ٹھروں گا مجھے لے چلو چنانچہ ان کو چار پائی پر لے کے چلے مقام تنعیم میں آکر ان کا انتقال ہو گیا۔ آخر وقت انہوں نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کہا یا رب یہ تیرا اور یہ تیرے رسول کا میں اس پر بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول نے بیعت کی یہ خبر پا کر صحابہ کرام نے فرمایا کاش وہ مدینہ پہنچتے تو ان کا اجر کتنا بڑا ہوتا اور مشرک بنے اور کہنے لگے کہ جس مطلب کے لیے نکلے تھے وہ نہ ملا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا) اس کے وعدے اور اس کے فضل و کرم سے کیونکہ بطریق استحقاق کوئی چیز اس پر واجب نہیں اس کی شان اس سے عالی ہے۔

مسئلہ: جو کوئی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو پورا کرنے سے عاجز ہو جائے وہ اس

طاعت کا ثواب پائے گا۔

مسئلہ: طلب علم، جہاد، حج، زیارت، طاعت، زہد و قناعت اور رزقِ حلال کی طلب کے لیے ترک وطن کرنا خدا اور رسول کی طرف ہجرت ہے اس راہ میں مرجانے والا اجر پائے گا۔

384 قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ ﴿۳۲﴾ (آل عمران)

تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔ (کنز الایمان)

یہی اللہ کی محبت کی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت بغیر اطاعت رسول نہیں ہو سکتی بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (خزائن العرفان)

385 كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۸۶﴾ (آل عمران)

کیوں کر اللہ ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لا کر کافر ہو گئے اور گواہی دے چکے تھے کہ رسول (یعنی سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچا ہے اور انہیں کھلی نشانیاں آچکی تھیں (اور وہ روشن معجزات دیکھ چکے تھے) اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی کہ یہود حضور کی بعثت سے قبل آپ کے وسیلہ سے دعائیں کرتے تھے اور آپ کی نبوت کے مُقَرَّر تھے اور آپ کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تھے جب حضور کی تشریف آوری ہوئی تو حسداً آپ کا انکار کرنے لگے اور کافر ہو گئے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیسے توفیق ایمان دے کہ جو جان پہچان کر اور مان کر منکر ہو گئی۔ (خزائن)

386 وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾ (آل عمران)

اور اللہ ورسول کے فرمانبردار رہو، اس امید پر کہ تم رحم کئے جاؤ (توبہ وادائے فرائض و طاعات و اخلاص عمل اختیار کر کے) (کنز الایمان)

کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت طاعت الہی ہے اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اللہ کا فرمانبردار نہیں ہو سکتا۔ (مع خزائن العرفان)

387 الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٤٢﴾ (آل عمران)

وہ جو اللہ ورسول کے بلائے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نکو کاروں اور پرہیزگاروں کے لیے بڑا ثواب ہے۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول: جنگ احد سے فارغ ہونے کے بعد جب ابوسفیان مع اپنے ہمراہیوں کے مقام روحاء میں پہنچے تو انہیں افسوس ہوا کہ وہ واپس کیوں آگئے مسلمانوں کا بالکل خاتمہ ہی کیوں نہ کر دیا یہ خیال کر کے انہوں نے پھر واپس ہونے کا ارادہ کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کے تعاقب کے لیے روانگی کا اعلان فرمادیا صحابہ کی ایک جماعت جن کی تعداد ستر تھی اور جو جنگ احد کے زخموں سے چور ہو رہے تھے حضور کے اعلان پر حاضر ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جماعت کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہو گئے جب حضور مقام حمراء الاسد پر پہنچے جو مدینہ سے آٹھ میل ہے تو وہاں معلوم ہوا کہ مشرکین مرعوب و خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ ((خزائن العرفان))

388 أَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمِنَ بِاللَّهِ

وَمَلِيكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ

وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿٢٨٥﴾ (بقرہ)

رسول ایمان لایا اس پر جو اسکے رب کے پاس سے اس پر اُترا اور ایمان والے سب نے مانا، اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے (جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا کہ بعض پر ایمان لائے بعض کا انکار کیا) اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا (تیرے حکم و ارشاد کو) تیری معافی ہو، اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے (کنز الایمان) زجاج نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں نماز۔ زکوٰۃ۔ روزے حج کی فرضیت اور طلاق۔ ایلاء حیض و جہاد کے احکام اور انبیاء کے واقعات بیان فرمائے تو سورت کے آخر میں یہ ذکر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مؤمنین نے اس تمام کی تصدیق فرمائی اور قرآن اور اس کے جملہ شرائع و احکام کے منزل من اللہ ہونے کی تصدیق کی۔

اصول و ضروریات ایمان کے چار مرتبے ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہ اس طرح کہ اعتقاد و تصدیق کرے کہ اللہ واحد اَحَدٌ ہے اُس کا کوئی شریک و نظیر نہیں اس کے تمام اسمائے حسنہ و صفاتِ علیا پر ایمان لائے اور یقین کرے اور مانے کہ وہ علیم اور ہر شے پر قدیر ہے اور اس کے علم و قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ (۲) ملائکہ پر ایمان لانا یہ اس طرح پر ہے کہ یقین کرے اور مانے کہ وہ موجود ہیں معصوم ہیں پاک ہیں اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسولوں کے درمیان احکام و پیام کے وسائط ہیں۔ (۳) اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا اس طرح کہ جو کتابیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں اور اپنے رسولوں کے پاس بطریق وحی بھیجیں بے شک و شبہ سب حق و صدق اور اللہ کی طرف سے ہیں اور قرآن کریم تغیر تبدیل تحریف سے محفوظ ہے اور محکم و متشابہ پر مشتمل ہے۔ (۴) رسولوں پر ایمان لانا اس طرح پر کہ ایمان لائے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جنہیں اُس نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا اس کی وحی کے امین ہیں گناہوں سے پاک معصوم ہیں ساری خلق سے افضل ہیں ان میں بعض حضرات بعض سے افضل ہیں۔ (خزائن العرفان)

اسم محمد کا ذکر قرآن میں

389 وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَأَنْتُمْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١٣٢﴾ (آل عمران)

اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے (اور اُنکے متبعین اُن کے بعد اُن کے دین پر باقی رہے) تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اُنکے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو اُنکے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔ (کنز الایمان)

(رسول ہیں) اور رسولوں کی بعثت کا مقصد ورسالت کی تبلیغ اور حجت کا لازم کر دینا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا۔

شانِ نزول: جنگِ احد میں جب کافروں نے پکارا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے اور شیطان نے یہ جھوٹی افواہ مشہور کی تو صحابہ کو بہت اضطراب ہوا اور اُن میں سے کچھ لوگ بھاگ نکلے پھر جب ندا کی گئی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے ہیں تو صحابہ کی ایک جماعت واپس آئی حضور نے انہیں ہزیمت پر ملامت کی انہوں نے عرض کیا ہمارے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ انبیاء کے بعد بھی امتوں پر اُن کے دین کا اتباع لازم رہتا ہے تو اگر ایسا ہوتا بھی تو حضور کے دین کا اتباع اور اس کی حمایت لازم رہتی۔

(پھرے گا) جو نہ پھرے اور اپنے دین پر ثابت رہے ان کو شاکرین فرمایا کیونکہ انہوں نے اپنے ثبات سے نعمتِ اسلام کا شکر ادا کیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امین الشاکرین ہیں (خزائن العرفان)

390 مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ
النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٠﴾ (احزاب)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے
رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (کنز الایمان)

(باپ نہیں) تو حضرت زید کے بھی آپ حقیقت میں باپ نہیں کہ ان کی منکوحہ
آپ کے لیے حلال نہ ہوتی، قاسم وطیب و طاہر و ابراہیم حضور کے فرزند تھے مگر وہ اس عمر کو
نہ پہنچے کہ انہیں مرد کہا جائے، انہوں نے بچپن میں وفات پائی۔

(اللہ کے رسول ہیں) اور سب رسول ناصح شفیق اور واجب التوقیر و لازم الطاعۃ
ہونے کے لحاظ سے اپنی اُمت کے باپ کہلاتے ہیں بلکہ ان کے حقوق حقیقی باپ کے
حقوق سے بہت زیادہ ہیں لیکن اس سے اُمت حقیقی اولاد نہیں ہو جاتی اور حقیقی اولاد کے
تمام احکام وراثت وغیرہ اس کے لیے ثابت نہیں ہوتے۔

(نبیوں کے پچھلے) یعنی آخر الانبیاء کہ نبوت آپ پر ختم ہو گئی آپ کی نبوت کے
بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی تھی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت
پہلے پا چکے ہیں مگر نودول کے بعد شریعت محمدیہ پر عامل ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم
کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے، حضور کا آخر الانبیاء
ہونا قطعی ہے، نص قرآنی بھی اس میں وارد ہے اور صحاح کی بکثرت احادیث توحید تو اتر تک
پہنچتی ہیں۔ ان سب سے ثابت ہے کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی
ہونے والا نہیں جو حضور کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے، وہ ختم نبوت کا منکر
اور کافر خارج از اسلام ہے۔ (خزائن العرفان)

391 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ
الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿٢١﴾ (محمد)

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر اتارا گیا (یعنی قرآن پاک) اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے اللہ نے ان کی برائیاں اتار دیں اور ان کی حالتیں سنواریں (کنز الایمان)

امور دین میں توفیق عطا فرما کر اور دنیا میں ان کے دشمنوں کے مقابل ان کی مدد فرما کر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان کے ایام حیات میں ان کی حفاظت فرما کر کہ ان سے عصیاں واقع نہ ہو۔ (خزائن العرفان)

392 مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۗ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاةً فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾ (فتح)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (یعنی ان کے اصحاب) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے (کثرت سے نمازیں پڑھتے، نمازوں پر مداومت کرتے) اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں (یہ مذکور ہے کہ) جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا ہتھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا (کنز الایمان)

(سخت ہیں) جیسا کہ شیر شکار پر۔ اور صحابہ کا تہذیب و کفار کے ساتھ اس حد پر تھا کہ وہ لحاظ رکھتے تھے کہ ان کا بدن کسی کافر کے بدن سے نہ چھو جائے اور ان کے کپڑے سے

کسی کافر کا کپڑا نہ لگنے پائے۔ (مدارک)

(نرم دل) ایک دوسرے پر محبت و مہربانی کرنے والے ایسے کہ جیسے باپ بیٹے میں ہو اور یہ محبت اس حد تک پہنچ گئی کہ جب ایک مومن دوسرے کو دیکھے تو فرط محبت سے مصافحہ و معانقہ کرے۔

(نشان سے) اور یہ علامت وہ نور ہے جو روزِ قیامت ان کے چہروں سے تاباں ہوگا، اس سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے بہت سجدے کئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے چہروں میں سجدہ کا مقام ماہِ شب چہارہم کی طرح چمکتا دکھتا ہوگا۔ عطاء کا قول ہے کہ شب کی دراز نمازوں سے ان کے چہروں پر نور نمایاں ہوتا ہے، جیسا کہ منقول ہے: جو رات کو نماز کی کثرت کرتا ہے صبح کو اس کا چہرہ خوب صورت ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گردن کا نشان بھی سجدہ کی علامت ہے۔

(بھلی لگتی ہے) یہ مثال ابتدائے اسلام اور اس کی ترقی کی بیان فرمائی گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا اٹھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے مخلصین اصحاب سے تقویت دی۔

قتادہ نے کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی مثال انجیل میں یہ لکھی ہے کہ ایک قوم کھیتی کی طرح پیدا ہوگی، وہ نیکیوں کا حکم کریں گے، بدیوں سے منع کریں گے، کہا گیا ہے کہ کھیتی حضور ہیں اور اس کی شاخیں اصحاب اور مومنین۔

صحابہ سب کے سب صاحبِ ایمان و عملِ صالح ہیں، اس لیے یہ وعدہ سب ہی سے ہے۔ (خزائن العرفان)

لفظ "احمد"،

393 وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ

أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٦﴾ (صف)
اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا
رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا، اور ان رسول کی بشارت سناتا
ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب احمد ان کے پاس روشن
نشانیوں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے۔ (کنز الایمان)
(تصدیق کرتا ہوا) اور توریت و دیگر کتب الہیہ کا اقرار و اعتراف کرتا ہوا اور تمام
پہلے انبیاء کو مانتا ہوا۔

(نام احمد ہے) حدیث: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اصحاب
کرام نجاشی بادشاہ کے پاس گئے تو نجاشی بادشاہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام
نے بشارت دی اگر امور سلطنت کی پابندیاں نہ ہوتیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر
کفش برداری کی خدمت بجالاتا۔ (ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ توریت میں سید عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت مذکور ہے اور یہ بھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے پاس
مدفون ہوں گے۔ ابو داؤد مدنی نے کہا کہ روضۂ اقدس میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔
(ترمذی) حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے
عرض کیا یا روح اللہ کیا ہمارے بعد اور کوئی امت بھی ہے فرمایا ہاں محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی امت، وہ لوگ حکماء، علماء، ابرار و اتقیاء ہیں اور فقہ میں نایب انبیاء ہیں اللہ
تعالیٰ سے تھوڑے رزق پر راضی اور اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑے عمل پر راضی۔ (خزائن)
لفظ رسول کا ذکر (تہا)

394 وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ

جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ
وَآخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ اٰصْرِي قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْۤا وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ
الشَّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ (آل عمران)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت
دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (یعنی سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
) کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے (اس طرح کہ انکے صفات و احوال اس کے مطابق
ہوں جو کتب انبیاء میں بیان فرمائے گئے ہیں) تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور
ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض
کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں
میں ہوں (کنز الایمان)

حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جس کسی
کو نبوت عطا فرمائی ان سے سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت عہد لیا اور ان
انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مبعوث ہوں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں اس سے ثابت ہوا کہ حضور
تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں۔

اللہ ورسولہ

395 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ
إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۱﴾ (حجرات)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک
اللہ سنتا جانتا ہے۔ (کنز الایمان)

یعنی تمہیں لازم ہے کہ اصلاً تم سے تقدیم واقع نہ ہو، نہ قول میں، نہ فعل میں کہ

تقدیم کرنا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و احترام کے خلاف ہے بارگاہ رسالت میں نیاز مندی و آداب لازم ہیں۔

شان نزول: چند شخصوں نے عید الفچی کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی سے تقدیم نہ کرو (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (خزائن العرفان)

لفظ النبی

396 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۲۰﴾ (حجرات)

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ ہمیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو (کنز الایمان)

یعنی جب حضور میں کچھ عرض کرو تو آہستہ پست آواز سے عرض کرو، یہی دربار رسالت کا ادب و احترام ہے۔

اس آیت میں حضور کا اجلال و اکرام و ادب و احترام تعلیم فرمایا گیا اور حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہیں اس طرح نہ پکاریں بلکہ کلمات ادب و تعظیم و توصیف و تکریم و القاب عظمت کے ساتھ عرض کرو جو عرض کرنا ہو کہ ترک ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔

شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت

ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل ہوئی انہیں ثقلِ سماعت تھا اور آواز ان کی اونچی تھی، بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور کہنے لگے کہ میں اہلِ نارسے ہوں، حضور نے حضرت سعد سے ان کا حال دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کیا کہ وہ میرے پڑوسی ہیں اور میرے علم میں انہیں کوئی بیماری تو نہیں ہوئی، پھر آ کر حضرت ثابت سے اس کا ذکر کیا، ثابت نے کہا، یہ آیت نازل ہوئی اور تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں تو میں جہنمی ہو گیا، حضرت سعد نے یہ حال خدمتِ اقدس میں عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ وہ اہلِ جنت سے ہیں

397 إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِزْهِيمِ لِّلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٨﴾ (آل عمران)

بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے (اور ان کے عہدِ نبوت میں ان پر ایمان لائے اور انکی شریعت پر عامل رہے) اور یہ نبی (سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ایمان والے (آپ کے امتی) اور ایمان والوں کا والی اللہ ہے (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

398 وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا هُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿٨١﴾ (مائدہ)

اور اگر وہ ایمان لاتے (صدق و اخلاص کے ساتھ بغیر نفاق کے) اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے (اس سے ثابت ہوا کہ مشرکین کے ساتھ دوستی اور موالات علامتِ نفاق ہے) مگر ان میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

اس آیت کو غور سے پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ جس نے یہ کہا "صرف ایک اللہ کو مانو کسی اور کو نہ مانو" اس نے اس آیت کی مخالفت نہ کی؟، اور جو مخالفِ قرآن حکم لگائے اس

کے لیے آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور اس نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اتر تو کافروں سے دوستی نہ کرتے"

399 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٣﴾
اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے (انفال) (کنز الایمان)

شانِ فُؤول: سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایمان سے صرف تینتیس مرد اور چھ عورتیں مشرف ہو چکے تھے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اس قول کی بنا پر یہ آیت مکی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مدنی سورت میں لکھی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت غزوہ بدر میں قبلِ قتال نازل ہوئی اس تقدیر پر آیت مدنی ہے اور مؤمنین سے یہاں ایک قول میں انصار، ایک میں تمام مہاجرین و انصار مراد ہیں۔ (خزان العرفان)

400 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ (انفال)

اے غیب کی خبریں بتانے والے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اگر تم میں کے بیس صبر والے ہوں گے دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں کے سو ہوں تو کافروں کے ہزار پر غالب آئیں گے اس لیے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے (کنز الایمان)

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے کہ مسلمانوں کی جماعت صابر رہے تو بددِ الہی دس گنے کافروں پر غالب رہے گی کیونکہ کفار جاہل ہیں اور ان کی غرض جنگ سے نہ حصولِ ثواب ہے، نہ خوفِ عذاب، جانوروں کی طرح لڑتے بھڑتے ہیں تو وہ

للہیت کے ساتھ لڑنے والوں کے مقابل کیا ٹھہر سکیں گے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا کہ مسلمانوں کا ایک، دس کے مقابلہ سے نہ بھاگے پھر آیت "الآن خَفَّفَ اللَّهُ" نازل ہوئی تو یہ لازم کیا گیا کہ ایک سو دو سو ۲۰۰ کے مقابل قائم رہیں یعنی دس گنے سے مقابلہ کی فرضیت منسوخ ہوئی اور دو گنے کے مقابلہ سے بھاگنا ممنوع رکھا گیا۔

401 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنَّ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا تُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ وَ يَعْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۴۰﴾ (انفال)

اے نبی کی خبریں بتانے والے جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے فرماؤ اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں بھلائی جانی (خلوص ایمان اور صحت نیت سے) تو جو تم سے لیا گیا (یعنی فدیہ) اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

شانِ فُؤول: یہ آیت حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں، یہ کفارِ قریش کے ان دس سرداروں میں سے تھے جنہوں نے جنگِ بدر میں لشکرِ کفار کے کھانے کی ذمہ داری لی تھی اور یہ اس خرچ کے لیے بیس اوقیہ سونا ساتھ لے کر چلے تھے (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) لیکن ان کے ذمے جس دن کھلانا تجویز ہوا تھا خاص اسی روز جنگ کا واقعہ پیش آیا اور قتال میں کھانے کھلانے کی فرصت و مہلت نہ ملی تو یہ بیس اوقیہ سونا ان کے پاس بچ رہا جب وہ گرفتار ہوئے اور یہ سونا ان سے لے لیا گیا تو انہوں نے درخواست کی کہ یہ سونا ان کے فدیہ میں محسوب کر لیا جائے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرمایا۔ ارشاد کیا جو چیز ہماری مخالفت میں صرف کرنے کے لیے لائے تھے وہ نہ چھوڑی جائے گی اور حضرت

عباس پر ان کے دونوں بھتیجیوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کے فدیے کا بار بھی ڈالا گیا تو حضرت عباس نے عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم مجھے اس حال میں چھوڑو گے کہ میں باقی عمر قریش سے مانگ مانگ کر بسر کیا کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ سونا کہاں ہے جس کو تمہارے مکہ مکرمہ سے چلتے وقت تمہاری بی بی ام الفضل نے دُن کیا ہے اور تم ان سے کہہ کر آئے ہو کہ خبر نہیں ہے مجھے کیا حادثہ پیش آئے اگر میں جنگ میں کام آ جاؤں تو یہ تیرا ہے اور عبداللہ اور عبید اللہ کا اور فضل اور قثم کا (سب انکے بیٹے تھے) حضرت عباس نے عرض کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے رب نے خبردار کیا ہے اس پر حضرت عباس نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ سچے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اس کے بندے اور رسول ہیں میرے اس راز پر اللہ کے سوا کوئی مطلع نہ تھا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجیوں عقیل و نوفل کو حکم دیا وہ بھی اسلام لائے۔

(تفسیر تبیان الفرقان، مصنفہ: علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ، جلد دوم میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کے متعدد حوالہ جات ذکر کرنے کے بعد مرقوم ہے: "اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے اور یہ علم غیب آپ کو اللہ عزوجل کی عطا سے حاصل ہوا تھا۔ ہم نے اس کے ثبوت میں اس قدر حوالہ جات اس لیے ذکر کیے ہیں تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ہر مکتب فکر کے قدیم اور جدید علماء اسلام.... سب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب مسلم اور غیر زاعی ہے۔" (تفسیر تبیان الفرقان، جلد دوم، صفحہ 753 تا 755، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا جس کی مقدار اسی ہزار تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ ظہر کے لیے وضو کیا اور نماز سے پہلے پہلے

کل کا کل تقسیم کر دیا، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس میں سے لے لو، تو جتنا ان سے اٹھ سکا اتنا انہوں نے لے لیا وہ فرماتے تھے کہ یہ اس سے بہتر ہے کہ جو اللہ نے مجھ سے لیا اور میں اس کی مغفرت کی امید رکھتا ہوں اور ان کے تمویل کا یہ حال ہوا کہ ان کے بیس غلام تھے سب کے سب تاجر اور ان میں سب سے کم سرمایہ جس کا تھا اس کا بیس ہزار تھا

402 وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾ (توبہ)

اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے کو ستاتے ہیں (یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لیے کان ہیں اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں (نہ منافقوں کی بات پر) اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے (کنز الایمان)

شانِ نذول: منافقین اپنے جلسوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ناشائستہ باتیں بکا کرتے تھے۔ ان میں سے بعضوں نے کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوگئی تو ہمارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ جلاس بن سوید منافق نے کہا ہم جو چاہیں کہیں حضور کے سامنے مگر جائیں گے اور قسم کھالیں گے وہ تو کان ہیں ان سے جو کہہ دیا جائے سن کر مان لیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ فرمایا کہ اگر وہ سننے والے بھی ہیں تو خیر اور صلاح کے سننے اور ماننے والے ہیں شر اور فساد کے نہیں۔ (خزائن)

403 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾ (توبہ)

اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر (کافروں

پر تو تلوار اور حرب سے اور منافقوں پر اقامتِ بخت سے) اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

404 لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبَ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٠﴾ (توبہ)

بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں (اور وہ اس شدت و سختی میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونا گوارا کریں) پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا (اور وہ صابر و ثابت رہے اور ان کا اخلاص محفوظ رہا اور جو خطرہ دل میں گزرا تھا اس پر نادم ہوئے) بے شک وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

یعنی غزوہ تبوک میں جس کو غزوہ عسرت بھی کہتے ہیں، اس غزوہ میں عسرت کا یہ حال تھا کہ دس دس آدمیوں میں سواری کے لیے ایک ایک اونٹ تھا، نوبت بہ نوبت (باری باری) اسی پر سوار ہو لیتے تھے اور کھانے کی قلت کا یہ حال تھا کہ ایک ایک کھجور پر کئی کئی آدمی بسر کرتے تھے اس طرح کہ ہر ایک نے تھوڑی تھوڑی چوس کر ایک گھونٹ پانی پی لیا، پانی کی بھی نہایت قلت تھی، گرمی شدت کی تھی، پیاس کا غلبہ اور پانی ناپید۔ اس حال میں صحابہ اپنے صدق و یقین اور ایمان و اخلاص کے ساتھ حضور کی جاں نثاری میں ثابت قدم رہے۔

حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے، فرمایا: کیا تمہیں یہ خواہش ہے؟ عرض کیا: جی ہاں تو حضور نے دستِ مبارک اٹھا کر دعا فرمائی اور ابھی دستِ مبارک اٹھے ہی ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابر بھیجا، بارش ہوئی، لشکر سیراب ہوا

لشکر والوں نے اپنے برتن بھر لیے اس کے بعد جب آگے چلے تو زمین خشک تھی، ابرنے لشکر کے باہر بارش ہی نہیں کی وہ خاص اسی لشکر کو سیراب کرنے کی لیے بھیجا گیا تھا (خزائن)

405 تا 407 **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّبِعِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٢﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٣﴾ (احزاب)**

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ کا یوں ہی خوف رکھنا اور کافروں اور منافقوں کی نہ سننا بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے اور اس کی پیروی رکھنا جو تمہارے رب کی طرف سے تمہیں وحی ہوتی ہے۔ اے لوگو اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اور اے محبوب تم اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔

(غیب کی خبریں بتانے والے) یعنی ہماری طرف سے خبریں دینے والے،

ہمارے اسرار کے امین، ہمارا خطاب ہمارے پیارے بندوں کو پہنچانے والے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ" کے ساتھ خطاب فرمایا جس کے یہ معنی ہیں جو ذکر کئے گئے نام پاک کے ساتھ، يَا مُحَمَّدُ ذکر فرما کر خطاب نہ کیا جیسا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو خطاب فرمایا ہے اس سے مقصود آپ کی تکریم اور آپ کا احترام اور آپ کی فضیلت کا ظاہر کرنا ہے۔ (مدارک)

(نہ سننا) شانِ نُوول: ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابوالاعور سلمی

جنگِ اُحد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے سردار عبد اللہ بن اُبی بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کے لیے امان حاصل کر کے انہوں نے یہ کہا کہ آپ لات، عڑی، منات وغیرہ جُوں کو جنہیں مشرکین اپنا معبود سمجھتے ہیں کچھ نہ فرمائیے اور یہ فرما دیجئے کہ ان کی شفاعت ان کے پجاریوں کے لیے ہے اور ہم لوگ آپ کو اور آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی یہ گفتگو

بہت ناگوار ہوئی اور مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ میں انہیں امان دے چکا ہوں اس لیے قتل نہ کرو، مدینہ شریف سے نکال دو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکال دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس میں خطاب تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے اور مقصود ہے آپ کی اُمت سے فرمانا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امان دی تو تم اس کے پابند رہو اور نقض عہد کا ارادہ نہ کرو اور کفار و منافقین کی خلافِ شرع بات نہ مانو۔ (خزائن)

408 النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَآئِكُمْ مَعْرُوفًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٦٦﴾ (احزاب)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں (توارث میں) بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجرین کے، مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر کوئی احسان کرو یہ کتاب میں لکھا ہے (یعنی لوح محفوظ میں) (کنز الایمان مع خزائن)

(زیادہ مالک) دنیا و دین کے تمام امور میں اور نبی کا حکم ان پر نافذ اور نبی کی طاعت واجب اور نبی کے حکم کے مقابل نفس کی خواہش واجب التکرار یا یہ معنی ہیں کہ نبی مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ رافت و رحمت اور لطف و کرم فرماتے ہیں اور نافع تر ہیں بخاری و مسلم کی حدیث ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہر مومن کے لیے دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ اولیٰ ہوں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو "النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ" حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت میں "مِنْ أَنفُسِهِمْ" کے بعد "وَهُوَ أَبْلَغُهُمْ" بھی ہے۔ مجاہد نے کہا کہ تمام انبیاء اپنی اُمت کے باپ

ہوتے ہیں اور اسی رشتہ سے مسلمان آپس میں بھائی کہلاتے ہیں کہ وہ اپنے نبی کی دینی اولاد ہیں۔

(ان کی مائیں) تعظیم و حرمت میں اور نکاح کے ہمیشہ کے لیے حرام ہونے میں اور اس کے علاوہ دوسرے احکام میں مثل وراثت اور پردہ وغیرہ کے ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا اور ان کی بیٹیوں کو مومنین کی بہنیں اور ان کے بھائیوں اور بہنوں کو مومنین کے ماموں خالہ نہ کہا جائے گا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ اُولی الارحام ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، کوئی اجنبی دینی برادری کے ذریعہ سے وارث نہیں ہوتا۔

(کوئی احسان کرو) اس طرح کہ جس کے لیے چاہو کچھ وصیت کرو تو وصیت ٹکٹ مال کے قدر میں تو وارث پر مقدم کی جائے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اول مال ذوی الفروض کو دیا جائے گا پھر عصابات کو پھر نسبی ذوی الفروض پر رد کیا جائے گا پھر ذوی الارحام کو دیا جاوے گا پھر مولی الموالاة کو۔ (تفسیر احمدی) (خزان العرفان)

409 وَإِذْ قَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۖ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ (احزاب)

اور جب ان میں سے ایک گروہ (یعنی منافقین نے) نے کہا: اے مدینہ والو! یہ مقولہ منافقین کا ہے انہوں نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہا (یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں) (یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر میں) تم گھروں کو واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ (یعنی بنی حارثہ و بنی سلمہ) نبی سے اذن مانگتا تھا یہ کہہ کر کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں اور وہ بے حفاظت نہ تھے وہ تو نہ چاہتے تھے مگر بھاگنا (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

مسئلہ: مسلمانوں کو یثرب نہ کہنا چاہیے حدیث شریف میں مدینہ طیبہ کو یثرب

کہنے کی ممانعت آئی ہے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار تھا کہ مدینہ پاک کو
یثرب کہا جائے کیونکہ یثرب کے معنی اچھے نہیں ہیں۔ (خزائن العرفان)

410 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَّا أَرْجُو كُنُفًا ثُرَدًا تَرْتَدُّنَّ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا
فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعُكُمْ وَأَسْرِ حُكْمًا سَرًّا جَمِيلًا ﴿٢٨﴾ (احزاب)

اے غیب بتانے والے (نبی) اپنی بیبیوں سے فرمادے اگر تم دنیا کی زندگی اور
اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں (بغیر کسی ضرر
کے) (کنز الایمان)

یعنی اگر تمہیں مال کثیر اور اسباب عیش درکار ہے۔

شان نزول: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات نے آپ
سے دنیوی سامان طلب کئے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی یہاں تو کمال زہد تھا
سامان دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لیے یہ خاطر اقدس پر گراں ہوا اور یہ آیت
نازل ہوئی اور ازواج مطہرات کو تنخیر دی گئی، اس وقت حضور کی نو بیبیاں تھیں، پانچ قریشیہ
(۱) حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (۲) حفصہ بنت فاروق (۳)
اُمّ حبیبہ بنت ابی سفیان (۴) اُمّ سلمیٰ بنت امیہ (۵) سودہ بنت زمعہ اور چار غیر قریشیہ (۶)
زینب بنت جحش اسدیہ (۷) میمونہ بنت حارث ہلالیہ (۸) صفیہ بنت حنی بن اخطب
خیبریہ (۹) جویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ جلدی نہ کرو اپنے والدین سے مشورہ کر کے
جو رائے ہو اس پر عمل کرو، انہوں نے عرض کیا حضور کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللہ کو اور
اس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔

• مسئلہ: جس عورت کو اختیار دیا جائے وہ اگر اپنے زوج کو اختیار کرے تو طلاق

واقع نہیں ہوتی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ہمارے نزدیک طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

جس عورت کے ساتھ بعد نکاح دخول یا خلوت صحیحہ ہوئی اس کو طلاق دی جائے تو کچھ سامان دینا مستحب ہے اور وہ سامان تین کپڑوں کا جوڑا ہوتا ہے، یہاں مال سے وہی مراد ہے۔

مسئلہ: جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اس کو قبل دخول طلاق دی تو یہ جوڑا دینا واجب ہے۔ (خزائن العرفان)

411 يُنِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ يُضَعَّفَ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٢٠﴾ (احزاب)

اے نبی کی بیویوں جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دو ناعذاب ہوگا اور یہ اللہ کو آسان ہے (کنز الایمان)

جیسے کہ شوہر کی اطاعت میں کوتاہی کرنا اور اس کے ساتھ کج خلقی سے پیش آنا کیونکہ بدکاری سے تو اللہ تعالیٰ انبیاء کی بیویوں کو پاک رکھتا ہے۔

(دو ناعذاب ہوگا) کیونکہ جس شخص کی فضیلت زیادہ ہوتی ہے اس سے اگر قصور واقع ہو تو وہ قصور بھی دوسروں کے قصور سے زیادہ سخت قرار دیا جاتا ہے۔

مسئلہ: اسی لیے عالم کا گناہ جاہل کے گناہ سے زیادہ قبیح ہوتا ہے اور اسی لیے آزادوں کی سزا شریعت میں غلاموں سے زیادہ مقرر ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیبیاں تمام جہان کی عورتوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں اس لیے ان کی ادنیٰ بات سخت گرفت کے قابل ہے۔

فائدہ: بلفظ فاحشہ جب معرفہ ہو کر وارد ہو تو اس سے زنا و لواطت مراد ہوتی ہے اور اگر نکرہ غیر موصوفہ ہو کر لایا جائے تو اس سے تمام گناہ مراد ہوتے ہیں اور جب موصوفہ ہو کر

وارد ہو تو اس سے شوہر کی نافرمانی اور فسادِ معشرت مراد ہوتا ہے، اس آیت میں نکرہ موصوفہ ہے اسی لیے اس سے شوہر کی اطاعت میں کوتاہی اور کج خلقی مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔ (جمل وغیرہ) (خزائن العرفان)

412 يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتُنَّ كَاٰحِدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْبَعَ الَّذِيۡنَ فِيۡ قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوۡفًا ﴿۳۲﴾ (احزاب)

اے نبی کی بیویوں اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کہو (کنز الایمان)

تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے اور تمہارا اجر سب سے بڑھ کر جہان کی عورتوں میں کوئی تمہاری ہمسر نہیں۔

(لالچ کرے) اس میں تعلیمِ آداب ہے کہ اگر بہ ضرورت غیر مرد سے پس پردہ گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں لوج نہ ہو، بات نہایت سادگی سے کی جائے، عفت مآب خواتین کے لیے یہی شایاں ہے۔

(اچھی بات) دین و اسلام کی اور نیکی کی تعلیم اور پند و نصیحت کی اگر ضرورت پیش آئے مگر بے لوج لہجہ سے۔ (خزائن العرفان)

413 مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فَمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيۡنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَاَمْرٌ اللّٰهُ قَدَرًا مَّقْدُوۡرًا ﴿۳۸﴾ (احزاب)

نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے (کنز)

(کوئی حرج نہیں) یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ان کے لیے مباح کیا اور باپ نکاح میں جو وسعت انہیں عطا فرمائی اس پر اقدام کرنے میں کچھ حرج نہیں۔

(اللہ کا دستور) یعنی انبیاء علیہم السلام کو باپ نکاح میں وسعتیں دی گئیں کہ

دوسروں سے زیادہ عورتیں ان کے لیے حلال فرمائیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیبیاں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیبیاں تھیں یہ ان کے خاص احکام ہیں ان کے سوا دوسروں کو روا نہیں، نہ کوئی اس پر معترض ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس کے لیے جو حکم فرمائے اس پر کسی کو اعتراض کی کیا مجال۔ اس میں یہود کا رد ہے جنہوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر چار سے زیادہ نکاح کرنے پر طعن کیا تھا اس میں انہیں بتایا گیا کہ یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص ہے جیسا کہ پہلے انبیاء کے لیے تعددِ ازواج میں خاص احکام تھے۔ (خزائن العرفان)

414 مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٠﴾ (احزاب)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے (کنز الایمان)

(باپ نہیں) تو حضرت زید کے بھی آپ حقیقت میں باپ نہیں کہ ان کی منکوحہ آپ کے لیے حلال نہ ہوتی، قاسم و طیب و طاہر و ابراہیم حضور کے فرزند تھے مگر وہ اس عمر کو نہ پہنچے کہ انہیں مرد کہا جائے، انہوں نے بچپن میں وفات پائی۔

(رسول ہیں) اور سب رسول ناصح شفیق اور واجب التوقیر و لازم الطاعة ہونے کے لحاظ سے اپنی اُمت کے باپ کہلاتے ہیں بلکہ ان کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بہت زیادہ ہیں لیکن اس سے اُمت حقیقی اولاد نہیں ہو جاتی اور حقیقی اولاد کے تمام احکام وراثت وغیرہ اس کے لیے ثابت نہیں ہوتے۔

(نبیوں کے ۲ پچھلے) یعنی آخر الانبیاء کہ نبوت آپ پر ختم ہو گئی آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی تھی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پاچکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعت محمدیہ پر عامل ہوں گے اور اسی شریعت پر

حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے، حضور کا آخر الانبیاء ہونا قطعی ہے، نص قرآنی بھی اس میں وارد ہے اور صحاح کی بکثرت احادیث توحید تو اتر تک پہنچتی ہیں۔ ان سب سے ثابت ہے کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں جو حضور کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے، وہ ختم نبوت کا منکر اور کافر خارج از اسلام ہے۔ (خزائن العرفان)

416,415 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٢٥﴾
دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِآذِنِهِ وَسِرًّا جَامِعًا ﴿٢٦﴾ (احزاب)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سنانا (یعنی ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو عذابِ جہنم کا ڈر سنانا) اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانا (یعنی خلق کو طاقتِ الہی کی دعوت دینا) اور چمکا دینے والا آفتاب (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر بہت بہترین ترجمہ ہے، مفرداتِ راغب میں ہے
"الشُّهُودُ وَالشَّهَادَةُ الْحُضُورُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ إِمَّا بِالْبَصْرِ أَوْ بِالْبَصِيرَةِ"
یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لیے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں، آپ کا رسالت عامہ ہے جیسا کہ سورہ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک ہونے والی ساری خلق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال و افعال و احوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت، ضلال سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ (ابوالسعود و جمل)

(چمکا دینے والا آفتاب) سراج کا ترجمہ آفتاب قرآن کریم کے بالکل مطابق ہے کہ اس میں آفتاب کو سراج فرمایا گیا ہے جیسا کہ سورہ نوح میں "وَجَعَلَ الشَّمْسُ

سیر آجاً" اور آخر پارہ کی پہلی سورۃ میں ہے "وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا" اور درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نورِ نبوت نے پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلماتِ شدیدہ کو اپنے نورِ حقیقتِ افروز سے دور کر دیا اور خلق کے لیے معرفت و توحیدِ الہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی وادی تاریک میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوارِ ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نورِ نبوت سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو منور کیا، حقیقت میں آپ کا وجود مبارک ایسا آفتابِ عالم تاب ہے جس نے ہزارہا آفتاب بنا دیئے اسی لیے اس کی صفت میں میرا ارشاد فرمایا گیا۔ (خزائن العرفان)

417 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهِ عَلَيْكَ وَبَنَاتٍ عَمَّكَ وَبَنَاتٍ عَمَّتِكَ وَبَنَاتٍ خَالَكَ وَبَنَاتٍ خَلَّتِكَ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ ۖ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبْتَ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٥٠﴾ (احزاب)

اے غیب بتانے والے (نبی) ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں جن کو تم مہر دو اور تمہارے ہاتھ کا مال کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور بھپیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاولوں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے یہ خاص تمہارے لیے ہے امت کے لیے نہیں ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے ان کی بیبیوں اور ان کے ہاتھ کے مال کنیزوں میں یہ خصوصیت تمہاری اس لیے کہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان (کنز الایمان)

(مہر دو) مہر کی تعجیل اور عقد میں تعین افضل ہے شرط حلت نہیں کیونکہ مہر کو تعجیل طریقہ پر دینا یا اس کو مقرر کرنا اولیٰ اور بہتر ہے واجب نہیں۔ (تفسیر احمدی)

(غنیمت) مثل حضرت صفیہ و حضرت جویریہ کے جن کو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا۔

مسئلہ: غنیمت میں ملنے کا ذکر بھی فضیلت کے لیے ہے کیونکہ مملوکات بملکِ یمین خواہ خرید سے ملک میں آئی ہوں یا ہبہ سے یا وارثت سے یا وصیت سے وہ سب حلال ہیں۔ (تمہارے ساتھ ہجرت کی) ساتھ ہجرت کرنے کی قید بھی افضل کا بیان ہے کیونکہ بغیر ساتھ ہجرت کرنے کے بھی ان میں سے ہر ایک حلال ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خاص حضور کے حق میں ان عورتوں کی حلت اس قید کے ساتھ مقید ہو جیسا کہ اُمّ ہانی بنت ابی طالب کی روایت اس طرف مشیر ہے۔

(نبی اسے نکاح میں لانا چاہے) معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کے لیے اس مومنہ عورت کو حلال کیا جو بغیر مہر اور بغیر شرط نکاح اپنی جان آپ کو ہبہ کرے بشرطیکہ آپ اسے نکاح میں لانے کا ارادہ فرمائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس میں آئندہ کے حکم کا بیان ہے کیونکہ وقتِ نزلِ آیت حضور کے ازواج میں سے کوئی بھی ایسی نہ تھیں جو ہبہ کے ذریعہ سے مشرف بزوجیت ہوئی ہوں اور جن مومنہ بیبیوں نے اپنی جانیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نذر کر دیں وہ میمونہ بنت حارث اور خولہ بنت حکیم اور اُمّ شریک اور زینب بنت خزیمہ ہیں۔ (تفسیر احمدی)

(امت کے لیے نہیں) یعنی نکاح بے مہر خاص آپ کے لیے جائز ہے امت کے لیے نہیں، امت پر بہر حال مہر واجب ہے خواہ وہ مہر معین نہ کریں یا قصداً مہر کی نفی کریں۔ مسئلہ: نکاح بلفظِ ہبہ جائز ہے۔

(کنیزوں میں) یعنی بیبیوں کے حق میں جو کچھ مقرر فرمایا ہے مہر اور گواہ اور باری

کا واجب ہونا اور چارٹرہ عورتوں تک کو نکاح میں لانا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ شرعاً مہر کی مقدار اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہے اور وہ دس درہم ہیں جس سے کم کرنا ممنوع ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔
(یہ خصوصیت تمہاری) جو اوپر ذکر ہوئی کہ عورتیں آپ کے لیے محض ہبہ سے بغیر مہر کے حلال کی گئیں۔ (خزائن العرفان)

418 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَظِيرٍ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا زَوْجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾ (احزاب)

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ نکو، ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ (کہ یہ اہل خانہ کی تکلیف اور ان کے حرج کا باعث ہے) بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے (اور ان سے چلے جانے کے لیے نہیں فرماتے تھے) اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے (یعنی ازواجِ مطہرات سے) برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی (کہ وساوس اور خطرات سے امن رہتی ہے) اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو (اور کوئی کام ایسا کرو جو خاطرِ اقدس پر گراں ہو) اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو

بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے (کنز الایمان مع خزائن العرفان)
(گھروں میں) مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ گھر مرد کا ہوتا ہے اور اسی لیے
اس سے اجازت حاصل کرنا مناسب ہے، شوہر کے گھر کو عورت کا گھر بھی کہا جاتا ہے اس
لحاظ سے کہ وہ اس میں سکونت کا حق رکھتی ہے اسی وجہ سے آیت "وَإِذْ كُنَّ مَائِثَلِ فِي
بُيُوتِكُنَّ" میں گھروں کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے مکانات جن میں حضور کے ازواج مطہرات کی سکونت تھی اور حضور کے پردہ
فرمانے کے بعد بھی وہ اپنی حیات تک انہی میں رہیں وہ حضور کی ملک تھے اور حضور علیہ
الصلوة والسلام نے ازواج طاہرات کو ہبہ نہ فرمائے تھے بلکہ سکونت کی اجازت دی تھی اسی
لیے ازواج مطہرات کی وفات کے بعد ان کے وارثوں کو نہ ملے بلکہ مسجد شریف میں داخل
کر دیئے گئے جو وقف ہے اور جس کا نفع تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

(اذن نہ پاؤ) اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مردوں کو کسی
گھر میں بے اجازت داخل ہونا جائز نہیں۔ آیت اگرچہ خاص ازواج رسول صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے حق میں وارد ہے لیکن حکم اس کا تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے۔

شانِ نوبول: جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح کیا
اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو جماعتیں کی جماعتیں آتی تھیں اور کھانے سے فارغ ہو کر
چلی جاتی تھیں، آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور
انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے، مکان تنگ تھا
اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ نہ کر
سکے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف
لے گئے اور دورہ فرما کر تشریف لائے، اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے
تھے حضور پھر واپس ہو گئے یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہوئے تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم دولت سرائے میں داخل ہوئے اور دروازہ پر پردہ ڈال دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس سے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال حیا اور شانِ کرم و حسنِ اخلاق معلوم ہوتی ہے کہ باوجود ضرورت کے اصحاب سے یہ نہ فرمایا کہ اب آپ چلے جائیے بلکہ جو طریقہ اختیار فرمایا وہ حسنِ آداب کا اعلیٰ ترین معلم ہے۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ بغیر دعوت کسی کے یہاں کھانے نہ جائے۔

(ان کی بیبیوں سے نکاح) کیونکہ جس عورت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقد فرمایا وہ حضور کے سوا ہر شخص پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی اسی طرح وہ کنیزیں جو باریابِ خدمت ہوئیں اور قربت سے سرفراز فرمائی گئیں وہ بھی اسی طرح سب کے لیے حرام ہیں۔

(بڑی سخت بات ہے) اس میں اعلام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت بڑی عظمت عطا فرمائی اور آپ کی حرمت ہر حال میں واجب کی (خزائن العرفان)

419 إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۵۶﴾ (احزاب)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر

اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (کنز الایمان)

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے، یہی قول معتمد ہے اور اس پر جمہور ہیں اور نماز کے قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد درود شریف پڑھنا سنت ہے اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل و اصحاب و دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جاسکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ کے نام اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جاسکتا

ہے اور مستقل طور پر حضور کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ مسئلہ: درود شریف میں آل و اصحاب کا ذکر متواتر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر مقبول نہیں۔ درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم ہے علماء نے اللہم صل علی محمد کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یارب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء، مرسلین و ملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کر کے۔

مسئلہ: درود شریف کی بہت برکتیں اور فضیلتیں ہیں حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مسلم کی حدیث شریف میں ہے جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار بھیجتا ہے۔ ترمذی کی حدیث شریف میں ہے بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔

420 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكِ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْرِينُ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلْبِيهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٥٩﴾ (احزاب)

اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈال لے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز)

اور سر اور چہرے کو چھپائیں جب کسی حاجت کے لیے ان کو نکلنا ہو، تا کہ پہچان ہو جائے کہ یہ خڑہ ہیں اور منافقین ان کے درپے نہ ہوں، منافقین کی عادت تھی کہ وہ

باندیوں کو چھیڑا کرتے تھے اس لیے خڑہ عورتوں کو حکم دیا کہ وہ چادر سے جسم ڈھانک کر سر اور منہ چھپا کر باندیوں سے اپنی وضع ممتاز کر دیں۔ (خزائن العرفان)

421 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعُهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٢﴾ (ممتحنہ)

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی (نیک بات اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ہے) تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (کنز الایمان)

(نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی) جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو بخیاں عار و باندیشہ ناداری زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اس سے اور ہر قتلِ ناحق سے باز رہنا اس عہد میں شامل ہے۔

(ولادت میں اٹھائیں) یعنی پرایا بچہ لے کر شوہر کو دھوکہ دیں اور اسے اپنے پیٹ سے جنا ہوا بتائیں۔ جیسا کہ جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا۔

مروی ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزِ فتح مکہ مردوں کی بیعت لے کر فارغ ہوئے تو کوہِ صفاء پر عورتوں سے بیعت لینا شروع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیچے کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام مبارک عورتوں کو سناتے جاتے تھے، ہند بنت عتبہ ابوسفیان کی بیوی خوف زدہ برقع پہن کر اس طرح حاضر ہوئی کہ

پہچانی نہ جائے، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، ہند نے سراٹھا کر کہا آپ ہم سے وہ عہد لیتے ہیں جو ہم نے آپ کو مردوں سے لیتے نہیں دیکھا اور اس روز مردوں سے صرف اسلام و جہاد پر بیعت لی گئی تھی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور چوری نہ کریں گی، تو ہند نے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں اور میں نے ان کا مال ضرور لیا ہے میں نہیں سمجھتی مجھے حلال ہوایا نہیں، ابوسفیان حاضر تھے انہوں نے کہا جو تو نے پہلے لیا اور جو آئندہ لے سب حلال، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتسم فرمایا اور ارشاد کیا تو ہند بنتِ عتبہ ہے؟ عرض کیا جی ہاں جو کچھ مجھ سے قصور ہوئے ہیں معاف فرمائیے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور نہ بدکاری کریں گی، تو ہند نے کہا کیا کوئی آزاد عورت بدکاری کرتی ہے؟

پھر فرمایا نہ اپنی اولاد کو قتل کریں، ہند نے کہا ہم نے چھوٹے چھوٹے پالے جب بڑے ہو گئے تم نے انہیں قتل کر دیا تو تم جانو اور وہ جانیں اس کا لڑکا حنظلہ بن ابی سفیان بدر میں قتل کر دیا گیا تھا۔ ہند کی یہ گفتگو سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت ہنسی آئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان کوئی بہتان نہ گھڑیں گی، ہند نے کہا بخدا بہتان بہت بڑی چیز ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو نیک باتوں اور برتر خصلتوں کا حکم دیتے ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نیک بات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گی، اس پر ہند نے کہا اس مجلس میں ہم اس لیے حاضر ہی نہیں ہوئے کہ اپنے دل میں آپ کی نافرمانی کا خیال آنے دیں۔

عورتوں نے ان تمام امور کا اقرار کیا اور چار سو ستاون عورتوں نے بیعت کی اس بیعت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصافحہ نہ فرمایا اور عورتوں کو دست مبارک چھونے نہ دیا۔ بیعت کی کیفیت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک قدح پانی میں سید عالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک ڈالا پھر اسی میں عورتوں نے اپنے ہاتھ ڈالے، اور یہ بھی کہا گیا ہے بیعت کپڑے کے واسطے سے لی گئی اور بعید نہیں ہے کہ دونوں صورتیں عمل میں آئی ہوں۔

مسائل: بیعت کے وقت مقراض کا استعمال مشائخ کا طریقہ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے خلافت کے ساتھ ٹوپی دینا مشائخ کا معمول ہے، اور کہا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے عورتوں کی بیعت میں اجنبیہ کا ہاتھ چھونا حرام ہے یا بیعت زبان سے ہو یا کپڑے وغیرہ کے واسطے سے

422 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفُحْشَةٍ مُّبِينَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهُ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا ﴿١﴾ (طلاق)

اے نبی (اپنی امت سے فرمادیجئے) جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے (رجعت کا)

(کنز و خزائن)

شانِ نزول: یہ آیت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی، انہوں نے اپنی بی بی کو عورتوں کے ایام مخصوصہ میں طلاق دی تھی، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ رجعت کریں، پھر اگر طلاق دینا چاہیں تو طہر یعنی پاکی کے زمانہ میں طلاق دیں، اس آیت میں عورتوں سے مراد مدخول بہا عورتیں ہیں (جو اپنے شوہروں کے

پاس گئی ہوں) صغیرہ، حاملہ اور آئسہ نہ ہوں۔ آئسہ وہ عورت ہے جس کے ایام بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو گئے ہوں، ان کا وقت نہ رہا ہو۔

مسئلہ: غیر مدخول بہا پر عدت نہیں ہے۔ باقی تینوں قسم کی عورتیں جو ذکر کی گئی تھیں انہیں ایام نہیں ہوتے تو ان کی عدت حیض سے شمار نہ ہوگی۔

مسئلہ: غیر مدخول بہا کو حیض میں طلاق دینا جائز ہے۔ آیت میں جو حکم دیا گیا اس سے مراد ایسی مدخول بہا عورتیں ہیں جن کی عدت حیض سے شمار کی جائے انہیں طلاق دینا ہو تو ایسے طہر میں طلاق دیں جس میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو، پھر عدت گزرنے تک ان سے تعرض نہ کریں اس کو طلاق احسن کہتے ہیں۔ طلاق حسن غیر موطوءہ عورت یعنی جس سے شوہر نے قربت نہ کی ہو اس کو ایک طلاق دینا طلاق حسن ہے خواہ یہ طلاق حیض میں ہو۔ اور موطوءہ عورت اگر صاحب حیض ہو تو اسے تین طلاقیں ایسے تین طہروں میں دینا جن میں اس سے قربت نہ کی ہو طلاق حسن ہے اور اگر موطوءہ صاحب حیض نہ ہو تو اس کو تین طلاقیں تین مہینوں میں دینا طلاق حسن ہے، طلاق بدعی حالت حیض میں طلاق دینا یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں قربت کی گئی ہو طلاق بدعی ہے، ایسے ہی ایک طہر میں تین یا دو طلاقیں یکبارگی یا دو مرتبہ میں دینا طلاق بدعی ہے اگرچہ اس طہر میں وطی نہ کی گئی ہو۔

مسئلہ: طلاق بدعی مکروہ ہے مگر واقع ہو جاتی ہے اور ایسی طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔ (نہ وہ آپ نکلیں) مسئلہ: عورت کو عدت شوہر کے گھر پوری کرنی لازم ہے نہ شوہر کو جائز کہ مطلقہ کو عدت میں گھر سے نکالے، نہ ان عورتوں کو وہاں سے خود نکلنا روا۔ (بے حیائی کی) ان سے کوئی فسق ظاہر صادر ہو جس پر حد آتی ہے مثل زنا اور چوری کے، اس لیے انہیں نکالنا ہی ہوگا۔

مسئلہ: اگر عورت نحس بکے اور گھر والوں کو ایذا دے تو اس کو نکالنا جائز ہے کیونکہ وہ ناشزہ کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: جو عورت طلاقِ رجعی یا بائن کی عدت میں ہو اس کو گھر سے نکلنا بالکل جائز نہیں اور جو موت کی عدت میں ہو وہ حاجت پڑے تو دن میں نکل سکتی ہے لیکن شب گزارنا اس کو شوہر کے گھر ہی میں ضروری ہے۔

مسئلہ: جو عورت طلاقِ بائن کی عدت میں ہو اس کے اور شوہر کے درمیان پردہ ضروری ہے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ کوئی اور عورت ان دونوں کے درمیان حائل ہو

مسئلہ: اگر شوہر فاسق ہو یا مکان بہت تنگ ہو تو شوہر کو اس مکان سے چلا جانا بہتر ہے

(خزائن العرفان)

423 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱﴾ (تحریم)

اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (کنز)

شانِ نزول: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُمّ المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے محل میں رونق افروز ہوئے، وہ حضور کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفراز خدمت کیا، یہ حضرت حفصہ پر گراں گزرا، حضور نے ان کی دلجوئی کے لیے فرمایا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کیا اور میں تمہیں خوش خبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امور امت کے مالک ابو بکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہوں گے، وہ اس سے خوش ہو گئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ تمام گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی یعنی ماریہ قبطیہ آپ انہیں اپنے لیے کیوں حرام کئے لیتے ہیں، اپنی بیبیوں حفصہ و عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی رضا جوئی کے لیے، اور ایک قول اس آیت کی شانِ نزول میں یہ

بھی ہے کہ اُمّ المؤمنین زینب بنت جحش کے یہاں جب حضور تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتیں، اس ذریعہ سے ان کے یہاں کچھ زیادہ دیر تشریف فرما رہتے۔ یہ بات حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہما کو ناگوار گزری اور انہیں رشک ہوا، انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ جب حضور تشریف فرما ہوں تو عرض کیا جائے کہ وہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے اور مغافیر کی بو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند تھی، چنانچہ ایسا کیا گیا، حضور کو ان کا منشاء معلوم تھا، فرمایا مغافیر تو میرے قریب نہیں آیا، زینب کے یہاں شہد میں نے پیا ہے، اس کو میں اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ مقصود یہ کہ حضرت زینب کے یہاں شہد کا شغل ہونے سے تمہاری دل شکنی ہوتی ہے تو ہم شہد ہی ترک فرمائے دیتے ہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

424 وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضُهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَاكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِي الْعَلِيمُ الْحَبِيرُ ﴿٣﴾ (تحریم)

اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی (سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ (سیدہ حفصہ) اس کا ذکر (سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے) کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ بتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی بولی (حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضور کو کس نے بتایا فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

(بات فرمائی) ماریہ قبٹیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے اوپر حرام کر لینے کی اور اس کے ساتھ یہ فرمایا کہ اس کا کسی پر اظہار نہ کرنا۔

(چشم پوشی فرمائی) یعنی تحریم ماریہ اور خلافت شیخین کے متعلق جو دو باتیں فرمائی تھیں، ان میں سے ایک بات کا ذکر فرمایا کہ تم نے یہ بات ظاہر کر دی اور دوسری بات کا ذکر

نہ فرمایا۔ یہ شانِ کریبی تھی کہ گرفت فرمانے میں بعض سے چشم پوشی فرمائی۔

(علم والے خبردار نے بتایا) جس سے کچھ بھی چھپا نہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ

حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خطاب فرماتا ہے۔ (خزائن العرفان)

426,425 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَى

رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ

أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا نُورًا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جُهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَاوْلَهُمْ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٩﴾ (تحريم)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے قریب ہے

کہ تمہارا رب (توبہ قبول فرمانے کے بعد) تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں

باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں جس دن اللہ رسوا نہ کرے گانہی اور ان کے

ساتھ کے ایمان والوں کو، ان کا نور دوڑتا ہو گا ان کے آگے اور ان کے دہنے (صراط پر۔

اور جب مومن دیکھیں گے کہ منافقوں کا نور بجھ گیا) عرض کریں گے اے ہمارے رب

ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے (یعنی اس کو باقی رکھ کر دخولِ جنت تک باقی رہے) اور

ہمیں بخش دے بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے، اے غیب بتانے والے (نبی) (تکواریں

سے) کافروں پر اور منافقوں پر (قولِ غلیظ اور وعظِ بلیغ اور حجتِ قوی سے) جہاد کرو اور ان

پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی بُرا انجام (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

(نصیحت ہو جائے) یعنی توبہ صادقہ جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اعمال میں

ظاہر ہو اور اس کی زندگی طاعتوں اور عبادتوں سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے مجتنب

رہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور دوسرے اصحاب نے فرمایا توبہ نصوح وہ

ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسا کہ نکلا ہو اور دودھ پھر تھن میں واپس نہیں ہوتا۔

(ایمان والوں کو) اس میں کفار پر تعریض ہے کہ وہ دن ان کی رسوائی کا ہوگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور کے ساتھ والوں کی عزت کا۔ (خزائن العرفان) لفظ الرسول

427 يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسِرُّ عَوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنِ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّعُونَ لِقَوْمٍ آخِرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢١﴾ (مائدہ)

اے رسول تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں کچھ وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ان کے دل مسلمان نہیں (یہ ان کے نفاق کا بیان ہے) اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں (اپنے سرداروں سے اور ان کے افتراؤں کو قبول کرتے ہیں) اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بنانہ سکے گا وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب (کنز الایمان) اللہ تعالیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ" کے خطاب عزت کے ساتھ مخاطب فرما کر تسکین خاطر فرماتا ہے کہ اے حبیب میں آپ کا ناصر و معین ہوں،

منافقین کے کفر میں جلدی کرنے یعنی ان کے اظہارِ کفر اور کفار کے ساتھ دوستی و موالات کر لینے سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔

(لوگوں کی خوب سنتے ہیں) ماشاء اللہ حضرت مترجم قدس سرہ نے بہت صحیح ترجمہ فرمایا، اس مقام پر بعض مترجمین و مفسرین سے لغزش واقع ہوئی کہ انہوں نے لِقَوْمِ کے لام کو علت قرار دے کر آیت کے معنی یہ بیان کئے کہ منافقین و یہود اپنے سرداروں کی جھوٹی باتیں سنتے ہیں، آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر کر سنتے ہیں جس کے وہ جاسوس ہیں مگر یہ معنی صحیح نہیں اور نظم قرآنی اس سے بالکل موافقت نہیں فرماتی بلکہ یہاں لام من کے معنی میں ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سرداروں کی جھوٹی باتیں خوب سنتے ہیں اور لوگ یعنی یہود خیر کی باتوں کو خوب مانتے ہیں جن کے احوال کا آیت شریف میں بیان آ رہا ہے۔ (تفسیر ابوالسعود و جمل)

(یہ نہ ملے تو بچو) شانِ نزول: یہود خیر کے شرفاء میں سے ایک بیاہے مرد اور بیاہی عورت نے زنا کیا، اس کی سزا تورات میں سنگسار کرنا تھی یہ انہیں گوارا نہ تھا اس لیے انہوں نے چاہا کہ اس مقدمے کا فیصلہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرائیں چنانچہ ان دونوں (مجرموں) کو ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا اور کہہ دیا کہ اگر حضور حد کا حکم دیں تو مان لینا اور سنگسار کرنے کا حکم دیں تو مت ماننا، وہ لوگ یہود بنی قریظہ و بنی نضیر کے پاس آئے اور خیال کیا کہ یہ حضور کے ہم وطن ہیں اور ان کے ساتھ آپ کی صلح بھی ہے، ان کی سفارش سے کام بن جائے گا چنانچہ سردارانِ یہود میں سے کعب بن اشرف و کعب بن اسد و سعید بن عمرو و مالک بن صیف و کنانہ بن ابی الحقیق وغیرہ انہیں لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا، حضور نے فرمایا کیا میرا فیصلہ مانو گے؟ انہوں نے اقرار کیا، آیت رجم نازل ہوئی اور سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا، یہود نے اس حکم کو ماننے سے انکار کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ایک نوجوان گورا، یک چشمِ فذک کا باشندہ ابن

صور یا نامی ہے، تم اس کو جانتے ہو؟ کہنے لگے ہاں، فرمایا وہ کیسا آدمی ہے؟ کہنے لگے کہ آج روئے زمین پر یہود میں اس کے پایہ کا عالم نہیں، توریت کا یکتا ماہر ہے، فرمایا اس کو بلاؤ چنانچہ بلایا گیا، جب وہ حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا تو ابنِ صور یا ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں فرمایا یہود میں سب سے بڑا عالم تو ہی ہے؟ عرض کیا لوگ تو ایسا ہی کہتے ہیں، حضور نے یہود سے فرمایا اس معاملہ میں اس کی بات مانو گے؟ سب نے اقرار کیا تب حضور نے ابنِ صور یا سے فرمایا میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر توریت نازل فرمائی اور تم لوگوں کو مصر سے نکالا، تمہارے لیے دریا میں راہیں بنائیں، تمہیں نجات دی، فرعونوں کو غرق کیا، تمہارے لیے ابر کو سایہ بان بنایا "مَنْ و سلویٰ" نازل فرمایا، اپنی کتاب نازل فرمائی جس میں حلال و حرام کا بیان ہے کیا تمہاری کتاب میں بیاہے مرد و عورت کے لیے سنگسار کرنے کا حکم ہے؟ ابنِ صور یا نے عرض کیا بے شک ہے اسی کی قسم جس کا آپ نے مجھ سے ذکر کیا عذاب نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اقرار نہ کرتا اور جھوٹ بول دیتا مگر یہ فرمائیے کہ آپ کی کتاب میں اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا جب چار عادل و معتبر شاہدوں کی گواہی سے زنا بصراحت ثابت ہو جائے تو سنگسار کرنا واجب ہو جاتا ہے، ابنِ صور یا نے عرض کیا بخدا بعینہ ایسا ہی توریت میں ہے پھر حضور نے ابنِ صور یا سے دریافت فرمایا کہ حکمِ الہی میں تبدیلی کس طرح واقع ہوئی، اس نے عرض کیا کہ ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم کسی شریف کو پکڑتے تو چھوڑ دیتے اور غریب آدمی پر حد قائم کرتے، اس طرزِ عمل سے شرفاء میں زنا کی بہت کثرت ہو گئی یہاں تک کہ ایک مرتبہ بادشاہ کے چچا زاد بھائی نے زنا کیا تو ہم نے اس کو سنگسار نہ کیا پھر ایک دوسرے شخص نے اپنی قوم کی عورت سے زنا کیا تو بادشاہ نے اس کو سنگسار کرنا چاہا، اس کی قوم اٹھ کھڑی ہوئی اور انہوں نے کہا جب تک بادشاہ کے بھائی کو سنگسار نہ کیا جائے اس وقت تک اس کو ہرگز سنگسار نہ کیا جائے گا، تب ہم نے جمع ہو کر

غریب شریف سب کے لیے بجائے سنگسار کرنے کے یہ سزا نکالی کہ چالیس کوڑے مارے جائیں اور منہ کالا کر کے گدھے پر الٹا بٹھا کر گشت کرائی جائے، یہ سن کر یہود بہت بگڑے اور ابنِ صور یا سے کہنے لگے تو نے حضرت کو بڑی جلدی خبر دے دی اور ہم نے جتنی تیری تعریف کی تھی تو اس کا مستحق نہیں، ابنِ صور یا نے کہا کہ حضور نے مجھے توریت کی قسم دلائی اگر مجھے عذاب کے نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں آپ کو خبر نہ دیتا، اس کے بعد حضور کے حکم سے ان دونوں زنا کاروں کو سنگسار کیا گیا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
(خازن) (خزائن العرفان)

428 يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٤﴾ (مائدہ)

اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترتا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے (اور کچھ اندیشہ نہ کرو) اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا (کنز الایمان)
(تمہاری نگہبانی کرے گا) یعنی کفار سے جو آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔
سفروں میں شب کو حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی پہرہ ہٹا دیا گیا اور حضور نے پہرہ داروں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی۔

مزل

429 يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ (مزل)

اے جھرمٹ مارنے والے (کنز الایمان)

یعنی اپنے کپڑوں سے لپٹنے والے۔ اس کے شانِ نزول میں کئی قول ہیں بعض

مفسرین نے کہا کہ ابتداءِ زمانہ وحی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوف سے اپنے کپڑوں میں لپٹ جاتے تھے، ایسی حالت میں آپ کو حضرت جبریل نے یَا أَيُّهَا الْمُرْسَلُ کہہ کر ندا کی۔ ایک قول یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر شریف میں لپٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے، اس حالت میں آپ کو ندا کی گئی یَا أَيُّهَا الْمُرْسَلُ بہر حال یہ ندا بتاتی ہے کہ محبوب کی ہر ادا پیاری ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ رداءِ نبوت و چادر رسالت کے حامل و لائق۔

مذہب

430 يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ (مذہب)

اے بالا پوش اوڑھنے والے (کنز الایمان)

یہ خطاب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔

شانِ نزول: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے سید عالم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا میں کوہِ حرا پر تھا کہ مجھے ندا کی گئی یَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ میں نے

اپنے دائیں بائیں دیکھا کچھ نہ پایا، اوپر دیکھا، ایک شخص آسمان زمین کے درمیان بیٹھا

ہے (یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی) یہ دیکھ کر مجھ پر رعب ہوا اور میں خدیجہ کے پاس آیا

اور میں نے کہا کہ مجھے بالا پوش اڑھاؤ انھوں نے اڑھا دیا تو جبریل آئے، انھوں نے کہا: یَا

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ (خزائن العرفان)

الرسول، النبی یکجا

431 الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا

عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ

الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ

إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ

وَنَصْرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٤﴾ (اعراف)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تو ریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر (یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر) ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُتر اوی ہی با مراد ہوئے (کنز الایمان)

یہاں رسول سے بہ اجماع مفسرین سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں آپ کا ذکر وصف رسالت سے فرمایا گیا کیونکہ آپ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ فرائض رسالت ادا فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اوامر و نہی و شرایع و احکام اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں، اس کے بعد آپ کی توصیف میں نبی فرمایا گیا اس کا ترجمہ حضرت مترجم قدس سرہ نے (غیب کی خبریں دینے والے) کیا ہے اور یہ نہایت ہی صحیح ترجمہ ہے کیونکہ نبأ خبر کو کہتے ہیں جو مفید علم ہو اور شائبہ کذب سے خالی ہو۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اس معنی میں بکثرت مستعمل ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا "قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ" ایک جگہ فرمایا "تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ" ایک جگہ فرمایا "فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَاءِهِمْ" اور بکثرت آیات میں یہ لفظ اس معنی میں وارد ہوا ہے۔

پھر یہ لفظ یا فاعل کے معنی میں ہوگا یا مفعول کے معنی میں، پہلی صورت میں اس کے معنی غیب کی خبریں دینے والے اور دوسری صورت میں اس کے معنی ہوں گے غیب کی خبریں دیئے ہوئے اور دونوں معنی کو قرآن کریم سے تائید پہنچتی ہے۔ پہلے معنی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے "نَبِيٌّ عَبْدِي" دوسری آیت میں فرمایا "قُلْ أَوْفَيْتُكُمْ" اور

اسی قبیل سے ہے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد جو قرآن کریم میں وارد ہوا "اَلنَّبِيُّ كُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ" اور دوسری صورت کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ "نَبَاَنِ الْعَلِيِّمُ الْحَبِيْرُ" اور حقیقت میں انبیاء علیہم السلام غیب کی خبریں دینے والے ہی ہوتے ہیں۔

تفسیر خازن میں ہے کہ آپ کے وصف میں نبی فرمایا کیونکہ نبی ہونا اعلیٰ اور اشرف مراتب میں سے ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اللہ کے نزدیک بہت بلند درجے رکھنے والے اور اس کی طرف سے خبر دینے والے ہیں "اُحْمَى" کا ترجمہ حضرت مترجم قدس سرہ نے (بے پڑھے) فرمایا یہ ترجمہ بالکل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کے مطابق ہے اور یقیناً انہی ہونا آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے پڑھا نہیں اور کتاب وہ لائے جس میں اولین و آخرین اور غیبوں کے علوم ہیں (خازن)

خاکی و براوج عرش منزل * انہی و کتاب خانہ دروہل،،، دیگر انہی و دقیقہ دان عالم *

بے سایہ و سائبان عالم * صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ۔

(توریت اور انجیل میں) یعنی توریت و انجیل میں آپ کی نعت و صفت و نبوت

لکھی پائیں گے۔

حدیث: حضرت عطاء ابن یسار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سید

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اوصاف دریافت کئے جو توریت میں مذکور ہیں انہوں نے فرمایا

کہ حضور کے جو اوصاف قرآن کریم میں آئے ہیں انہیں میں نے بعض اوصاف توریت

میں مذکور ہیں، اس کے بعد انہوں نے پڑھنا شروع کیا اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا شاہد و

مبشر اور نذیر اور اُمتیوں کا نگہبان بنا کر۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو میں نے

تمہارا نام مَحْوُكَل رکھا، نہ بدخلق ہونہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے، نہ

بُرائی سے بُرائی کو دفع کرو لیکن خطا کاروں کو معاف کرتے ہو اور ان پر احسان فرماتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں نہ اُٹھائے گا جب تک کہ تمہاری برکت سے غیر مُستقیمِ مِلّت کو اس طرح راست نہ فرماوے کہ لوگ صدق و یقین کے ساتھ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ" پکارنے لگیں اور تمہاری بدولت اندھی آنکھیں پینا اور بہرے کان سُنو اور پردوں میں لپٹے ہوئے دل کشادہ ہو جائیں۔

اور حضرت کعب اُحبار سے حضور کی صفات میں تورات شریف کا یہ مضمون بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی صفت میں فرمایا کہ میں انہیں ہر خوبی کے قابل کروں گا، اور ہر خُلقِ کریم عطا فرماؤں گا اور اطمینانِ قلب و وقار کو ان کا لباس بناؤں گا اور طاعات و احسان کو ان کا شعار کروں گا اور تقویٰ کو ان کا ضمیر اور حکمت کو ان کا راز اور صدق و وفا کو ان کی طبیعت اور عفو و کرم کو ان کی عادت اور عدل کو ان کی سیرت اور اظہارِ حق کو ان کی شریعت اور ہدایت کو ان کا امام اور اسلام کو ان کی مِلّت بناؤں گا۔

أحمدان کا نام ہے، خُلق کو ان کے صدقے میں گمراہی کے بعد ہدایت اور جہالت کے بعد علم و معرفت اور گمناہی کے بعد رفعت و منزلت عطا کروں گا اور انہیں کی برکت سے قِلّت کے بعد کثرت اور فقر کے بعد دولت اور فقرے کے بعد محبت عنایت کروں گا، انہیں کی بدولت مختلف قبائل غیر مجتمع خواہشوں اور اختلاف رکھنے والے دلوں میں اُلفت پیدا کروں گا اور ان کی اُمت کو تمام اُمتوں سے بہتر کروں گا۔

ایک اور حدیث میں تورات شریف سے حضور کے یہ اوصاف منقول ہیں میرے بندے احمد مختار، انکا جائے ولادت مکہ مکرمہ اور جائے ہجرت مدینہ طیبہ ہے، ان کی اُمت ہر حال میں اللہ کی کثیر حمد کرنے والی ہے۔

یہ چند نقول احادیث سے پیش کئے گئے، کُتبِ الہیہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت سے بھری ہوئی تھیں۔ اہل کتاب ہر قرن میں اپنی کتابوں میں تراش

خراش کرتے رہے اور ان کی بڑی کوشش اس پر مسلط رہی کہ حضور کا ذکر اپنی کتابوں میں نام کو نہ چھوڑیں۔ توریت انجیل وغیرہ ان کے ہاتھ میں تھیں اس لیے انہیں اس میں کچھ دشواری نہ تھی لیکن ہزاروں تبدیلیاں کرنے کے بعد بھی موجودہ زمانہ کی بائبل میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کا کچھ نہ کچھ نشان باقی رہ ہی گیا۔ چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۳۱ء کی چھپی ہوئی بائبل میں یوحنا کی انجیل کے باب چودہ کی سولہویں آیت میں ہے:

"اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے"

لفظ مددگار پر حاشیہ ہے اس میں اس کے معنی وکیل یا شفیع لکھے تو اب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ایسا آنے والا جو شفیع ہو اور ابد تک رہے یعنی اس کا دین کبھی منسوخ نہ ہو بجز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کون ہے پھر اثنیسویں تیسویں آیت میں ہے:

"اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں"

کیسی صاف بشارت ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی امت کو حضور کی ولادت کا کیسا منتظر بنایا اور شوق دلایا ہے اور دنیا کا سردار خاص سید عالم کا ترجمہ ہے اور یہ فرمانا کہ مجھ میں اس کا کچھ نہیں حضور کی عظمت کا اظہار اور اس کے حضور اپنا کمال ادب و انکسار ہے پھر اسی کتاب کے باب سولہ کی ساتویں آیت ہے:

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا"

اس میں حضور کی بشارت کے ساتھ اس کا بھی صاف اظہار ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں، آپ کا ظہور جب ہی ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لے جائیں۔ اس کی تیرھویں آیت ہے:

"لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔"

اس آیت میں بتایا گیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر دین الہی کی تکمیل ہو جائے گی اور آپ سچائی کی راہ یعنی دین حق کو مکمل کر دیں گے۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور یہ کلمہ کہ اپنی طرف سے نہ کہے گا جو کچھ سنے گا وہی کہے گا خاص 432 "مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ" کا ترجمہ ہے اور یہ جملہ کہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا اس میں صاف بیان ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیبی علوم تعلیم فرمائیں گے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا: 433 "يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ" اور 434 "مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ"۔

(ان پر سے وہ بوجھ) یعنی سخت تکلیفیں جیسے کہ توبہ میں اپنے آپ کو قتل کرنا اور جن اعضاء سے گناہ صادر ہوں ان کو کاٹ ڈالنا۔

(اور گلے کے پھندے) یعنی احکام شاقہ جیسے کہ بدن اور کپڑے کے جس مقام کو نجاست لگے اس کو قینچی سے کاٹ ڈالنا اور غنیمتوں کو جلانا اور گناہوں کا مکانوں کے دروازوں پر ظاہر ہونا وغیرہ۔

اس نور سے قرآن شریف مراد ہے جس سے مومن کا دل روشن ہوتا ہے اور شک و جہالت کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور علم و یقین کی ضیاء پھیلتی ہے۔ (خزائن العرفان)

435 قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾ (اعراف)

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور
زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں چلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ
اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے
ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔ (کنز الایمان)

یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومی رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام خلق
کے رسول ہیں اور کل جہاں آپ کی امت۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضور فرماتے ہیں
پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔ (۱) ہر نبی خاص قوم کی طرف
مبعوث ہوتا تھا اور میں سُرخ و سیاہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ (۲) میرے لیے غنیمتیں
حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوئی تھیں۔ (۳) میرے لیے زمین پاک
اور پاک کرنے والی (قابلِ تیمم) اور مسجد کی گئی جس کسی کو کہیں نماز کا وقت آئے وہیں پڑھ
لے۔ (۴) دشمن پر ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔ (۵)
اور مجھے شفاعت عنایت کی گئی۔ مسلم شریف کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ میں تمام خلق کی
طرف رسول بنایا گیا اور میرے ساتھ انبیاء ختم کئے گئے۔

لفظ انت، یا صیغہ خطاب

436 وَلَئِن آتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبَلَتَكَ
وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبَلَتِهِمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبَلَةَ بَعْضٍ وَلَئِن اتَّبَعْتَ
أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٣٥﴾
اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس ہر نشانی لے کر آؤ وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ

کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو، اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستم گار ہوگا (بقرہ) (کنز الایمان)

(پیروی نہ کریں گے) کیونکہ نشانی اس کو نافع ہو سکتی ہے جو کسی شبہ کی وجہ سے منکر ہو یہ تو حسد و عناد سے انکار کرتے ہیں انہیں اس سے کیا نفع ہوگا۔

(نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو) معنی یہ ہیں کہ یہ قبلہ منسوخ نہ ہوگا تو اب اہل کتاب کو یہ طمع نہ رکھنا چاہیے کہ آپ ان میں سے کسی کے قبلہ کی طرف رخ کریں گے۔

(ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں) ہر ایک کا قبلہ جدا ہے یہود تو صخرہ بیت المقدس کو اپنا قبلہ قرار دیتے ہیں اور نصاریٰ بیت المقدس کے اس مکان شرقی کو جہاں نوح روح حضرت مسیح واقع ہوا۔ (فتح) (خزائن العرفان)

437 وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿١٠٤﴾ (انعام)

اور اللہ چاہتا تو وہ شریک نہیں کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں کیا اور تم ان پر کڑوڑے (نگران) نہیں (کنز الایمان)

438 وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾ (انفال)

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں (کنز) کیونکہ رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجے گئے ہو اور سنت الہیہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں اس کے نبی موجود ہوں ان پر عام بربادی کا عذاب نہیں بھیجتا جس سے سب کے سب ہلاک ہو جائیں اور کوئی نہ بچے۔ ایک جماعت مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت سید عالم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے پھر جب آپ نے ہجرت فرمائی اور کچھ مسلمان رہ گئے جو استغفار کیا کرتے تھے تو "وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ" نازل ہوا جس میں بتایا گیا کہ جب تک استغفار کرنے والے ایماندار موجود ہیں اس وقت تک بھی عذاب نہ آئے گا پھر جب وہ حضرات بھی مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کا اذن دیا اور یہ عذاب موعود آ گیا جس کی نسبت اس آیت میں فرمایا: "وَمَا لَهُمْ إِلَّا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ" محمد بن اسحاق نے کہا کہ "وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ" بھی کفار کا مقولہ ہے جو ان سے حکایہ نقل کیا گیا، اللہ عزوجل نے ان کی جہالت کا ذکر فرمایا کہ اس قدر احمق ہیں، آپ ہی تو یہ کہتے ہیں کہ یارب اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر عذاب نازل کر اور آپ ہی یہ کہتے ہیں کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب تک آپ ہیں عذاب نازل نہ ہوگا کیونکہ کوئی اُمت اپنے نبی کی موجودگی میں ہلاک نہیں کی جاتی، کس قدر معارض اقوال ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ استغفار عذاب سے امن میں رہنے کا ذریعہ ہے۔
حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے لیے دو/۲، امانیں اتاریں۔ ایک میرا اُن میں تشریف فرما ہونا، ایک ان کا استغفار کرنا۔ (خزائن العرفان)
439 وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ
وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۷﴾ (انفال)

اور اے محبوب اگر وہ (قیدی) تم سے دغا چاہیں گے (تمہاری بیعت سے پھر کر اور کفر اختیار کر کے) تو اس سے پہلے اللہ ہی کی خیانت کر چکے ہیں جس پر اس نے اتنے تمہارے قابو میں دے دیئے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے (کنز الایمان)
(قابو میں دے دیئے) جیسا کہ وہ بدر میں دیکھ چکے ہیں کہ قتل ہوئے، گرفتار ہوئے، آئندہ بھی اگر ان کے اطوار وہی رہے تو انہیں اسی کا امیدوار رہنا چاہیے

440 وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ إِنِّي عَمِلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيءُونَ مِمَّا
أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢١﴾ (یونس)

اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو فرما دو کہ میرے لیے میری کرنی اور تمہارے لیے
تمہاری کرنی (ہر ایک اپنے عمل کی جزا پائے گا) تمہیں میرے کام سے علاقہ نہیں اور مجھے
تمہارے کام سے تعلق نہیں (کنز الایمان)
(تمہیں جھٹلائیں) اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی راہ پر آنے اور حق
وہدایت قبول کرنے کی امید منقطع ہو جائے۔

کسی کے عمل پر دوسرا ماخوذ نہ ہوگا جو پکڑا جائے گا خود اپنے عمل پر پکڑا جائے گا۔
یہ فرمانا بطور زجر کے ہے کہ تم نصیحت نہیں مانتے اور ہدایت قبول نہیں کرتے تو اس کا وبال
خود تم پر ہوگا کسی دوسرے کا اس سے ضرر نہیں۔

441 وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَبِعُونَ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَ لَوْ كَانُوا
لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ (یونس)

اور ان میں کوئی وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو سنا دو
گے اگرچہ انہیں عقل نہ ہو (اور وہ نہ حواس سے کام لیں نہ عقل سے) (کنز)
اور آپ سے قرآن پاک اور احکام دین سنتے ہیں اور بغض و عداوت کی وجہ سے
دل میں جگہ نہیں دیتے اور قبول نہیں کرتے تو یہ سننا بے کار ہے اور وہ ہدایت سے نفع نہ پانے
میں بہروں کی مثل ہیں۔ (خزائن العرفان)

442 وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوا لَا
يُبْصِرُونَ ﴿٢٣﴾ (یونس)

اور ان میں کوئی تمہاری طرف تکتا ہے کیا تم اندھوں کو راہ دکھا دو گے اگرچہ وہ نہ
سو جھیں۔ (کنز الایمان)

اور دلائل صدق اور اعلام نبوت کو دیکھتا ہے لیکن تصدیق نہیں کرتا اور اس دیکھنے سے نتیجہ نہیں نکالتا، فائدہ نہیں اٹھاتا، دل کی پینائی سے محروم اور باطن کا اندھا ہے (خزائن العرفان)

443 وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مِنَ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ
النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٩﴾ (یونس)

اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے، تو کیا تم لوگوں کو زبردستی کرو گے یہاں تک کہ مسلمان ہو جائیں (کنز الایمان)

یعنی ایمان لانا سعادتِ ازیلی پر موقوف ہے، ایمان وہی لائیں گے جن کے لیے توفیق الہی مسدود ہو۔ اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ سب ایمان لے آئیں اور راہِ راست اختیار کریں پھر جو ایمان سے محروم رہ جاتے ہیں ان کا آپ کو غم ہوتا ہے اس کا آپ کو غم نہ ہونا چاہیے کیونکہ ازل سے جو شقی ہے وہ ایمان نہ لائے گا۔

اور ایمان میں زبردستی نہیں ہو سکتی کیونکہ ایمان ہوتا ہے تصدیق و اقرار سے اور جبر و اکراہ سے تصدیق قلبی حاصل نہیں ہوتی۔ (خزائن العرفان)

444 فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا
لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
وَكَئِيلٌ ﴿١٢٥﴾ (ہود)

تو کیا جو وحی تمہاری طرف ہوتی ہے اس میں سے کچھ تم چھوڑ دو گے اور اس پر دل تنگ ہو گے اس بناء پر کہ وہ کہتے ہیں ان کے ساتھ کوئی خزانہ کیوں نہ اترایا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ آتا تم تو ڈر سنانے والے ہو (تمہیں کیا پروا اگر کفار نہ مانیں یا تمسخر کریں) اور اللہ ہر چیز پر محافظ ہے (کنز الایمان)

ترمذی نے کہا کہ استفہام نبی کے معنی میں ہے یعنی آپ کی طرف جو وحی ہوتی ہے وہ سب آپ انہیں پہنچائیں اور دل تنگ نہ ہوں، یہ تبلیغ رسالت کی تاکید ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادائے رسالت میں کمی کرنے والے نہیں اور اس نے ان کو اس سے معصوم فرمایا ہے۔ اس تاکید میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسکین خاطر بھی ہے اور کفار کی مایوسی بھی کہ ان کا استہزاء تبلیغ کے کام میں مغل نہیں ہو سکتا۔

شان نزل: عبد اللہ بن امیہ مخزومی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ سچے رسول ہیں اور آپ کا خدا ہر چیز پر قادر ہے تو اس نے آپ پر خزانہ کیوں نہیں اتارا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا؟ جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

445 تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعُقُوبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٩﴾ (ہود)

یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں (یہ خطاب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا) انہیں نہ تم جانتے تھے نہ تمہاری قوم اس (خبر دینے) سے پہلے تو صبر کرو بے شک بھلا انجام پر ہیزگاروں کا (کہ دنیا میں مظفر و منصور اور آخرت میں مٹاب و ماجور) (تو صبر کرو) اپنی قوم کی ایذاؤں پر جیسا کہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کی ایذاؤں پر صبر کیا۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

446 فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ ﴿٥٢﴾ (ذاریات)

تو اے محبوب تم ان سے منہ پھیر لو تو تم پر کچھ الزام نہیں (کنز الایمان) کیونکہ آپ رسالت کی تبلیغ فرما چکے اور دعوت و ارشاد میں جہدِ بلیغ صرف کر چکے اور آپ نے اپنی سعی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

شانِ نزول: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمکین ہوئے اور آپ کے اصحاب کو بہت رنج ہوا کہ جب رسول علیہ السلام کو اغراض کرنے کا حکم مل گیا تو اب وحی کیوں آئے گی اور جب نبی نے امت کو تبلیغ بطریق اتم فرمادی اور امت سرکشی سے باز نہ آئی اور رسول کو ان سے اغراض کا حکم مل گیا تو وقت آ گیا کہ ان پر عذاب نازل ہو، اس پر وہ آیت کریمہ نازل ہوئی جو اس آیت کے بعد ہے اور اس میں تسکین دی گئی کہ سلسلہٴ وحی منقطع نہیں ہوا ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت سعادت مندوں کے لیے جاری رہے گی چنانچہ ارشاد ہوا:

447 وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٥﴾ (ذاریات)

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے (کنز الایمان)

کچھ حوالہ جات مزید

1 (رعد/۷)، (نحل/۱۰۱) 2 (فرقان/۲۳) 3 (شعراء/۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷)

4 (نمل/۸۱، ۸۰)، (روم/۵۳) 5 (سجدہ/۳۰) 6 (احزاب/۵۱، ۵۲)

7 (۵۳) 8 (فاطر/۲۲، ۲۳) 9 (زمر/۱۹، ۲۱) 10 (شوریٰ/۶) 11 (زخرف/۳۰)

12 (طور/۲۹) 13 (سورۃ نجم/۳۲، ۳۳) 14 (قلم/۲، ۳) 15 (نزعبت/۲۳، ۲۴)

16 (غاشیہ/۲۱، ۲۲) 17 (بلد/۲) 18 (ضحیٰ/پوری)

19 (سورہ) 20 (کافرون) وغیرہ کئی جگہ ذکر رسول پاک ہے۔

۶۲۱ بار لفظ "قُل" (اے محبوب تو کہہ دے)

"لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" وغیرہ بے شمار ہے۔

درج بالا سورتوں اور آیتوں کے حوالہ جات کو دیکھا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و

آلہ و عترتہ و اصحابہ و آباءہ و امہاتہ و والدیہ و بارک و سلم کی شان و عظمت کا پتہ چلتا ہے، اور یہ

واضح ہوتا ہے کہ رب العالمین اپنے محبوب کے علاوہ کسی سے کلام نہیں کرنا چاہتا، اگر کلام کسی سے کرتا ہے تو بزبانِ محبوبِ خدا کرتا ہے۔

ایک سوال

اب سوال یہ ہے کہ جس محبوب کا رب العالمین اس قدر ذکر قرآنِ پاک میں کئے ہوئے ہے، اس کے ذکر کو کون بند کر سکتا ہے؟ اگر تقریروں سے روک لے گا تو کتابوں اور قرآنِ پاک کی تلاوت سے تو نہیں روکا جاسکتا، لہذا یہ "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کی تفسیر ہے۔ عشقِ قریب کرتا ہے اور بغض و عقل دور کر دیتے ہیں۔ رب کریم بغض و عقل ناموافق سے بچائے! آمین

اللہ تعالیٰ پاک پروردگار سے دعاؤ التجاء ہے کہ ہماری طرف سے اس بیانِ حق کو قبول فرمائے اور مزید حق شناسی کی توفیق دے! اور ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم سے ہمیں محبت و مودت عطا کرے اور آپ کی اتباع و اطاعت کی توفیق عطا کرے، اور آپ کے قدموں میں جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور بلا حساب و کتاب داخلہ جنت ہو، قبر حشر حساب و کتاب کی سختیوں سے اپنی خصوصی پناہ عطا فرمائے، اور مزید تحقیقی کام کرنے کی توفیق ملے، تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانیں بیان کرتے رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت کی بخشش ہو! مزید دعا ہے کہ رب کریم ہم سے قبول کر کے ہمیں غلامانِ محبوبِ خدا میں شامل فرمائے، تاکہ مقصودِ زندگی حاصل ہو جائے! الحمد للہ علی ذلک!

آپ بھی کچھ کیجیے

447 آیات پر مشتمل یہ تحقیق ہے جس سے اپنا موقف واضح طور پر بیان کرنے

کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب کے حوالوں کے علاوہ بھی ذکرِ رسولِ پاک قرآن مجید

میں موجود ہے، خود کوشش کریں، غور کریں، کامیابی ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔
یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے اگرچہ مکمل ہے مگر مکمل نہیں کہ اور بھی بہت
کچھ اس میں درج کیا جاسکتا ہے، ایک فکری ہے اور اس پر دلائل پیش کر دیے ہیں۔

قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی

مدرس، مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد حیدری کامونگی
خطیب و امام، جامع مسجد عمر چشمہ فیض محمدی کامونگی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ شطاریہ ضیائیہ لاہور
سرپرست، امام اعظم ٹرسٹ کامونگی

FACEBOOK ID: YASEEN SHATTARI

SKYPE ID : qariyaseen24

m no: 03334289323 * 03005360583

03225690550 * 03454538920 * 03137929475

شعورِ نعت

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد الانبياء و
المرسلين۔ معزز قارئین!

استاذ الاساتذہ، تائبش اہلسنت، حضرت علامہ، مولانا، محمد نشا تائبش قصوری
، مدظلہ العالی، کی کاوش "میلادِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ"، جسے میرے شیخ طریقت، حضرت
علامہ، مولانا قاری محمد یاسین قادری، شطاری، ضیائی، دامت برکاتہم العالیہ، نے پایہ تکمیل تک
پہنچایا؛ اس تالیفِ لطیف "میلادِ مصطفیٰ بکلامِ خدا" کا سبب بنی؛ جیسا کہ اوائل کتاب میں
اُستادِ گرامی نے مفصل ذکر فرمایا۔

"میلادِ مصطفیٰ بکلامِ خدا" پر میری طرف سے ابتداءً جو کام ہوا، محرم 1435ھ
میں عالمی مدنی مرکز کراچی جاتے اور آتے ہوئے ٹرین میں راقم الحروف نے اس کی پروف
ریڈنگ کی۔ بعد ازاں استادِ محترم نے اس مضمون میں مزید اضافہ کیا، حتیٰ کہ یہ تقریباً
ساڑھے چار سو آیاتِ قرآنیہ کا حسین و جمیل مرقع بن گیا۔

محترم قارئین! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اُستادِ گرامی اور ان جیسے مجتہدین علماء، جن کی زندگی
کا مقصدِ وحید محبتِ رسول ﷺ کی شمعیں روشن کرنا ہے؛ ہم اہل سنت و جماعت عوام کے
لیے اللہ جل جلالہ کی نعمتِ غیر مترقبہ ہیں، بقول شاعر

انھی کے دم سے درخشاں ہیں ملتوں کے چراغ

زمانہ صحبتِ اربابِ فن کو ترسے گا

آج ہمارے عوام، ان ربانی علماء سے دُور ہونے کے باعث، شیاطین کے جال
میں پھنستے چلے جا رہے ہیں؛ جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ اچھے بھلے پڑھے لکھے لوگوں کے
عقائد متزلزل ہو رہے ہیں۔ برسہا برس سے مسلمانوں میں جو روایات چلی آرہی ہیں، ان

کے متعلق چند لوگوں کا منفی پروپیگنڈا (propaganda) عوام الناس کو شکوک و شبہات میں ڈال رہا ہے۔

چنانچہ ہر ذی علم کا یہ فرضِ اولین ہے کہ ایسے لوگوں کے فتنہ کی بیخ کنی میں اپنا کردار ادا کرے۔ ویسے بھی نبی اکرم ﷺ کی تعریف و ثناء کرنا ہم پر لازم ہے، کہ شعورِ نعت بھی ہو، اور زبان بھی ہو ادیب۔ وہ آدمی نہیں جو ان کا حق ادا نہ کرے۔ سچ تو یہ کہ میں کئی دنوں سے سوچ بچار کر رہا تھا کہ اس کتاب کی تصحیح مکمل ہونے پر اپنی طرف سے کیا لکھوں؛ متعدد عنوانات کے بعد، بالآخر حضرت ادیب کا درج بالا شعر ذہن میں آیا، تو اسی کے متعلق چند سطور لکھ دیں؛ تاکہ سرکارِ دو عالم، فخر بنی آدم ﷺ کے ثنا خوانوں میں مجھ ناکارہ کا بھی نام آجائے؛ اور جب جب اس کتاب کو محبت سے پڑھنے والے اسے تیار کرنے والوں کے لیے دعائے خیر کریں، تو ان کی دعا سے مجھے بھی فیض پہنچے۔ میں اپنی بات کو حضور سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں وہ نعت پیش کر کے ختم کرتا ہوں، جس کے متعلق استادِ گرامی نے مجھے شامل کتاب کرنے کو کہا تھا؛ اس لئے بھی کہ اس نعت میں نبی کریم ﷺ کے ذکر کو کلامِ مجید سے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے:

ہے کلامِ الہی میں شمس و ضحیٰ، ترے چہرہ نور فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم
ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خُلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا! ترے خالق حسن و ادا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا، نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا! ترے شہر و کلام و بقا کی قسم
ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں، ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں

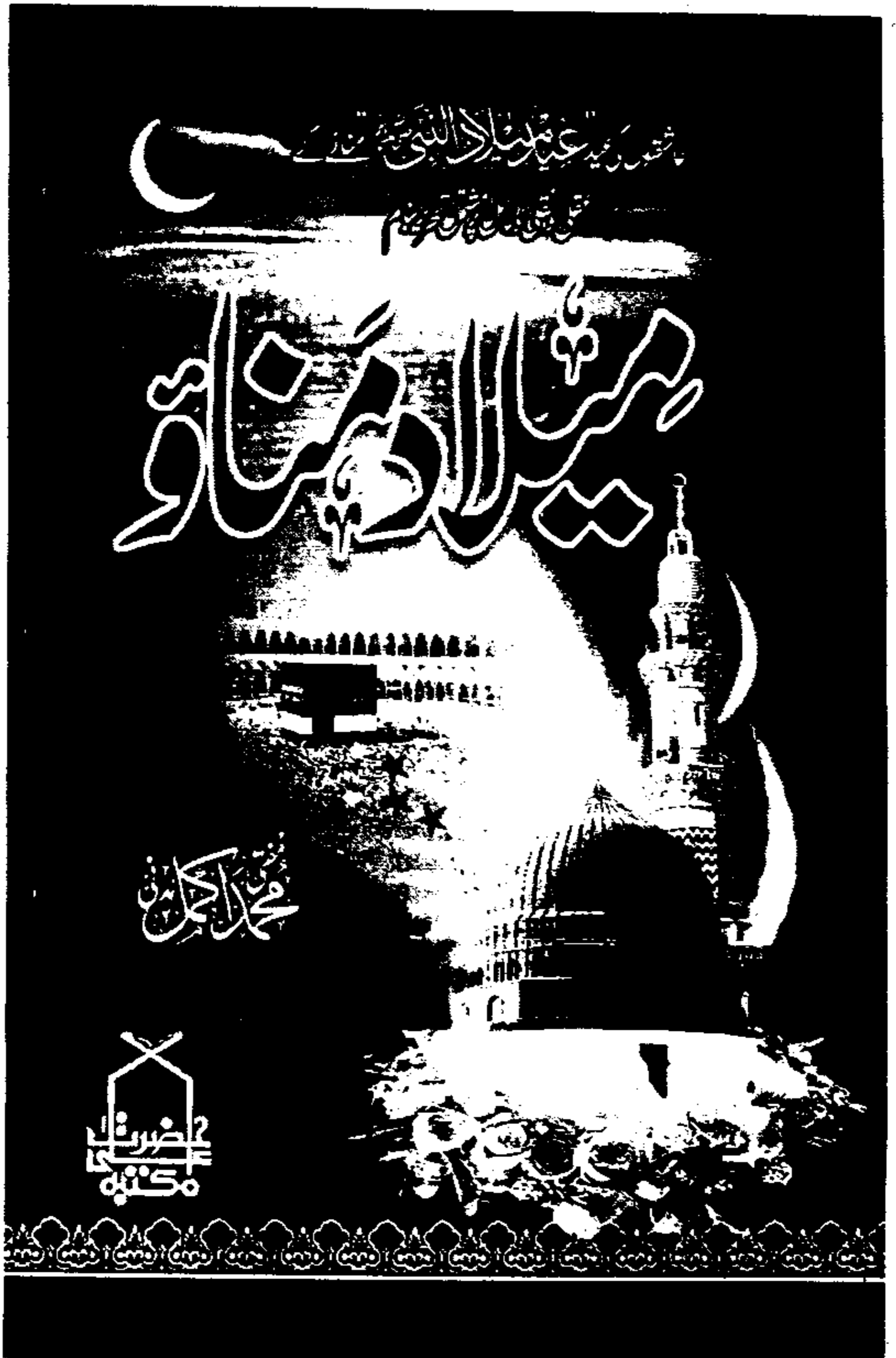
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا! ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم
یہی عرض ہے خالقِ ارض و سما! وہ رسول ہیں تیرے، میں بندہ ترا
مجھے اُن کے جوار میں دے وہ جگہ، کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم
تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا، ہے تجھی پہ بھر و سا تجھی سے دعا
مجھے جلوۂ پاکِ رسول دکھا، تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم
مرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا، مگر اُن سے اُمید ہے، تجھ سے رجا
تو رحیم ہے، اُن کا کرم ہے گواہ، وہ کریم ہیں، تیری عطا کی قسم
یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں، کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں و اصفِ شاہِ ہدیٰ، مجھے شوخیِ طبعِ رضا کی قسم

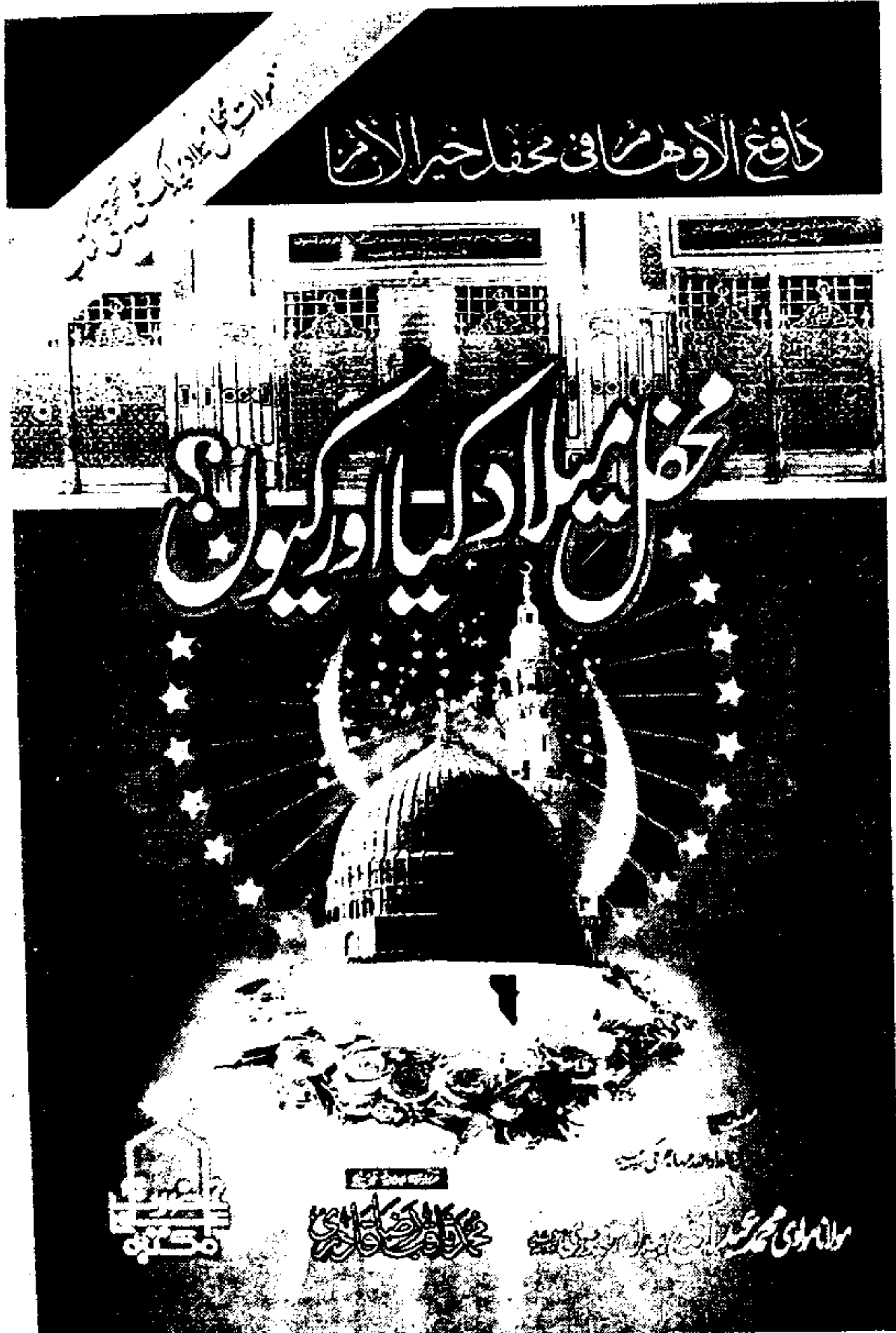
(اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ)

طالبِ دعا نے بخشش و رحمتِ خدا و شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محمد شکیل قادری شطاری

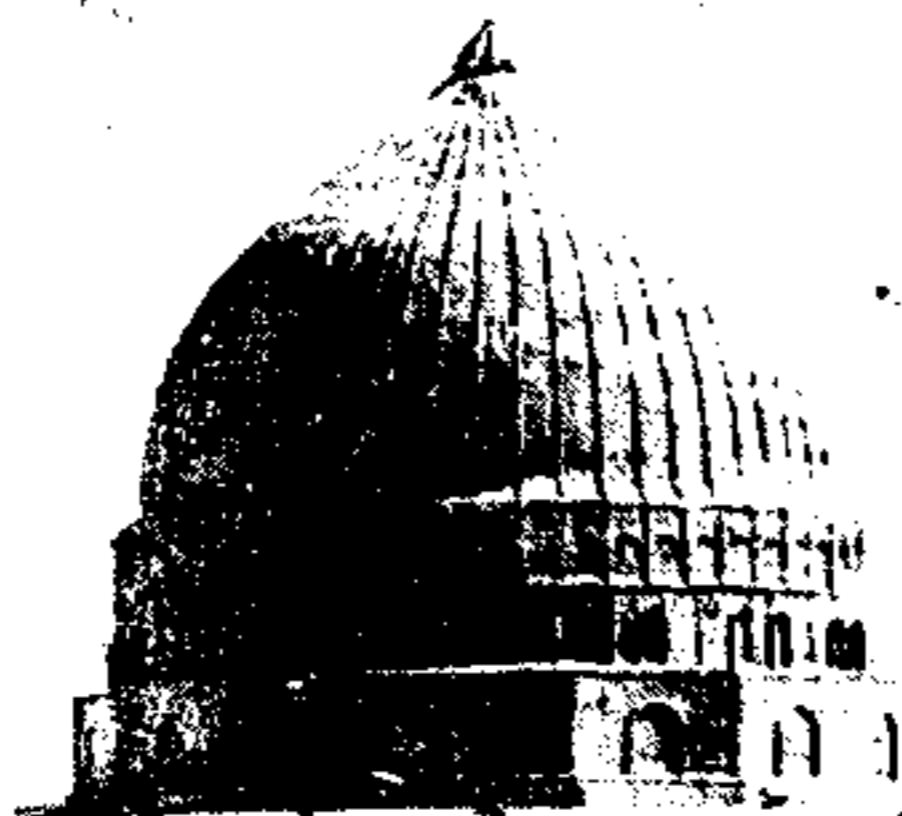
2015/10/12





مقام اقدس مدینہ منورہ
مشرفہ حضرت مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی

بیتنا حیات



محمد رفیق قادری



بہ بھولنے والی پختہ نعتوں کا مجموعہ بنام

پنجابی نعتوں کا خزانہ

مرتب
محمد عیسیٰ قادری

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042-37247301

0300-8842540

مکتبہ اعلیٰ حضرت



عشق رسول اکرم ﷺ اور خوف خدا ﷻ اپنے دلوں میں

پیدا کرنے کے لیے چند قابل مطالعہ کتابیں



داتا دربار مارکیٹ، لاہور

مکتبہ عالی حضرت



عشق رسول اکرم ﷺ اور خوف خدا ﷻ اپنے دلوں میں

پیدا کرنے کے لیے چند قابل مطالعہ کتابیں



داتا دربار مارکیٹ، لاہور

مکتبہ عالی حضرت

